GLOBAL SCHOLARS RESEARCH COMPLEX

قرآن کیا کہتا ہے؟

(جدید ترین تحقیق کے آئینے میں)

از

علامہ اورنگزیب یوسفزئی

GLOBAL SCHOLARS RESEARCH COMPLEX

قرآن کیا کہتا ہے؟

aurangzaib.yousufzai@gmail.com

gsrcomplex@gmail.com

عرض ناشر

قبلہ محترم اورنگزیب یوسفزئی سے ملاقات میری زندگی کی سعادتوں میں شامل ہے۔ یہ ان ہی کا فیضان ہے کہ گلوبل سکالرز ریسرچ کمپلیس کو قرآن کی خدمت کا موقع ملا۔ اور قرآن کیا کہتا ہے کی طباعت و اشاعت کا موقع ہمیں نصیب ہوا۔

گلوبل سکالرز ریسرچ کمپلیس نے حرف و معنی کاغذ و قلم اور روشنائی کو علم و دانش کا ہتھیار اور تعمیر ملت کا وسیلہ ہی سمجھا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں دینی کتابوں کے بارے میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں۔

ادارہ

گلوبل سکالرز ریسرچ کمپلیس

gsrcomplex@gmail.com

+92-331-5397226

عرض ناشر دوئم

بادشاہ نے مجھے چن لیا

اس بات میں کوئی فخر نہیں کہ میں بادشاہ کا خدمت گزار ہوں۔ بلکہ فخر اس بات پر ہے کہ بادشاہ نے مجھے اپنے خدمت گاروں میں چن لیا ہے۔

گلوبل سکالرز ریسرچ کمپلیس (جی ایس آر سی) کے لئے یہ نہایت ہی فخر کا مقام ہے کہ علامہ اورنگزیب یوسفزئی صاحب کے قرانی موضوعاتی تراجم کو شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

علامہ صاحب کا مسودہ جیسے ہی ملا اسی طرح کمپیوٹر کمپوزنگ کے لئے بھیج دیا گیا۔ اور پرنٹنگ کے مرحلے سے گزارا۔ تمام مسودے میں کسی قسم کی کوئی لفظی غلطی دیکھنے میں نہیں آئی۔

اگر قارئین کہیں کوئی غلطی دیکھیں تو ادارے کو مطلع کریں تاکہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

واسلام

ادارہ

گلوبل سکالرز ریسرچ کمپلیکس

gsrcomplex@gmail.com

+92-331-5397226

تاثرات

نور کا دیکھنا مشکل سہی، مگر اتنا مشکل نہیں جتنا نور کا دکھانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اورنگزیب یوسفزئی صاحب کے قلم کی روشنائی کو بھی نور بنا دیا۔ اللہ پاک اس کاوش کو قبول فرمائے۔ اور شاید یہ کاوش نہیں روح کا اظہار اور بے تابانہ پرواز ہے۔

محمد ندیم مغل

تاثرات

میں محترم اورنگزیب یوسفزئی صاحب کو گزشتہ دس سال سے جانتا ہوں۔ میری زندگی کا وہ دن بہت ہی بہترین تھا۔ جب میرے ایک دوست نے میری ملاقات اس ہستی سے کروائی۔

اس سے پہلے ہم لوگ گزشتہ پچیس سالوں سے قرآن کی علمی و عملی تحقیق میں مصروف تھے۔ اس دور میں محترم جناب حبیب الرحمان کاندھلوی، علامہ تمنا عمادی، اسلم جیراجپوری وغیرہ جیسے تحقیقی لوگوں کی تصانیف زیر مطالعہ رہیں۔

لیکن محترم اورنگزیب یوسفزئی صاحب کا قرآن پر غور و فکر، جدید تحقیق، انداز بیان کسی اور میں نہیں دیکھا۔ آج دن تک ہم ان سے جدید تحقیقی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہفتہ وار درس قرآن میں بہت لوگ اپنی علمی پیاس بجھانے آتے ہیں۔ درس کے آخر میں سوال و جواب کا سلسلہ آپ کی تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قرآن کی جدید علمی و ادبی تحقیق میں جناب محترم اورنگزیب یوسفزئی صاحب کا کوئی ثانی نہیں۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ پاک محترم اورنگزیب یوسفزئی صاحب کو زندگی کی عظیم بہاروں سے نوازے۔(آمین)

آپ کا مخلص دوست

ارشد القرآنی

سلام عقیدت

میں اسکا نام نہ لوں پھر بھی لوگ پہچانیں   کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے

(فراز)

جناب اورنگزیب یوسفزئی صاحب کے لئے اقبال کے الفاظ ہی شایان شان محسوس ہوتے ہیں کہ

ع   ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

جناب موصوف ایک عرصے سے میری شناسائی میں ہیں۔ ان کے گراں قدر علمی، تحقیقی اور ادبی اسلوب بیان و تفسیر کا میں دل سے قدردان ہوں۔ میرے نزدیک تو آپ اقبال ہی کی طرح شاعر فردا سے دانشور اسرار ورموز و فردا قرار پاتے ہیں۔ تاریخ میں مولانا آزاد کا ایک قول مشہور ہے۔ کہ

"ہند کے اندھیروں میں روشنی کا ایک ہی مینار ہے۔ اور وہ ہے گاندھی جی۔"

تو مجھے آج کی اندھیر نگری میں علم کی روشنی کا اگر کوئی مینار نظر آتا ہے تو وہ جناب اورنگزیب صاحب کی ہستی ہے۔ جن کے خون جگر سے سینچے ہوئے

تحقیقی موضوعاتی تراجم ہماری فکری سمت متعین کرنے میں بہت ہی معاون رہے ہیں۔ اقبال کے الفاظ ہیں کہ

فکر انسان بت پرستے بت گرے

ھر زماں در جستجوئے پیکرے

بعض طرح آزری انداخت است

تازہ تر پروردگار ساخت است

جناب اورنگزیب یوسفزئی صاحب نے وقت کے آزروں کے بنائے ہوئے تازہ تر تفسیری باطل خدا پرستی کی آڑ میں مادیت پرستی ومادیت سازی پر مبنی طرح پروردگاری کو مدلل انداز میں چیلنج کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی روحانی اساس کو مادی پیکروں میں ڈھالنے کے عمل کو قرآن مجید کی روشنی میں ذائل کر دیا ہے۔ آپکا جاندار لہجہ ادبی اسلوب کے اندر رہتے ہوے قرآن مجید کی کج فہم تفسیروں کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔ اور بالمقابل قرآن کا خالص تصور حیات قرآن ہی سے پیش کر دیا کرتا ہے۔ آپ نے جدید و قدیم حقائق کو جس علمی دیانتداری سے امتزاج بخشا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

جناب کی تعلیمات اب مختلف ذرائع سے عوام الناس تک پہنچ رہی ہیں اور داد و تحسین پا رہے ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

نثار عالم خان

(مردان)

پیش لفظ

پیش لفظ کیا ضروری ہے؟

کیا لفظ ضروری ہے؟

"اب لفظ و بیاں سب ختم ہوئے۔ اب لفظ و بیاں کا کام نہیں۔ اب عشق ہے خود بیان اپنا ۔اب عشق کا کچھ پیغام نہیں"

اپنے آپ کو کبھی بھی اس قابل نہیں سمجھا کہ کچھ لکھنے کا کام کروں۔ لیکن یہ کام قرآن سے والہانہ عشق کی بدولت ممکن ہو پایا۔

میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں اس عظیم شخص کے بہت عظیم کام کے بارے میں کچھ کہہ سکوں۔ صدیوں کے بعد وہ نابغہ پیدا ہوا جس نے قرآن کو اس کی اصلی حالت میں پیش کیا۔ اور قرآن کے اعلی اسلوب بیان کو مد نظر رکھتے ہوے اس کا موضوعاتی ترجمہ پیش کیا۔ میری نظر سے آج تک اس انداز میں قرآن کا ترجمہ نہیں گزرا۔ اور یہ اس مالک کائنات کا احسان ہے کہ اس نے اس پر فتن دور میں جہاں صرف انا پرستی اور خود سرائی و خود نمائی جیسی چیزیں ہی پائی جاتی ہیں وہاں ایک ایسی قرآن دوست ہستی کو

معاشرے میں بھیجا جس نے نہایت عقلی، علمی و لغوی تحقیق سے صاحب کلام کی ذات عالی کے شایان شان قرآن کے موضوعاتی تراجم سے امت کو سیر اب کیا۔

محمد ندیم مغل

انتساب

میں اس کتاب کو اپنی دو انتہائی عزیز ہستیوں کے نام منسوب کرتا ہوں۔

پہلا نام میرے قریبی دوست اور قرآن کے ایک قابلِ قدر طالب علم ندیم مغل کا ہے جن کی دیوانہ وار لگن اور علم دوستی کے جذبے نے اس سالوں پر محیط اور بکھرے ہوئے خالص تحقیقی کام کے حصول اور ترتیب، نیز نظم و اشاعت کی تکمیل کو ممکن کر دکھایا۔ میں خوب آگاہ ہوں کہ یہ کام ایک خاص سطح کے جنون، عشق، اہلیت اور دریا دلی کا متقاضی تھا، اور میں نے ندیم مغل کو ان تمام صفات میں یکتا و بے مثال پایا۔ وہ ہمارے تیزی سے زوال پذیر معاشرے میں ہماری اقدار سے عاری نوجوان نسل کے لیے ایک قابلِ تقلید مثال ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں زندگی میں ناقابلِ تصور رفعتوں اور حقیقی خوشیوں سے ہمکنار فرمائے۔

دوسرا نام میری حیرت انگیز علمی اور شعوری قابلیت کی حامل رفیقۂ حیات کا ہے جو میری تحریروں کی اولین ناقد بھی رہیں اور زبان و بیان میں درپیش مشکلات میں مددگار بھی۔

اور جنہوں نے ہر ہر مرحلے پر میری رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مجھے میری اندرونی دنیا میں وہ ساز گار ماحول فراہم کیا جہاں میرے لیے تحقیق و تحریر کی اس اہم ترین مہم سے عہدہ بر آ ہونا ممکن ہو سکا۔ وہ آج بھی میرے تمام تر علمی اور تحقیقی کام میں سب سے بڑی سہولت کار اور میرے علمی سفر کے لیے روشنی کا ایک دمکتا ہوا مینار ہیں۔

اورنگزیب یوسفزئی

کچھ مصنف کے بارے میں

ایم۔اے۔کے۔اورنگزیب یوسفزئی

پروفائل

اورنگزیب یوسفزئی نے پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد لاہور کی مردم خیز سرزمین میں جنم لیا۔ان کے بچپن، لڑکپن اورابتدائی تعلیم وتربیت کازمانہ وطنِ عزیز میں ادب و فنون کے عروج ، تحصیل علم کے جُنوں اور ہر شعبہِ زندگی میں پیشہ ورانہ مہارتوں کی انتہاءسے عبارت تھا۔علوم وفنون کے گہوارے لاہور میں کئی مقامات پر ہر شب نامور ادیبوں، دانشوروں، شعرا اور فنکاروں کی کہکشائیں رونق افروز ہوتی تھیں اور کلاسیکل ادب،شاعری اور دیگر فنونِ لطیفہ کے نت نئے فن پارے تسلسل کے ساتھ تخلیق ہوتے اور نشر و اشاعت کی منزلوں سے گذرتے تھے۔ آزادیِ افکار و عمل کا یہ حال تھا کہ اگر ایک جانب مسجدیں، خانقاہیں اور جگہ جگہ صوفیوں اور ملنگوں کے تکیے آباد تھے تو دوسری جانب نائٹ کلبس، شراب خانے اور مغربی تہذیب کے دوسرے مظاہر پر بھی کوئی قدغن نہ لگائی جاتی تھی۔ شوقِ مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ ہر محلے اور ہر گلی میں "آنہ لائبریریاں" کتابوں سے لدی پھندی موجود تھیں جہاں سے آبادی کے ہر فرد اور ہر گھرانے تک علم و عرفان کی ندیاں جاری رہتی تھیں۔ مذہبی انتہاپسندی اور تشدد، فرقہ واریت، خواتین پر پردے کا جبر اور ہر سُو پھیلی کرپشن اور منافقت کی موجودہ صورتِ حال کانام ونشان تک نہ پایاجاتا تھا۔ نئ

انار کلی، لاہور کے سینٹ فرانسس ہائی اسکول سے میٹرک پاس کرنے تک اورنگزیب یوسفزئی لاہور کے عظیم مخزونہِ علم، پنجاب پبلک لائبریری کے علم دوست ماحول میں اردو زبان کے ادبِ عالی کا تمام دستیاب مجموعہ پڑھ چکے تھے۔ اسی کے ساتھ ہی انہوں نے اُسی لڑکپن کے دور میں اسلامی تواریخ کے میدان میں کامل دسترس حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ زمانہِ اسکول سے ہی وہ جماعتِ اسلامی سے منسلک ہونے کے باعث جماعت کا لٹریچر اور سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تمام تصانیف بشمول سات جلدوں پر مشتمل تفہیم القرآن کا مطالعہ بھی مکمل کر چکے تھے۔ دینی گھرانے سے تعلق تھا اور والدِ محترم فنِ خطابت کے امام سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے بیعت تھے۔ لہٰذا قریبی دینی مدرسے سے قرات، تجویداور حفظ کی تعلیم تو پرائمری کلاسز کے ساتھ ہی شروع کر دی گئی تھی۔ بعد ازاں انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے انگلش، اکنامکس اور شماریات[Statistics]میں اپنی پہلی گریجوایشن مکمل کی۔ اس سے قبل ہی وہ نوکری کے میدان میں داخل ہونے کے لیے ہیلی کالج آف کامرس، پنجاب یونیورسٹی، سے کامرس میں ڈپلوما حاصل کر چکے تھے۔ مختصر نویسی کے فن کی آخری بلندیوں تک پہنچ کر اسمبلی کے آفیشل رپورٹر کے فرسٹ کلاس گزیٹڈ عہدے کے لیے کوالیفائی کر چکے تھے۔ اس کے کافی عرصے بعد سلسلہِ تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے انٹرنیشنل مارکیٹنگ کی ڈگری کے لیے حصولِ علم کیا اور پھر اپنے دینی رجحانات اور گہرے مطالعہ اور فکر کو ایک مستند حیثیت دینے کے لیے اسلامیات اور سوشیالوجی کے مضامین میں ایک بار پھر گریجوایشن کی اور اس طرح عربی زبان و گرامر، فقہ و حدیث اور تفسیر و تاریخ اور علم التہذیب کے

میدانوں میں کام کرنے کے لیے مطلوبہ استعداد حاصل کی۔ اس سے قبل انہوں نے کراچی میں مختصر قیام کے دوران سندھ بورڈ سے سول انجینیرنگ کے میدان میں ایک مخصوص اہلیت بھی حاصل کی۔ انہوں نے بیرون ممالک یونیورسٹیز میں عربی زبان کے کورسز بھی کیے، کامرس کے سٹوڈنٹس کو انگلش زبان کی تعلیم دی اور پاکستان واپسی پر اسلامیات کے میدان میں ماسٹرز کی سطح تک حصول علم بھی کیا، تاہم زندگی کی ہمہ گیر ذمہ داریوں کے جبر نے اِس ڈگری کے حصول کی منزل تک نہ پہنچنے دیا۔ انہوں پنجاب یونیورسٹی، کالج آف اوریئنٹل سٹڈیز میں پرنسپل پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر کے پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں بیرونی ممالک میں بن غازی یونیورسٹی، شعبہ انگلش میں، اور پھر ریاض یونیورسٹی، شعبہِ انگلش میں خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد وہ دس سال کے عرصے تک سعودی عرب میں ایک بین الاقوامی بلجیئن آرکیٹکچرل اور انجینیرنگ فرم میں خدمات انجام دیتے رہے۔ اسلامی الٰہیات، مذاہب کا تقابلی جائزہ، تاریخ اور آثاریات میں انہیں تمام عمر خصوصی دلچسپی رہی۔ ایک وسیع ذہنی افق کی برکات سے وہ ہمیشہ انسانی اجتماعیت، ہمہ گیریت اور مساواتِ عالمِ انسانی کے قائل رہے اور اسی ضمن میں بین المذاہب محاذ آرائی کے خاتمے کے لیے تمام آسمانی صحائف میں تجویز کیے گئے انسانی اقدار اور آئیڈیلز کی ایک مجموعی اور مشترکہ قبولیت کے حامی رہے۔ وہ انیسویں صدی کی مشہور "رجعت الی القرآن" اور "پان اسلام ازم" کی بین الاقوامی تحریک سے وابستہ ہیں جس کی بنیاد ڈالنے والوں میں سید جمال الدین افغانی، مصر سے مفتی محمد عبدہ اور برصغیر سے سرسید احمد خان اور ان کے قریبی ساتھی شامل ہیں۔ اس تحریک کے بعد ازاں سامنے آنے والے مجاہدوں میں

ایران کے ڈاکٹر علی شریعتی، امام عبید اللہ سندھی اور علامہ سر محمد اقبال ہیں۔ وہ علامہ سر محمد اقبال کی قرآنی فکر کے ساتھ نہایت روحانی وابستگی رکھتے ہیں اور اسی فکر سے نہایت گہرائی کے ساتھ فیضیابی کا شرف رکھتے ہیں۔ وہ جدید دور کے اہم قرآنی سکالرز میں علامہ مشرقی، علامہ پرویز کے افکار کا مطالعہ کر چکے ہیں اور قرآن کو دیگر مختلف جہات سے پیش کرنے والے دیگر موقر دانشورانِ ملت کی تحریروں سے بھی فیضیاب ہو چکے ہیں۔ ان جدید دور کے نمایاں ناموں میں علامہ ڈاکٹر محمد اسد، ڈاکٹر فضل الرحمان، ڈاکٹر یوسف گورایہ، ڈاکٹر رفیع الدین، ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم، ڈاکٹر رشید جالندھری، ڈاکٹر محمد اجمل خان، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، علامہ نیاز فتحپوری، علامہ تمنا عمادی، علامہ حبیب الرحمان صدیقی کاندھلوی اور بہت سے دیگر نامور لوگ شامل ہیں۔

اورنگزیب یوسفزئی قرآن کے انگنت موضوعات کے تناظر میں ہر ایک انفرادی موضوع سے نبرد آزما مقالات پیش کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی اقساط میں قرآن کے موضوعاتی تراجم کا ایک جدید سلسلہ متعارف کرانے میں اولین مقام رکھتے ہیں۔ یہ دونوں سلسلے قرآن کو اُس کی حقیقی علمی و عقلی روشنی میں عوام الناس کے سامنے پیش کرنے کا واحد مقصد رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہمیشہ اُن کے پیشِ نظر رہی ہے کہ جدید زمانے میں طالب علموں میں بڑی ضخامت رکھنے والی تحریروں سے عمومی بیزاری پائی جاتی ہے۔ وہ قرآن کی ایک ادبِ عالی کا عظیم شہ پارہ ہونے کی حیثیت کے ایک بڑے مدعی ہیں اور زور دیتے ہیں کہ اس کا ایک ایسا اعلیٰ درجے کا علمی ترجمہ کرنے کی آج بھی ضرورت ہے جو روایتی اثرات سے مکمل پاک ہو اور

نہایت سختی کے ساتھ صرف اس کے استعاراتی اور محاوراتی اسلوب اور الہامی بیانیے اور اسکے سیاق و سباق کے ساتھ پیوستہ رہے اور جدید ترین جدلیاتی عقلیت کی کسوٹی پر پورا اتر سکے۔ بفضلِ خدا، وہ اب بھی قرآن کے مختلف اہم موضوعات پر ریسرچ آرٹیکلز لکھنے میں مصروف ہیں اور اپنے خالص عقلی اور علمی موضوعاتی تراجم کے جاری سلسلے میں مزید اقساط کا وقتاً فوقتاً اضافہ کرتے رہتے ہیں۔

ان کے خالص عقلی [Purely Rational] قرآنی تراجم کے سلسلے سے متعلق کچھ تفصیل:

قرآن کے بہت سی غیر زبانوں میں صدیوں سے بڑی تعداد میں سکالرز کے ہاتھوں تراجم کیے جاتے رہے ہیں۔ بدقسمتی سے ان میں سے کوئی ایک بھی قرآن کے پیغام کی سچی، مکمل، خود کو منوا لینے اور دلوں کو مطمئن کرنے والی تصویر پیش نہیں کرتا جیسی کہ وہ ایک اعلیٰ عربی زبان میں قرآن کے فرمودات میں پیش کی گئی ہے۔ فرسودہ عقائد کے مارے ہوئے مسلمانوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے ہمیں قرآن کے انقلابی پیغام کی ایک ایسی تصویر کی ضرورت ہے جو ترقی یافتوں اقوام کے سامنے سائنس، علم اور عقل کے معیار پر درست ثابت کی جا سکے۔ تراجم و تفاسیر کے موجودہ تمام متون ہمیشہ ایسی دیومالائی کہانیاں، توہمات، معجزات اور محیر العقول واقعات پیش کرتے ہیں جنہیں نہ تجربے و مشاہدے کی کسوٹی پر ثابت کیا جا سکتا ہے نہ ہی ان کا عقلی جواز پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تراجم اکثر اوقات ان گنت اعتراضات، از حد تمسخر اور راست مسترد کیے جانے کا شکار رہتے ہیں اس

لیے کہ یہ انسان کی سوشل، دانشورانہ اور علمی زندگیوں کے ثابت شدہ حقائق سے مطابقت نہیں رکھتے۔

وہ بڑا مسئلہ جو ہمارے تمام کے تمام مترجمین کی ایک نسل در نسل بڑی فوج کو درپیش رہا ہے وہ قرآن کی اُن موجودہ عربی تفاسیر کے ساتھ ماخذ کے طور پر لازمی وابستگی اور مطابقت قائم رکھنے کا مسئلہ ہے جو دمشق حکومت کے غاصب اموی حکمرانوں، اور بعد ازاں عباسیوں کی سرپرستی میں تیار کرائی گئی تھیں۔ اور جن کا مذموم مقصد قرآن کی ڈکٹرائن کی ایک ایسی جھوٹی تصویر پیش کرنا تھا جو ان کی موروثی سلطنتوں کا اور ان کی تمام عیاشیوں اور استحصالی سیاست کا جواز پیش کرتا رہے۔۔ اُن تمام سابقہ مترجمین میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے صرف قرآن کو ہی ترجمے کی غرض سے ایک واحد، خود مختار اور لاشریک ماخذ کی

حیثیت دی ہو۔

فلہٰذا اب آخرِ کار پیشِ خدمت ہے ایک سلسلہ ایسے موضوعاتی تراجم کا جو صرف قرآن سے ہی پیوستہ رہتے ہوئے قرآنی موضوعات کی ایک ممکن حد تک سچی تصویر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ چھوٹے چھوٹے آرٹیکلز کی صورت میں ہے جن میں ہر ایک اپنے علیحدہ قرآنی موضوع کے خالص اور کڑے ترجمے کو آسان فہم انداز میں پیش کرتا ہے۔ قرآن کا ترجمہ گہری سوچ اور صبر آزما تحقیق طلب کرتا ہے۔ اکثر اوقات یہ کافی نہیں ہوتا کہ صرف سطح ہی کو چھان لیا جائے۔ اگرچہ کچھ جزئیات اتنی سادہ ہیں کہ غلط تفہیم

پیدا نہیں ہو سکتی، لیکن دیگر ایسی ہیں جو انتہائی با احتیاط اور صبر آزما مطالعہ طلب کرتی ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ قیمتی دھاتیں پہاڑوں اور چٹانوں کے اندر چھپی ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کی سچائی کے قیمتی پتھر ایک گہری کھدائی کا تقاضا کرتے ہیں اور اس کے بعد ہی انہیں انسانیت کے مجموعی منفعت کے لیے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ جب صحائف کو تلاشِ حقیقت کی ایک سنجیدہ خواہش کے تحت کھنگالا جائے تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کام کی اہلیت رکھنے والے متلاشی دلوں میں اپنی روح پھونک دیتے ہیں اور ذہنوں کو اپنے الفاظ کی روشنی سے بھر دیتے ہیں۔ کسی بھی ایک موضوع پر مختلف صحائف میں خالص کلام الٰہی پر تحقیق کی جائے تو آپ ان سب میں ایسی ہم آہنگی اور حسن پائیں گے جس کا آپ نے کبھی خواب میں بھی تصور نہ کیا ہو گا۔ البتہ اِن حقائق کا صحائف کے اُن حصوں پر اطلاق نہیں ہوتا جہاں انسانی اضافے کیے گئے ہوں یا انسانوں کے ہاتھوں تفاسیر یا وضاحتوں کے نام پر انسانی خیالات و تصورات شامل کر دیے گئے ہوں۔

قرآن کی تفسیر کیوں؟

قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا ہے، اس طرح کہ ایک عبارت دوسری کو تفہیم دیتی اور واضح کرتی جاتی ہے۔ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا مطالعہ ذہن کو ایسی نشو و نما اور قوت دیتا ہو، اور ایسی بلندیاں اور قابلیت عطا کرتا ہو جیسے کہ یہ عظیم الہامی کتاب کرتی ہے۔ در حقیقت تاریخ میں سیر حاصل ریسرچ ہمیں بتاتی ہے کہ سب سے اولین ترجمے کی مہم سے بہت قبل ہی عرب قوم کو طاقت کے زور پر مجبور کر دیا گیا تھا کہ وہ قرآن کی بجائے اُس

تفسیری سلسلے پر ایمان لا کر اس کا اتباع شروع کر دیں جو شاہی اختیار کے تحت تیار کروا کر علاقائی گورنروں کے ذریعے مملکت میں پھیلایا اور بزورِ تلوار منوایا جا رہا تھا۔ اور اُس تفسیری سلسلے کو منفی مواد کے ذریعے جواز فراہم کرنے کے لیے قرآن کے متوازی من گھڑت احادیث و روایات کا علم مرتب کیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ ایک مذموم پلاننگ کا حصہ تھا اور اُن سامراجی طاقتوں نے تیار کیا تھا جنھوں نے رسول کی قائم کردہ حکومتِ الٰہیہ کو اُن کی رحلت سے صرف ڈیڑھ دہائی بعد ہی غصب کر لیا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہیں اُس قرآن کی کسی تفسیر کی ضرورت تھی جو کہ انہی کی زبان میں نازل ہوا تھا اور جس کا دعویٰ بھی تھا کہ وہ مکمل طور پر فصیح البیان ہے اور بہترین تفسیر کا عنصر اپنے اندر موجود رکھتا ہے؟ سادہ سا جواب ہے کہ نہیں۔ انہیں ایک ایسے صحیفے کی کسی بھی تفسیر کی ضرورت ہی نہیں تھی جو ما قبل ہی سے مکمل تفصیل شدہ تھا اور ان کی اپنی مادری زبان میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ حقیقت ہمیں کافی شہادت فراہم کرتی ہے کہ ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ علمِ تفسیر کی ابتدا ہی ایک ایسے مذموم مقصد کے تحت کی گئی تھی جس کا واحد ہدف قرآنی احکامات کے معانی کو انسانی خیالات و تصورات کی آمیزش کے ذریعے بگاڑ دینا تھا۔

پس اسی کی مطابقت میں قرآن کے دوسری زبانوں میں تراجم کے عمل میں قرآن کو ایک واحد ماخذ کے طور پر نہیں لیا گیا، بلکہ اس مہم میں زیادہ تر مدد جعلی مواد پر مبنی تفاسیر سے لی گئی۔ اس طرح تراجم نے بھی وہی شکل و صورت اختیار کر لی جو من گھڑت تفاسیر میں قرآن پر تھوپ دی گئی تھی۔ مآلِ کار، اس کاروائی کا نتیجہ ایسے تراجم کی تیاری کی شکل میں ظاہر ہوا

جو کرپٹ تھے، اپنے ماخذ ہی کے بر عکس تھے اور گمراہ کن، لایعنی اور بھٹکا دینے والے مواد کو پیش کرتے تھے۔ یہ تاریخی کرپشن کیوں، کب، کس کے ہاتھوں بتدریج وقوع پذیر ہوئی، تاریخ کا ایک بڑا سوال ہے جو ہماری موجودہ تحریر سے متعلق نہیں ہے۔

ہمارا واحد مقصد یہاں ایک ایسے مشن کو کِک سٹارٹ کرنا ہے جو قرآن کے ساتھ ایک واحد ماخذ کے طور پر کام کرتے ہوئے ایک ممکنہ طور پر اہل ترین، خالصتاً سچا اور شفاف ترجمہ دنیا کے سامنے لے آئے۔ اس ترجمے کی کاروائی میں صرف انتہائی موثق ذرائع کا استعمال کیا جائے جن میں عربی زبان اور گرامر کے اصول اور دنیا کی مسلّمہ عربی لغات سے استفادہ شامل ہو۔ اور پوری توجہ سیاق و سباق، کتاب کے حقیقی پیغام اور علمی حجیت پر مرکوز رکھی جائے۔

ایک انتہائی ضخامت رکھنے والی تحریر سے اجتناب برتنے کے لیے قرآن کی وسعت میں سے صرف وہ مخصوص موضوعات منتخب کیے جاتے ہیں جن کا ہماری روز مرہ کی زندگیوں میں عمومی اطلاق ناگزیر پایا جاتا ہے اور انہیں اردو اور انگلش میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ مقصد پیشِ نظر یہی ہے کہ قارئین ایک مختصر اور بے لاگ مطالعہ کے ذریعے اس کے اصل اور نچوڑ سے روشنی حاصل کر سکیں۔ یہاں آپ کو ہماری زندگیوں سے بہت ہی قریبی تعلق رکھنے والے موضوعات ملیں گے جو منفرد مضامین اور کتابچوں کی صورت میں نہایت واضح اور مدلل انداز میں اپنی حقیقی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کوشش شاید سمندر میں ایک قطرے کے برابر ثابت ہو۔ کچھ لوگ اسے ایک بڑی خواہش پرستانہ یا خود فریبی پر محمول

مہم سمجھیں گے۔ تاہم دینِ اسلام کے ضمن میں چہار سُو پھیلی ہوئی ابتری، ابہام اور انتہا پسندی کے تناظر میں ایسی تحقیقی مہم کی اشد ضرورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی اُس خلوصِ نیت سے انکار کیا جا سکتا ہے جو اس منصوبے کی ضرورت کو واضح کرتی ہے۔ اس انتہائی اہم اور حساس میدانِ تحقیق میں مہارت رکھنے والے بھائیوں سے مدد، اعانت اور تعاون کی درخواست ہے تا کہ اس انفرادی کوشش کو ایک عدد ٹیم ورک میں تبدیل کیا جا سکے۔

ایک اور بڑی اہمیت رکھنے والا تقاضا یہ بھی ہے کہ مغربی طالب علموں اور سکالروں کے علم میں اس حقیقت کو لانا اشد ضروری ہے کہ حقیقی اسلامی آئیڈیالوجی کے ساتھ بنو امیہ کی غاصب حکومتوں نے کس بڑے پیمانے پر تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا تھا۔ اور یہ محض اس لیے کہ وہ اپنی اصل میں اسلامی تحریک کے ازلی دشمنوں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اپنی موروثی ملوکیتوں کی حکومتِ دمشق کے طور پر از سرِ نو بحالی کے بعد حقیقی اسلام کے سوشلسٹ اصلاحی ایجنڈے پر ہرگز نہیں چل سکتے تھے۔ اموی ملوکیت کے بانی حضرت معاویہ تھے جو دمشق سے اسلامی خلافتِ راشدہ کے خلاف ایک ایسی منظّم اور طاقتور بغاوت برپا کرنے کے علم بردار تھے جس نے منتخب خلیفہ کو ماننے سے انکار اور اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ ہم اُسی جعلی اسلام اور اُس سے متعلقہ تفسیر، حدیث اور فقہ کے لٹریچر کے ایک وسیع سلسلے کے وارث ہیں جو حکومتِ دمشق کی ایما پر گھڑا گیا تھا۔ اور جو مطلق العنان بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمرانوں نے ہمارے لیے چھوڑا ہے۔ یہی وہ مواد ہے جسے مغربی

مصنفین اپنے مطالعہِ اسلام اور ریسرچ کے لیے بنیادی ماخذ مانتے ہیں۔ لہٰذا اسلام پر جو بھی تحریریں مغرب سے جاری کی جاتی ہیں ان میں وثاقت کا عنصر مفقود ہوتا ہے اور وہ تقریبا ہمیشہ منفی انداز و اسلوب کی حامل ہوتی ہیں۔

والسلام

قرآنک ریسرچ نیٹورک

aurangzaib.yousufzai@gmail.com

+92 331 5397226

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر ا

ازواج النبی اور بیوت النبی [ص] نیز ظہار اور نکاح وطعام کے اہم موضوعات

سورۃ احزاب سے

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیش نظر، ابتدا کی ہے۔ موضوعات [themes] پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے جس کیے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تیئں میسر نہیں پاتا۔ پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریباً ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آرہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

ہماری مذہبی پیشوائیت کو قرآن کے ہر لفظ اور اصطلاح کا ایک ہی معنی معلوم ہے، وہ ہے لفظی اور عامیانہ معنی۔ تشبیہ، استعارہ، ضرب المثال اور محاورہ وہ نہ قرآن کے کلام عالی میں دیکھ پاتے ہیں اور نہ ہی کسی بھی قسم کے مجازی معانی پر وہ تحقیق کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ آیات زیر نظر میں بھی ہمارے فاضل مترجمین کو ازواج کا صرف ایک ہی معنی سکھایا گیا ہے ،،،،،یعنی،،،، بیویاں۔ اسی کی مانند بیوت اور طعام کے بھی فقط لفظی اور عامیانہ معانی ان کے علم میں ہیں،،،،،،یعنی گھر [بیت] کی جمع اور کھانا۔ اب، جدید ترین تحقیقی کوششوں کے بعد، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے کلامِ عالی میں بیویوں، گھروں اور کھانوں کی بجائے نسلِ انسانی کے شعوری ارتقاء کے لیے کس قدر بلند کرداری کے اصول و قواعد بیان فرماتا ہے اور ہر عبارت کس طرح اپنے سیاق وسباق میں موتیوں کی طرح فٹ بیٹھتی ہے۔ ابتدا ہے اللہ کے بابرکت نام سے

آیات ۱ سے ۶ تک

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱ۙ

اے نبی، اللہ کے احکام کی نگہداشت کرتے رہو اور حق کو چھپانے والوں اور دو رخی / دوغلی پالیسیوں پر کاربند لوگوں کے مشوروں اور تجاویز کی پیروی ہرگز نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان سب امور کا علم رکھتا ہے اور ان سے نبرد آزما ہونے کی حکمت بھی۔

وَّاتَّبِعۡ مَا يُوۡحٰٓى اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ۙ‏ ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا‏ ﴿۳﴾

اور ان حالات میں تم صرف اُسی کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری جانب وحی کیا جاتا ہے کیونکہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اللہ کے پیشِ نظر رہتا ہے۔ پس پورا انحصار اللہ کی ذاتِ عالی پر رکھو کیونکہ اللہ تمہاری پشت پناہی کے لیے کافی ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَيۡنِ فِىۡ جَوۡفِهٖ‌ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزۡوَاجَكُمُ الّٰٓـئِْ تُظٰهِرُوۡنَ مِنۡهُنَّ اُمَّهٰتِكُمۡ‌ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدۡعِيَآءَكُمۡ اَبۡنَآءَكُمۡ‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ قَوۡلُكُمۡ بِاَفۡوَاهِكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوۡلُ الۡحَـقَّ وَهُوَ يَهۡدِى السَّبِيۡلَ‏ ﴿۴﴾

دراصل ایسا نہیں ہے کہ اللہ نے انسانی ذات کے باطن میں دو ذہن ودیعت کر دیے ہوں، اور وہ اس سبب سے دو رخی پالیسیوں پر چلنے پر مجبور ہوں۔ اور نہ ہی اس نے تمہارے اُن لوگوں کو [أَزْوَاجَكُمُ] جن پر تم غلبہ پالیتے ہو [اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ] تمہاری اصل و بنیاد [أُمَّهَاتِكُمْ] قرار دیا ہے۔ اور نہ ہی اس نے ان کو جنہیں تم نے اپنے لوگوں میں شامل کیا ہے اور جو خود کو غیر قوم کی

طرف منسوب کرتے ہیں[أَدْعِيَاءَكُمْ] ، تمہارے قوم کے اصل سپوت[أَبْنَاءَكُمْ] قرار دیا ہے۔ یہ تو محض وہ الفاظ یا القاب [قَوْلُكُم] ہیں جو تم اپنی زبانوں سے اُن کے حق میں یونہی بول دیتے ہو [بِأَفْوَاهِكُمْ]، جب کہ اس کے برعکس اللہ ہمیشہ سچائی پر مبنی حقیقت بیان فرماتا ہے اور وہی ہے جو خطاءوں سے بچا کر اپنے مخصوص راستے کی طرف راہنمائی بھی کرتا ہے۔

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥﴾

مذکورہ لوگوں کو اُن کے آباء ہی کی نسبت سے پکارو کیونکہ اللہ کے نزدیک یہی زیادہ قرینِ انصاف ہے۔ البتہ اگر تم اُن کے بڑوں سے متعلق نہ جان پاءو تو اس صورت میں انہیں اپنے دینی بھائی کا اور اپنے دوستوں کا درجہ دے دو۔ ان معاملات میں کوئی خطاء ہو جانے پر کوئی مضائقہ نہیں ہے جب تک کہ دلوں کے ارادے سے کوئی غلط قدم نہ اُٹھایا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے معاملات میں تحفظ اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٦﴾

نبی کی حیثیت مومنین کے لیے ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر دوست اور سرپرست کی ہے اور نبی کی جماعت یا نبی کے اپنے ساتھی [أَزْوَاجُہ] مومنین کے لیے اُن کی اصل و بنیاد یا ان کی اپنی امت کی حیثیت یا درجہ [أُمَّهَاتُهُمْ] رکھتے ہیں۔ نیز مومنین و مہاجرین میں سے جو آپس میں نسبی رشتہ دار ہیں [وَ أُولُو الْأَرْحَامِ] ان کا بھی یہی معاملہ ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کے ضمن میں ایک دوسرے کے لیے بہتر دوست اور معاون ہیں۔ یہ سب درست ہے مگر یہ خیال رہے کہ تم سب اپنے ان دوستوں و معاونین کے لیے جو کچھ بھی کرو وہ عمومی طور پر جائز تسلیم کی جانے والی حدود کے اندر ہو اس لیے کہ یہ ہدایت اللہ کی کتاب میں سطروں میں لکھی یعنی بالکل واضح طور پر موجود ہے۔

آیات ۵۰ سے ۵۴ تک

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ؗ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰

اے سربراہ مملکت الٰہیہ [يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ] ہم نے آپ کی ان جماعتوں [أَزْوَاجَكَ] کو جن کے معاوضے / اجرتیں [أُجُورَهُنَّ] آپ نے مقرر کر دیے ہیں، آپ کے مشن پر کام کرنے کے لیے [لَكَ] دیگر پابندیوں اور ذمہ داریوں سے آزاد قرار دے دیا ہے [أَحْلَلْنَا] اور انہیں بھی جنہیں اللہ

نے مالِ غنیمت کے توسط سے آپ کی ذمہ داری بنایا ہے [أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ] اور وہ آپ کی زیرِ سرپرستی و نگرانی ہیں [مَلَكَتْ يَمِينُكَ]۔ نیز وہ خواتین جو آپ کی چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد ہیں جنہوں نے آپ کی معیت میں ہجرت اختیار کی ہے، اور ہر وہ مومن خاتون جو نبی کے مشن کے لیے رضاکارانہ خود کو پیش کرتی ہو، تو اگر نبی بطورِ سربراہِ مملکت ارادہ فرمائے تو انہیں قاعدے / قانون کے مطابق فرائض ادا کرنے کے لیے طلب کر سکتا ہے [أَن يَسْتَنكِحَهَا]۔ اس معاملے میں اختیار و فیصلہ کا حق صرف آپ کا ہے دیگر ذمہ داروں [الْمُؤْمِنِينَ] کا نہیں۔ جہاں تک دیگر ذمہ داران کا تعلق ہے تو اُن کی جماعتوں / ساتھیوں کے ضمن میں اُن پر جو بھی فرائض ہم نے عائد کیے ہیں وہ بتا دیے گئے ہیں تاکہ تمامتر معاملات کی ذمہ داری کا بار آپ پر ہی نہ آ جائے۔ اللہ کا قانون سب کو تحفظ اور نشو و نمائے ذات کے اسباب مہیا کرتا ہے۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾

ان جماعتوں میں سے آپ جسے چاہیں انتظار و التوا میں رکھیں [تُرْجِي] اور جسے مناسب سمجھیں طلب فرما کر [وَتُؤْوِي إِلَيْكَ] فرائض سونپ دیں۔ پھر جسے بھی انتظار میں رکھا ہو اسے فعال کرنا چاہیں تو اس میں بھی آپ کے لیے کوئی مضائقہ یا رکاوٹ نہیں۔ بلکہ اس طریقِ کار کی رُو سے اُن سب کو سکون اور تسلی ملے گی، وہ غمگین نہ ہونگے اور جو کچھ انہیں آپ سے ملے گا اس پر راضی اور خوش رہینگے۔ یاد رہے کہ تم سب کے ذہنوں میں جو کچھ بھی سوچ یا خیال آتا ہے اللہ اسے جان لیتا ہے کیونکہ وہ علم سے بھرپور اور بردبار ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

بعد ازاں یا علاوہ ازیں خواتین [اَلنِّسَاءُ] آپ کے مشن کے لیے اپنی ذمہ داریوں سے آزاد نہیں کی جاسکتیں [لَّا يَحِلُّ]۔ نہ ہی آپ ان کے موجودہ گروپس کو نئے لوگوں [أَزْوَاجٍ] سے تبدیل کریں خواہ ان کی خوبیاں آپ کو پسند ہی کیوں نہ آئیں۔ اس میں استثناء صرف ان کے لیے ہے جو ما قبل سے آپ کے زیر سرپرستی و نگرانی میں آچکی ہوں [إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ]۔ اللہ کا قانون ہر شے کی نگرانی کا ذمہ دار ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾

اے اہلِ ایمان اپنے تحصیل علم کے مقصود کی جانب بڑھنے کی خاطر [إِلَىٰ طَعَامٍ] مناسب موقع و محل کا انتظار کیے بغیر [غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ] نبی یعنی اپنے سربراہِ مملکت اور ان کی قریبی اشرافیہ کی غور

و فکر اور فیصلہ سازی [بُيُوتَ النَّبِيِّ] میں دخل انداز نہ ہوا کرو [لَاتَدۡخُلُوا] جب تک کہ تمہیں ان کے ہاں باریابی کی اجازت [إِلَّا أَن يُؤۡذَنَ لَكُمۡ] نہ مل جائے۔ لہٰذا تم ان کی مصروفیات میں تب ہی مخل ہوا کرو [فَادۡخُلُوا] جب مدعو کیے جاو [إِذَا دُعِيتُمۡ] اور جوں ہی مقصود حاصل ہو جائے [فَإِذَا طَعِمۡتُمۡ] غیر ضروری گفتگو کی خواہش کیے بغیر [وَلَا مُسۡتَـٔنِسِينَ لِحَدِيثٍ] منتشر ہو جاو۔ تمہارا سابقہ رویہ نبی کے لیے زحمت کا باعث ہے مگر تمہیں اس سے روکنے میں ان کی حیا مانع ہوتی ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ حق بات کی تاکید سے نہیں جھجھکتا۔ نیز اگر تمہیں ان سے کسی دنیاوی ضرورت یا مفاد [مَتَاعًا] کا سوال کرنا ہو تو یہ تمہارے اور ان کی پاکیزگیءِ قلب یا ارتقائے ذات کے لیے بہتر ہو گا کہ ایسا سوال پردے میں رہ کر، غیر متعلق نگاہوں سے بچ کر کیا جائے [مِن وَرَاءِ حِجَابٍ]۔ تمہارے لیے ہر گز جائز نہیں کہ ایسے رویے اختیار کرو جس سے اللہ کے رسول کو زحمت پہنچے۔ اور نہ ہی کبھی بھی ان کے پسِ پُشت [مِنۢ بَعۡدِهِ] ان کے ساتھی اکابرین [أَزۡوَاجَهُ] پر طاقت کے ذریعے اثر انداز [تَنكِحُوا] ہونے کی کوشش کرو۔ بلاشبہ ایسا رویہ اللہ کے نزدیک ایک بڑی جسارت ہے۔

إِن تُبۡدُوا شَيۡـًٔا أَوۡ تُخۡفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾

ہمیشہ یاد رہے کہ تم کوئی خفیہ عزائم رکھو یا علانیہ کچھ بھی کرو تو اللہ کے تخلیق کردہ نظام میں تمہارا ہر عمل اور سوچ بہر حال اس کے احاطہِ علم میں داخل ہو کر ریکارڈ میں محفوظ ہوتا رہتا ہے۔

بریکٹ شدہ الفاظ کے ذیل میں دیے گئے مستند معانی ضرور ملاحظہ فرمائیں:

[أَزۡوَاجَكُمۡ]: تمہارے ساتھی، لوگ، جماعتیں

[اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنۡهُنَّ]: ظھر: غلبہ پانا؛ نمایاں ہونا؛ برتری تسلط حاصل کر لینا۔ جن پر تم غلبہ

حاصل کرتے ہو۔

[أُمَّهَاتِكُمْ]: اُم: قوم، عوام، نسل، جڑ، اصل، جماعت؛ تمہاری بنیادیں؛ تمہاری مائیں؛ تمہاری قومیں، لیڈر، مثال، سمت، ماخذ، دادی، معدنیات ڈھالنے کا سانچہ۔

[أَدْعِيَاءَكُمْ]: تم میں سے وہ جنہیں تم نے اپنی جماعت میں شامل کیا ہے؛ جو غیر اقوام سے آئے ہیں اور انہی سے خود کو منسوب کرتے ہیں۔ those whom you seek, desire, ask, demand, summon, call upon; those you invite & include in your people; خود کو غیر باپ یا غیر قوم کی طرف منسوب کرنے والا؛ جس کے نسب میں شبہ ہو۔

[أَبْنَاءَكُمْ]: قوم کے سپوت؛ مردِ میدان؛ ہیرو؛ قوم کے قابلِ فخر بیٹے، تمہارے بیٹے۔

[قَوْلُكُم]: تمہاری بات؛ تمہارے الفاظ

[بِأَفْوَاهِكُمْ]؛ تمہاری زبانوں سے نکلی ہوئی بات

[أَزْوَاجُه]: اس کے ساتھی، جماعت، لوگ

[أُمَّهَاتُهُمْ]: ان کی قوم، ان کی جڑ بنیاد،۔۔۔۔

[وَأُولُو الْأَرْحَامِ]: نسبی رشتہ داری رکھنے والے؛ قریب ترین تعلق کے حامل

[يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ]: اے سربراہی اور راہنمائی کے مقام پر فائز؛ اے نبی

[أَزْوَاجَكَ]: تیرے ساتھی، لوگ، جماعتیں

[أُجُورَهُنَّ]: ان کے معاوضے، اجرتیں، تنخواہیں، انعامات، مزدوریاں، ثواب، حقوق

[لَكَ]' تمہارے لیے، تمہارے فائدے، مقصد، منافع کے لیے۔

[أَحْلَلْنَا]: حلل: جائز کرنا، پابندیوں، ذمہ داریوں سے آزاد کرنا، کھول دینا، مسائل حل کر دینا، کنٹرول سے آزاد کر دینا، settle, stop, descend, sojourn, lodging, taking abode, make lawful or free or allowable, free from obligation,

responsibility, untying, unfastening, solution, unraveling, dissolution, disbandment, decontrol.

[أَفَاءَ اللّٰہُ عَلَيۡکَ] :جو اللہ نے تم کو لوٹایا۔مالِ فئے،مالِ غنیمت، پورا کرنا، لوٹانا۔

[مَلَكَتۡ يَمِيۡنُکَ]:سیدھے ہاتھ کی ملکیت، یاحلف، عہد، کنٹریکٹ کی رُو سے ملازم / ماتحت، یعنی وہ جو تمہارے تسلط، ماتحتی، قبضے، اختیار، سرپرستی، تحویل میں ہوں کسی عہد، ایگریمنٹ یا کنٹریکٹ کی رُو سے۔

[أَن يَسۡتَنكِحَهَا] استنکاح: بابِ استفعال جس کی سب سے بڑی خصوصیت طلبِ ماخذ ہوتا ہے۔ کسی تقرری کے لیے طلب کرنا، فرائض سونپنے کے لیے طلب کرنا۔ کسی معاہدے، ایگریمنٹ کے لیے بلانا۔ شادی کے معاہدے کے لیے طلب کرنا۔ اپنی ماتحتی میں لینے کے لیے طلب کرنا۔

[الۡمُؤۡمِنِينَ]: ضابطِ امن؛ نظام کی تنفیذ کے ذمہ دار؛ اللہ کی حکومت کے بااختیار آفیسر؛ ایمان لائے ہوئے ذمہ دار لوگ۔

[تُرۡجِي]: ارجا: انتظار کرانا، ملتوی کرنا، موخر کرنا، کاروائی کو ختم کر دینا؛ to cause to wait, to delay, postpone, put off, adjourn.

[وَتُؤۡوِي إِلَيۡکَ] :اَوٰی: کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا، ٹھکانا دینا—ماویٰ—کسی کی طرف لوٹنا، پناہ دینا، رجوع کرنا؛ to receive hospitably, to take to yourself, to shelter & to strengthen, to return

[لَّا يَحِلُّ] : اجازت نہ ہونا، جائزنہ کرنا، پابندیوں، ذمہ داریوں سے آزاد نہ کرنا، آباد نہ کرنا، مسئلہ حل نہ کرنا۔

[أَزۡوَاجٍ]:ساتھی، لوگ، جماعتیں، اقسام۔

[اِلَّا مَامَلَكَتْ يَمِيْنُكَ]: سوائے وہ جو تمہاری تحویل، نگرانی، ماتحتی میں ہوں معاہدے یا حلف کی رُو سے۔

[اِلٰى طَعَامٍ] : سیکھنے، حاصل کرنے کی خاطر، کھانے کی طرف۔ to acquire, an appropriate quality in a man, to take to education, to have power or ability to do it, to be vaccinated, inoculated.

[غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنٰهُ] :اس کے لیے انتظار کیے بغیر۔

[بُيُوْتَ النَّبِيِّ]: نبی کا خفیہ سوچ بچار، خفیہ فیصلے، فیصلے کرنا، نبی کے قریبی اعلیٰ خاندان / اشراف / اکابرین؛ جمع: بیوتات

respectable house, noble person of his people/

Nabi's noble persons[قاموس الوحید، المنجد، ہانز وہر]

[لَا تَدْخُلُوْا] : دخل: مداخلت، آمدنی، وصولی، کسی پر واقع ہونا، ظاہر ہونا، امور میں دخل، مکس ہونا، کنفیوز ہونا، دخل اندازی، مخل ہونا

[اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ]: سوائے اس صورت میں اگر وہ تمہیں اجازت دیں۔

[اِذَا دُعِيْتُمْ]: اگر تم مدعو کیے جاو۔

[فَاِذَا طَعِمْتُمْ]: جب تم نے سیکھ لیا، حاصل کر لیا، کھا لیا۔

[وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ]: فالتو گفتگو کی خواہش کرنے والے۔

[مَتَاعًا]: زندگی کی ضروریات / لطف / مفاد / خوشی / مال / جائیداد-

[مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ]۔: پرائیویٹ طریقے سے، تنہائی میں، پردہ میں رکھ کر، چھپا کر، حفاظت سے، نظروں سے بچا کر۔

[النِّسَاءُ]: مصدر: تنسیۃ ۔ نسیء۔ نساء ۔ نسُوء۔ منساۃ ۔ ن س ی/ن س و : lowly people/rubble/aforlorn thing/ insignificant/ completely forgotten/womanly/effeminate/to render ignominious/render backward/postponement/delay – نچلے طبقے کے لوگ / بے حیثیت / نظر انداز کیے جانے والے / پسماندہ / اس فعل میں دونوں مادوں میں اشتراکِ معنی ہے یعنی overlap پایا جاتا ہے۔

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 2

یتامیٰ کی پرورش۔ یتامیٰ کے ساتھ چار شادیوں کا سانحہ

مرد عورتوں پر داروغہ

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیش نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات[themes]پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کیے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تئیں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریباً ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے ۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تا کہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آ رہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی

ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

یہ سورہ النساء کی چند ابتدائی آیاتِ کریمہ کا ترجمہ ہے، جو کچھ قریبی اعزاء کی خواہش کی تکمیل میں زیرِ تحقیق لایا گیا۔

ان آیات میں بنیادی اور غالب عنصر "یتیموں" [یتامیٰ] کا مسئلہ ہے جس کے حل کے لیے ہدایات و راہنمائی دی گئی ہے۔

یہ نکتہ ماقبل ہی میں واضح کر دیا جائے کہ تقریباً تمام قابلِ ذکر فاضل مترجمین نے یہاں یتامیٰ کے معانی میں "عورت" یا "بیوہ / بے سہارا عورتوں"، کو شامل کرنے کی کوشش فرمائی ہے، وہ بھی صرف اس بناء پر کہ ان آیات میں لفظ "نساء" استعارتاً استعمال ہوا ہے، نیز لفظ "نکاح" دو مقامات پر درج ہے۔ راقم الحروف کو ۱۲ عدد مستند لغات کے مطالعے کے بعد بھی لفظ "یتیم" کے معانی میں ایسا کوئی ماخذ یا مشتق، اشارتاً یا اصالتاً بھی نظر نہ آیا جو سوائے "وہ بچے جو باپ سے محروم ہو جائیں" کے علاوہ کسی بھی دیگر معانی کی سمت اشارہ کرتا ہو۔

سیاق و سباق بھی چھوٹے، نابالغ بچوں کی پرورش اور رشد کی عمر کو پہنچ جانے پر ان کے اموال انہیں سپرد کرنے کے موضوع پر اپنی اساس رکھتا ہے اور موضوع کے ساتھ مربوط ہے۔

تو عزیزانِ من یہاں دو دو، تین تین، اور چار چار شادیوں کی غرض سے مومنین کے لیے بہت سی بالغ عورتوں کا کہاں سے نزول ہو گیا؟۔۔۔ اور حق مہر کا سوال کیسے اُٹھ کھڑا ہوا؟۔۔۔ کوئی بھی صاحبِ علم و دانش، سند کے ساتھ روشنی ڈال سکیں تو از حد ممنون ہوں گا۔ کوئی بھی فاضل بھائی اختلاف فرمائیں تو ناچیز کی اصلاح کے لیے مستند حوالہ جات پہلی فرصت میں روانہ فرماءیں۔ مشکور ہونگا۔

اس ترجمے کے ضمن میں جن لفظی معانی کا استعمال کیا گیا ہے ان کی سند کے لیے مستند لغات سے مدد لی گئی ہے جن میں "لین"[جو ۳ عدد انتہائی مستند لغات کا مجموعہ ہے]، "المنجد"، "مفرداتِ راغب"، "قاموس الوحید"، "اردو مختار الصحہ"، ہانز وہر"،" م ج فرید"، "ندوی"، "بریل"، وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

آیئے ،اس حقیر سی کوشش کے نتائج کو دیکھتے ہیں اور اس پر بے لاگ تفتیش و پڑتال کا عمل دہراتے ہیں، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اپنی لا محدود بصیرت میں سے کچھ روشنی ہمیں بھی عطا فرمادے۔

سورۃ النساء

آیات نمبر ۱ سے ۱۰ تک

يَآَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝١

اے نسلِ انسانی، تم سب نہایت محتاط روی کے ساتھ [اتَّقُوا] اپنے نشو و نما دینے والے کے ساتھ وابستہ رہو جس نے تمہیں اولا ایک کامل ذاتِ واحد [نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ] کی صورت تخلیق کیا۔ پھر اسی ذات کی تقسیم کے ذریعے [مِنْهَا] دو نصف لیکن مکمل ذاتیں نر و مادہ کی شکل میں تشکیل دے کر اس کا جوڑا پیدا کیا تا کہ دونوں کے روحانی و جسمانی اختلاط کے ذریعے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں ہر طرف پھیل جائیں۔ پھر تاکید ہے کہ محتاط روی کے ساتھ جڑے رہو اپنے حاکمِ اعلیٰ کے ساتھ کہ جس کا نام لے کر، یعنی جس کے حوالے کے ساتھ، اپنے حقوق اور قرابت داریاں [وَالْأَرْحَامَ] جتلاتے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارے ارتقاء کے سفر میں وہی مالک تمہارا نگہبان و نگران [رَقِيبًا] ہے۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲

تمہارے معاشرے میں جن بچوں کے باپ گذر گئے ہوں [الْيَتَامَىٰ] ان کے وراثتی اموال ان کے حوالے کر دیا کرو تا کہ ایسا نہ ہو جائے کہ تم اپنے پاک اور جائز کو ناپاک اور ناجائز سے بدل ڈالو، یعنی ان کے مال اپنے مالوں میں شامل کر کے ہڑپ کر لو۔ یہ بلاشبہ ایک بڑا ارتکابِ جرم [حُوبًا] ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ۭ

اگر پھر بھی ایسا اندیشہ لاحق ہو جائے کہ تمہارے لوگ یتیموں کے معاملے میں انصاف نہ کر پائیں تو اس کا حل یہ ہے کہ معاشرے کے اس مخصوص کمزور گروپ میں سے [مِّنَ النِّسَاءِ] جو بھی تمہاری طبع کو موزوں لگیں تم ان میں سے دو دو، تین تین یا چار چار کو ایک سمجھوتے کے ذریعے اپنی سرپرستی اور تحویل میں لے لو [فَانكِحُوا]۔ اس صورت میں بھی اگر اندیشہ ہو کہ سب سے برابری کا سلوک نہ ہو سکے گا تو پھر ایک بچہ ہی سرپرستی میں لے لو؛ یا پھر اگر کوئی قبل ازیں ہی تمہاری سرپرستی، ذمہ داری یا تحویل میں [مَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ] رہ رہا ہے تو وہی کافی ہے۔ یعنی کہ یہ امکان بھی پیشِ نظر رکھو کہ تم عیال داری میں زچ ہو کر نہ رہ جاو۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ﴿۴﴾

یہ بھی یاد رکھو کہ ان کمزوروں [النِّسَاءَ] کو ان کے حقوق وواجبات [صَدُقَاتِهِنَّ] بغیر کسی حیل و حجت کے ادا کرتے رہو۔ اگر وہ خود اس میں سے تمہارے حق میں کچھ دینا مناسب سمجھیں تو وہ تم بخوشی استعمال کر سکتے ہو۔

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾

لیکن یہ عمومی اصول یاد رہے کہ تمہارے اموال جنہیں اللہ نے تمہاری معاشی مضبوطی کی بنیاد بنایا

ہے، انہیں نا سمجھوں کے ہاتھوں میں نہ سونپو۔ انہیں اس میں سے ضروریاتِ زندگی ضرور دو اور ان سے عمومی طور پر اچھا سلوک کرو۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

اس ضمن میں یہ ضروری ہے کہ یتیم بچوں کو نشوو نمائے ذات کی بھٹی میں سے گذرنے دو [وَابۡتَلُوا] یہاں تک کہ وہ بڑے مرد و عورت بن کر قبضہ و اختیار حاصل کرنے [ا لنِّکَاحَ] کے مرحلے تک پہنچ جائیں [بَلَغُوا]۔ تب اگر تم ان میں عقل و شعور دیکھ لو تو ان کی وراثتیں ان کے حوالے کر دو، بجائے اس کے کہ ان کے بڑا ہو جانے کے ڈر سے، ضرورت سے زیادہ اخراجات دکھاتے ہوئے ،خود کھا جاءو۔

تم میں سے جو مستغنی یعنی مالدار ہو وہ یتیموں کے اس مال کے معاملے میں مکمل ضبطِ نفس اختیار کرے۔ البتہ جو تنگ دست اور ضرورت مند ہو وہ اس میں سے صرف اتنا ہی لے لے جو عمومی معیار سے جائز ہو۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ جب تم انہیں ان کے اموال واپس کرو تو اس عمل پر گواہی بھی ڈال لو۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کا ایک اپنا کسی بھی خطاء سے مبرا احساب کتاب کا نظام ہے جو قطعی خود مکتفی ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۷﴾

ان اموال کی واپس ادائیگی کے سلسلے میں خیال رکھو کہ مردوں کا اُس پر پورا حق ہو گا جو اُن کے باپوں اور اقرباء نے چھوڑا ہے اور عورتوں کا اُس پر پورا حق ہو گا جو اُن کے باپوں اور اقرباء نے چھوڑا ہے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، حصہ یا حق ایک فرض کی مانند ہے۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۸﴾

نیز اگر تقسیم کے موقع پر اقارب، یتیم بچے اور غرباء موجود ہوں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ ضروریاتِ زندگی دے دو اور ان سے حسنِ سلوک کرو۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾

سب اس حقیقت سے ضرور ڈریں کہ اگر ایسا ہوتا کہ وہ خود اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑ جاتے تو ان کی خاطر وہ خود کتنے اندیشے میں مبتلا ہوتے۔ پس سب اللہ کی دی ہوئی ہدایات کے ساتھ محتاط روی سے وابستہ رہیں اور بالکل سیدھی اور حق بات کریں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۰﴾

در حقیقت جو لوگ بھی یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں وہ اپنے باطن میں آگ بھر لیتے ہیں اور انجام کار ضرور محرومیوں اور پچھتاووں کی آگ میں ڈال دیے جائیں گے۔

بریکٹوں میں دیے گئے الفاظ کے مستند معانی

[اتَّقُوا]: پرہیز گاری، محتاط روی، تحفظ کا راستہ اختیار کرو

[وَالْاَرْحَامَ]: قرابت داریاں، رشتہ داریاں، نسبی تعلق

[رَقِیْبًا]: نگران، نگہبان، monitoring۔

[الْیَتَامٰی]: وہ چھوٹے بچے جن کے باپ فوت ہو جائیں۔

[حُوْبًا]: حاب: جرم، گناہ–

[مِّنَ النِّسَاءِ]: اس مخصوص کمزور گروپ یا طبقے میں سے۔

[فَانْكِحُوا]: نکاح : قبضے میں لینا، غالب آ جانا، کوئی معاہدہ / سمجھوتہ کرنا/شادی کا معاہدہ کرنا۔ absorption of rainwater into earth, to overpower۔

[مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ]: جو کسی حلف، معاہدے، سمجھوتے کے تحت تمہاری تحویل / سرپرستی / ماتحتی میں ہو۔

[النِّسَاءَ]: کمزور جماعت، گروپ، طبقہ، عورت کی جمع۔

[صَدُقٰتِهِنَّ]: ان کے لازمی واجبات، حقوق،

[وَابْتَلُوا]: ابتلاء میں ڈال کر نشوونمائے ذات کا موقع دینا۔

[بَلَغُوا]: بلغ: کسی بات، چیز، خبر کو پہنچا دینا، پھیلا دینا۔

النساء:۳۴

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

Verse: 4/34: (An-Nisaa': 34):

ترجمہ:

طاقتور/ با اختیار لوگ، یعنی معاشرے کے سربر آوردہ اور اقتدار کے حامل لوگ، معاشرے کی کمزور جماعتوں کو استحکام دینے کے پابند ہیں اس ضمن میں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون نے انسانی معاشروں میں بعض لوگوں کو بعض پر برتری دی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اپنے ذاتی اور قومی اموال میں سے انفاق کرنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ پس معاشرے کی صالح جماعتیں، وفادار و اطاعت شعار جماعتیں، اس پیش پا افتادہ مستقبل کی حفاظت کرتی ہیں جسکو اللہ کے قانون نے تحفظ دیا ھوا ہے۔ البتہ ان میں سے وہ جن کی سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں نصیحت کرو، انہیں ان کی مجالس میں سوچنے کے لیے چھوڑ دو اور انہیں وضاحت سے معاملات کی تشریح کر دو۔ پھر اگر تمہاری اطاعت اختیار کر لیں تو پھر ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کرو۔ بیشک اللہ کا قانون بلند و بالا اثرات کا حامل ہے۔

[اب موازنے کے لیے روایتی ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیں]

ترجمہ:

مردوں کو عورتوں پر نگران بنایا گیا ہے اس سبب سے کہ ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی گئی ہے اور اس لیے کے مرد اپنے اموال میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس صالح عورتیں وہ ہیں جو وفادار واطاعت شعار ہیں اور اس غائب چیز کی حفاظت کرتی ہیں جس کی اللہ نے بھی حفاظت کی ہے۔ البتہ جن عورتوں سے تم سرکشی کا اندیشہ کرتے ہو تو انہیں نصیحت کرو، پھر انہیں خوابگاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور انہیں تمام معاملات کی اونچ نیچ سے آگاہ کرو / انہیں مارو۔ پس اگر تمہاری اطاعت کرنے لگ جائیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ مت چاہو۔ بیشک اللہ بہت بلند و بالا ہے۔

دونوں ترجمے پیشِ خدمت ہیں۔ دیکھیں کہ آپ کس کو ترجیح دیتے ہیں اور کس بنیاد پر۔

میری اپنی رائے میں دوسرا ترجمہ نہ ہی زیادہ مربوط ہے اور نہ ہی مرد اور عورت کے مساوی درجے کا علمبردار۔ اس میں عورت کو ایک ثانوی درجے کی مخلوق قرار دیا گیا ہے جو مکمل طور پر مرد کی دستِ نگیں بتائی گئی ہے، حالانکہ قرآن دونوں کو یکساں درجہ، مرتبہ اور حقوق و اہمیت دیتا ہے۔ مرد ہی کیوں؟ عورت کیوں نہ نکمے مردوں کو نصیحت کرے، انہیں ان کی خوابگاہوں میں تنہا چھوڑ دے اور انہیں تمام امور وضاحت سے بیان کر کے انہیں اطاعت یا درست کردار اختیار کرنے پر مجبور کرے؟ آج بے شمار مرد حضرات بد کردار اور بے راہ رو ہیں اور اپنی عورتوں اور بچوں کے حقوق کا استحصال کرتے رہتے ہیں۔

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 3

حلال و حرام

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیشِ نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات [themes] پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تئیں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیشِ نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریبا ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آرہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

حلال و حرام خوراک کا موضوع اسلامک تھیالوجی، یعنی اسلامی الٰہیات سے منسلک علوم میں ایک اساسی اہمیت کا حامل ہے۔ اس پر متقدمین اور متاخرین نے قرآن و حدیث کی روشنی میں دل کھول کر بحثیں کی ہیں۔ فقہی قوانین وضع کیے گئے اور فتاویٰ صادر کیے گئے ہیں۔

البتہ اللہ تعالیٰ کے اپنے الفاظ میں قرآنِ حکیم دراصل کردار سازی کا ایک دائمی ضابطہ {ھدی- Hudan} ہے اور انسانی اخلاقیات کا ایک ایسا تربیتی نظام مہیا کرتا ہے کہ جس سے انسان اس قابل ہو جائے کہ اپنے طرز معاشرت یعنی سوسائٹی کا نظم و نسق، رہن سہن، لباس و آرائش اور۔۔۔۔ اپنی خورد و نوش سے متعلق۔۔۔۔خود اختیاری کے ساتھ شعوری فیصلے کر سکے۔

پس حلال و حرام کے ضمن میں جو مسئلہ ہمیں درپیش ہے وہ در حقیقت یہ ہے کہ ہمارے روایتی تراجمِ قرآن اپنی مخصوص غیر عقلی اور غیر منطقی ڈگر پر چلتے ہوئے ہمیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کردار سازی کے اس الہامی ضابطے میں اللہ تعالیٰ ہمارے کردار کی تعمیر سے زیادہ ہمارے کھانے پینے کی فکر فرماتا ہے اور ہمیں واضح اور متعین انداز میں، نیک و بد اعمال و افعال کو حلال و حرام قرار دینے کے ساتھ ساتھ، فلاں قسم کی خوراک کھانے کی اجازت دیتا اور فلاں نوعیت کی اشیاء کھانے سے منع فرماتا ہے۔ گویا کہ خوراک پر پابندیاں لگانا یا اس کی درجہ بندی

کرنا کوئی کردار سازی میں ممد عمل ہے جس کے لیے حتمی انداز میں احکامات جاری کیے جانے ضروری ہیں۔

لیکن جب مشاہدہِ حق کی گفتگو ہو رہی ہو تو ہمارے حیطہِ علم میں ایسے حقائق آتے ہیں کہ وہ اشیائے خوراک جو قرآنی احکام کے حوالے سے ہم مسلمانوں کو ممنوع باور کرائی جاتی ہیں وہ دیگر اقوام میں سکہِ رائج الوقت کی مانند بالعموم زیرِ استعمال ہیں۔۔۔۔ لہذا۔۔۔۔۔ لامحالہ ذہن میں یہ سوچ پیدا ہوتی ہے کہ:

١]اگر ہمارے خالق و مالک نے تمام اقوام میں اپنے پیغامبر اپنی ہدایت کے ساتھ مبعوث کیے تھے، جیسا کہ قرآن میں حتمی طور پر بیان کیا گیا ہے، تو پھر اللہ کا کلمہ اور سنت تمام اقوام کے لیے یکساں کیوں نہیں ہے؟ کچھ پابندیاں از قسم خوراک صرف اور صرف مسلمانوں ہی کے لیے کیوں؟ جبکہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے طریقہ کار و قوانین میں کسی کے لیے تبدیلی نہیں لاتا، اس لیے وہ پوری نسلِ انسانی پر یکساں لاگو ہوتے ہیں۔

٢]اگر ہمیں حرام اشیاء کھانے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ وہ انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں، تو پھر وہی اشیاء نسل در نسل دیگر مذہبی گروہ بلا کسی نقصان دہ اثرات کیسے استعمال کرتے آ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان کا صحتِ عامہ کا معیار ہم سے بہر حال بہتر ہے۔ ایسا کیوں ہے؟،،،،،، اور۔۔۔

٣]اگر حرام اور ممنوعہ اشیاء کے استعمال سے کوئی روحانی یا اخلاقی تنزل وقوع پذیر ہونے کا خدشہ ہے، تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان پابندیوں پر سختی سے عمل پیراء ہونے کے باوجود صرف مسلمان ہی کیوں سب سے زیادہ روحانی اور اخلاقی زوال کا شکار ہیں، جس کے نتیجے میں انہیں معاشی ، معاشرتی اور عسکری زوال کا بھی سامنا ہے، جو کہ ہر دیکھنے والی آنکھ بآسانی دیکھ سکتی ہے؟

کیونکہ ان سوالات کا کسی کے پاس کوئی شافی و کافی جواب نہیں ہے اس لیے اب آپ یہ سوچنے پر خود کو مجبور پائیں گے کہ جن اشیاء کو خوراک کے طور پر ہمارے روایتی تراجم حرام و حلال قرار دیتے ہیں، کیا وہ واقعی خوراک کی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں،،،،،، یا،،،،، تراجم کرتے وقت کسی خاص ذہنیت کی کارفرمائی عمل میں آئی ہے،،،،، اور اعلیٰ کردار کی تعمیر کی بجائے کچھ خاص احکام کو خوراک پر پابندیاں لگانے کی طرف دانستہ موڑ دیا گیا ہے۔ اور۔۔۔۔ کہیں ایسا تو نہیں،،، کہ لفظ بہ لفظ آسانی کے ساتھ ترجمہ کر دینے کی خواہش، علت و بدعت نے حقیقی معانی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہو، جیسا کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں عبارت کے مافی الضمیر کی منتقلی کے سطحی اور غیر فنی عمل میں ایک لازمی امر ہے۔ جب کہ اس کے برعکس ماخذ تحریر کے انداز، اسلوب اور معیار کا بخوبی ادراک کیا جانا اور ترجمہ اس ہی کی بعینہٖ مطابقت میں کیا جانا نہ صرف ایک مسلمہ ادبی اور علمی تقاضا ہے بلکہ کامل درستگی کے ساتھ مفہوم کی منتقلی کے لیے ایک لازمی امر ہے۔

تو آیئے کھانے پینے کے بارے میں نازل ہوئی تمام، یا بیشتر آیات کے ترجمے کی ایک خالص علمی و عقلی کوشش کر دیکھتے ہیں اس امید میں کہ شاید اس محنت شاقہ کے نتیجے میں ابہام دور ہو جائیں اور حقیقتِ حال کھل کر سامنے آ جائے۔ اس ضمن میں قربانی کی نام نہاد رسم بھی زیرِ بحث آئے گی جس کا خوراک سے تعلق ہے اور بالعموم اسے ایک ایسے اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ باور کرایا جاتا ہے جو ہر گھر، گلی کوچے، محلے اور شہر میں اپنی ہی مخلوق کا کھلے عام کثرت سے خون بہانا پسند فرماتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا منظر ہوتا ہے جس سے بچے اور خواتین خوفزدہ ہو کر دور چلے جاتے ہیں اور دیگر نادان سفاکی اور شقاوتِ قلبی کا درس حاصل کرتے ہیں۔

زیرِ نظر تراجم سے یہ بدرجہ اتم ثابت ہو جائیگا کہ حلال و حرام کا ذکر فرماتے ہوئے رب ذوالجلال نے کہیں بھی کھانے پینے کی اشیاء کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ شکایت کی ہے کہ میں تو اخلاقیات اور

سیرت کے بارے میں حلال و حرام کا معیار مقرر کرتا ہوں جب کہ تم مجھ پر افترا باندھ کر مادی اشیائے رزق کو، بغیر کسی اختیار کے، حرام و حلال قرار دے دیتے ہو۔

قرآن کے بلند و بالا علمی و ادبی معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور الہامی صحائف کے حتمی استعاراتی اسلوب کی رعایت سے، زیر نظر ترجمہ اُسی خاص معیار کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ دانشورانِ قرآن سے درخواست ہے کہ کسی بھی خطاء کو نوٹ کرنے کی صورت میں فورا سند کے ساتھ رابطہ فرمائیں تاکہ مشترکہ رائے سے تصحیح کی کوشش کی جا سکے۔ اس ترجمے کی کوشش میں قریبا دس عدد مستند لغات سے مدد لی گئی ہے، مادے کے بنیادی معنوں کی حدود میں رہنے کی سعی کی گئی ہے اور قرآن کے بنیادی پیغام یعنی کردار سازی کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ شروعات سورہ المائدہ سے کرتے ہیں۔

سورہ المائدہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿١﴾

اے ایمان والو، اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان کی [بِالْعُقُودِ] ہمیشہ پاسداری و تکمیل [اوفو] کیا کرو۔ ماضی میں تمہارے لیے معاہدوں کی پابندیوں کے ضمن میں جانوروں کی مانند [الْأَنْعَامِ] مبہم، یعنی غیر شعوری اور غیر واضح انداز [بَهِيمَةُ] روا رکھنا جائز کیا گیا تھا۔ اور تم صرف ان احکام پر عمل کرنے کے پابند تھے [وَأَنتُمْ حُرُمٌ] جو آزاد نہ کیے جانے والے [غَيْرَ مُحِلِّي] اسیر ان [الصَّيْدِ] کے ضمن

میں تمہیں بتادیے جاتے تھے [یُتْلٰی عَلَیْکُمْ]۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اس معاملے میں وہی احکام جاری فرمائیگا جو اس کی منشاء کے مطابق ہونگے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْیَ وَ لَا الْقَلَآىِٕدَ وَ لَاۤ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۲

اس لیے، اے ایمان لانے والو، تم خود کو اللہ کے دیے ہوئے شعائر یعنی طور طریق، قواعد و ضوابط سے آزاد نہ کیا کرو۔ نہ ہی معاہدوں کی رو سے عائد شدہ پابندیوں کی صورتِ حال یا کیفیت [الشَّهْرَ الْحَرَامَ] سے بری الذمہ ہو جایا کرو۔ نہ ہی حسنِ سیرت کے قیمتی اصولوں [الْهَدْيَ] کو نظر انداز کرو۔ نہ ہی خود پر عائد دیگر ذمہ داریوں سے [الْقَلَائِدَ] احتراز کرو، اور نہ ہی اپنے واجب الاحترام مرکز کے ان ذمہ داروں [آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ] سے غافل ہو جاءو جو اپنے نشو و نما دینے والے کے فضل اور رضامندی کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں۔ البتہ جب تم کسی بھی معاہدے کی پابندیوں سے آزاد ہو جاءو [حَلَلْتُمْ] تو پھر ضرور اپنی طاقت و اقتدار قائم کرنے میں [فَاصْطَادُوا] لگ جاءو۔ لیکن اس صورت میں بھی ایک قوم کی وہ دشمنی کہ انہوں نے تمہیں واجب الاحترام احکاماتِ الٰہی [الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ] کی بجا آوری اور نفاذ سے روک رکھا تھا، تمہیں اس جرم پر مجبور نہ کردے کہ تم حدود سے تجاوز پر اُتر آو [أَن تَعْتَدُوا]۔ بس یہ امر پیشِ نظر رہے کہ ہمیشہ کشادِ قلب اور کردار

سازی کے مدعے [الْبِرِّ وَالتَّقْوٰیٰ] پر اشتراکِ عمل کرو اور گناہ اور حدود فراموشی پر دستِ تعاون دراز مت کرو۔ اللہ کی ہدایات کے ساتھ پرہیز گاری کے جذبے سے وابستہ رہو۔ یہ حقیقت سامنے رہے کہ اللہ کا قانون گرفت کرنے میں بہت ہی سخت ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳

[نیز دیکھیں مماثل آیات ۲/۱۷۳ اور ۶/۱۴۵ –زیر نظر ترجمہ ان دونوں مذکورہ آیات کے ابتدائی حصوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ تکرار سے پرہیز کیا گیا ہے تاکہ عبارت طوالت اختیار نہ کرے]

تمہارے لیے ممنوع کر دیا گیا ہے کہ تم اپنی قوتِ عاقلہ کو زائل کر کے مردہ کی مانند ہو جاؤ [الْمَيْتَةُ]، اور اپنے اعمال ناموں کو انسانی خون سے داغدار کر لو [الدَّمُ] اور مکار و بد طینت لوگوں [الْخِنزِيرِ] کے ساتھ قریبی تعلق [وَلَحْمُ] استوار کرو اور نہ ہی ہر اس نظریے کے ساتھ کوئی تعلق رکھو جس کے ذریعے غیر اللہ کے حق میں آواز بلند ہوتی ہو [أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ]۔ اور تمہارے لیے یہ بھی حرام کیا گیا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کی آواز بند کر کے اسے کچل دیا جائے [وَالْمُنْخَنِقَةُ]،

یا مستقل ذہنی و جسمانی اذیتیں دے کر مردہ کر دیا جائے [وَالْمَوْقُوذَةُ]، یا کسی کے حاصل کردہ بلند مقام سے اسے ناجائز طور پر قعرِ مذلت میں گرا دیا جائے [وَالْمُتَرَدِّيَةُ]، یا جبر ابد نصیبی اور بد قسمتی کی طرف دھکیل دیا جائے [وَالنَّطِيحَةُ] اور ایسی صورت حال پیدا ہو کہ تمام انسانی اقدار کو وحشت و بربریت نے نگل لیا ہو [وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ]، سوائے ان معدودے چند کے جنہیں تم نے بچا کر تقویت دے لی ہو [مَا ذَكَّيْتُمْ]۔ یا کسی کو خود ساختہ معیار یا مقصد کی بھینٹ چڑھا دیا گیا ہو [وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ]۔ یا یہ کہ تم لوگوں کو غلط اقدام کے ذریعے تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ کر دو [تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ]۔ انتباہ رہے کہ مذکورہ بالا تمام صورتِ احوال بدکرداری اور بدعنوانی کے زمرے میں آتی ہے [فِسْقٌ]۔ اسی بنا پر موجودہ وقت میں حقیقت سے انکار کرنے والے تمہارے اس نظریہ حیات سے مایوس ہیں۔ پس تمہیں چاہیئے کہ اب ان سے اندیشہ کرنا ترک کر دو، اور اس کی بجائے میری عظمت و جلالتِ شان کو ہمہ وقت نگاہ میں رکھو۔ وقت کے سیلِ رواں کے اس موجودہ مرحلے میں میں نے تم سب کے لیے تمہارا نظریہ حیات مکمل کر دیا ہے اور اس طریقہ سے تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دی ہیں اور تمہارے لیے اسلام یعنی انسانیت کے تحفظ اور سلامتی کو بطورِ مقصودِ زندگی مقرر و متعین کر دیا ہے۔ تمام مذکورہ بالا ہدایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تم میں سے جو کوئی بھی اضطراری حالت کی وجہ سے خود کو مجبور پائے [فِي مَخْمَصَةٍ] جب کہ اس کا برائی کیجانب میلان نہ ہو [غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ]، تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سامانِ تحفظ اور رحمت مہیا کر دیتے ہیں

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴﴾

وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا کیا جائز قرار دیا گیا ہے۔ انہیں بتا دو کہ تمہارے لیے تمام پاکیزہ اور خوشگوار اعمال جائز کر دیے گئے ہیں۔ اور جب تم ہاتھ پاءوں بندھے زخمی قیدیوں کی جماعت [الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ] کو وہ تعلیم دے رہے ہوتے ہو جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ جو معلومات تمہیں ان کی زبانی حاصل ہوتی ہیں [وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ] ان کے ذریعے تم وہ سب کچھ جان لو جو وہ تمہارے رویوں کے خلاف کہتے یا تمہارے ذمہ لگاتے ہیں [فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ]۔ پھر اس پر اللہ کی صفات کے تناظر میں غور کرو (وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ) تا کہ تمہارے کردار میں جو کمی رہ گئی ہو وہ کھل کر تمہارے سامنے آ جائے۔ اس طرح اللہ کی ہدایات کے ساتھ پرہیز گاری سے وابستہ رہو، اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کا قانون فوری احتساب کا عمل جاری رکھتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۖ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵

آج سے، یا وقت کے حاضر و موجود مرحلے سے، تمہارے لیے صرف تمام پاکیزہ اور خوشگوار اعمال جائز کر دیے گئے ہیں۔ مزید یہ کہ ان تمام مستحسن صفات یعنی شعوری اقدار کا حصول [طَعَامُ] بھی تمہارے لیے جائز ہے جو صاحبِ کتاب لوگوں میں پائی جاتی ہیں، اور اسی کی مانند تمہاری اچھی

صفات و اقدار کا حصول اُن لوگوں کے لیے بھی جائز ہے۔ اور مومن جماعتوں [الْمُؤْمِنَاتِ] میں سے اخلاقی لحاظ سے مضبوط اور محفوظ جماعتیں [الْمُحْصَنَاتُ] اور ایسی ہی وہ جماعتیں بھی جو تم سے قبل کتاب دیے گئے لوگوں میں سے ہوں، اُن سے تعلق استوار کرنا بھی تمہارے لیے جائز ہے بشرطیکہ تم ان کے حقوق و واجبات و معاوضے پوری طرح ادا کرو، اور وہ اسی طرح مضبوط و محفوظ رہ سکیں [مُحْصِنِينَ]۔ نہ ہی خون بہانے یا بدکرداری پر اتر آئیں [مُسَافِحِينَ] اور نہ ہی خفیہ سازشوں میں ملوث [مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ] ہوں۔ یہ یاد رہے کہ جو ایمان کی دولت کے مقابلے میں کفر کی روش اپناتا ہے وہ یہ حقیقت ذہن میں بٹھا لے کہ اس کا تمام کیا دھرا ضائع ہو گیا (حَبِطَ)۔ اور بالآخر اگلے بلند تر مرحلہ حیات میں (فِي الْآخِرَةِ) وہ نامرادوں کی جماعت میں شامل رہیگا۔

"وضو"

{محترم قارئین، حرام و حلال کے اس سلسلے میں حسن اتفاق سے اگلی آیت وہ سامنے آتی ہے جسے "وضو" سے متعلق قرار دیا جاتا ہے۔ پست درجے کی نہایت عمومی زبان میں لفظ بہ لفظ کیے گئے تراجم کی بجائے عربی ادبِ عالی کی استعارات و محاورات سے پُر [metaphoric and idiomatic] اصطلاحات کی بنیاد پر کیا گیا درج ذیل ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جو قرآنِ عظیم کے بلند اسلوب کے شایانِ شان ہے۔ سابقہ متن سے جڑا ہوا ہے۔ موضوع کا تسلسل قائم رکھتا ہے۔ اور حسبِ سابق کردار سازی کے ہی ضوابط و قواعد کی تعلیم دے رہا ہے۔ درحقیقت یہاں "وضو" سے متعلق ذکر ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وضو یہاں سیاق و سباق سے قطعی غیر منسلک ہے۔ اختلاف کی صورت میں معتبر سند کے ساتھ فوری رجوع فرمائیں تا کہ تصحیح کی جا سکے۔}

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۶﴾

اے اہلِ ایمان، جب تم نفاذ و اتباعِ احکامِ الٰہی کے نصب العین کے حصول کی سمت میں اُٹھ کھڑے ہو، تو اپنی توجہات یعنی سوچ و فکر [وُجُوهَكُمْ] اور اپنے وسائل و ذرائع [اَيْدِيَكُمْ] کو ہر قسم کی الائشوں اور رکاوٹوں سے پاک کر لو [فَاغْسِلُوا] تا آنکہ وہ تمہاری رفاقت و اعانت کا ذریعہ و ماخذ [الْمَرَافِقِ] بن جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے بڑوں اور چھوٹوں (بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ) کی صلاحیتوں کا جائزہ لو اور جانچ پڑتال [امْسَحُوا] کر کے ان کو انتہائی شرف و مجد کے درجے تک پہنچا دو [اِلَى الْكَعْبَيْنِ]۔ اگر قبل ازیں تم اس نظریاتی محاذ پر نووارد یا اجنبی [جُنُبًا] تھے تو پھر اپنے قلب و ذہن کی تطہیر کا عمل کرو [فَاطَّهَّرُوا] تا کہ منفی عقائد و خیالات سے پاک ہو جاؤ۔ اور اگر تم ایمان و ایقان کے معاملے میں کسی کمزوری کا شکار ہو [مَّرْضَىٰ] یا ابھی تربیتی سفر کے درمیانی مرحلے میں ہو [عَلَىٰ سَفَرٍ]، یا اگر تم میں کچھ بہت پست شعوری سطح سے اُٹھ کر اوپر آئے ہوں [مِّنَ الْغَائِطِ]، یا کسی خاص شعوری کمزوری نے تمہیں متاثر کیا ہوا ہو [لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ] اور اس ضمن میں تمہیں وحیِ الٰہی کی ہدایت میسر نہ آئی ہو [فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً]، تو پھر بھی تم اپنا مطلوب و مقصود [فَتَيَمَّمُوا] بلند اور پاک رکھو [صَعِيدًا طَيِّبًا]۔ پھر اس کی روشنی میں از سرِ نو اپنے افکار اور اپنے وسائل کی پیمائش یا احاطہ کرو (فَامْسَحُوا)۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں تم پر ناروا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ لیکن یہ ضرور چاہتا ہے کہ تمہاری شعوری ذات

منفی خیالات سے پاک ہو جائے اور تم پر اس کی نعمت تمام ہو جائے، تاکہ تمہاری جدوجہد مطلوبہ نتائج پیدا کرے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

[سورۃ المائدہ کی آیت:۷ صرف اس لیے پیش کی جارہی ہے کہ سابقہ موضوع کے ساتھ تسلسل، یعنی عہد کی پابندی اور کردار سازی، کو ثابت کر دیا جائے تاکہ درمیان میں آنیوالی سورۃ:٦ کے ترجمے کی "وضو" سے غلط اور سازشی طور پر منسوب کیے جانے سے متعلق حقیقت سامنے آجائے] اور تم پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمت عطا کی ہے اسے یاد رکھو اور اس عہد کی بھی پاسداری کرتے رہو جو تم نے یہ کہتے ہوئے کیا تھا کہ "ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت اختیار کر لی"۔ اور اللہ کے احکامات پر پرہیزگاری سے قائم رہو کیونکہ اللہ تمہاری اندرونی ذات پر گزرنے والی ہر کیفیت کا علم رکھتا ہے۔

سورہ الحج:۲۷ سے ۳۰

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝۲۷ۙ

اور انسانوں کے درمیان حجیت کا [بِالْحَجِّ] اعلانِ عام کر دو۔ وہ سب تمہارے پاس ہر دور دراز کے مقام

سے [مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ] دلیری کے ساتھ [رِجَالًا] آئیں اور ہر ایک اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئے [وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ]،

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿٢٨﴾

تاکہ اس نظریہ حیات میں وہ اپنے لیے منفعت کا بذاتِ خود مشاہدہ کرلیں اور تحصیلِ علم کے ایک دورانیئے [فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ] میں اللہ کی صفات عالی کو ذہن نشین کرتے رہیں تا کہ اس کی روشنی میں ان تعلیمات پر حاوی آ جائیں [عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم] جس نے انہیں جانوروں کی مانند غیر یقینی اور مبہم روشِ زندگی [بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ] اختیار کرنے پر لگا دیا تھا۔ پس وہ اسی روشنی سے استفادہ کریں اور جو اس سے محروم اور بدحال ہیں انہیں بھی مستفید کریں۔

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾

پھر اس کے بعد اپنی ذہنی الائشوں سے پاکیزگی [تَفَثَهُمْ] کا کام تکمیل تک پہنچائیں [لْيَقْضُوا]، اپنے اوپر واجب کیے ہوئے عہد کو پورا کریں [وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ] اور حکومتِ الٰہیہ کے محترم و متقدم مرکز کی نگہبانی اور حفاظت [وَلْيَطَّوَّفُوا] کا فریضہ انجام دیں۔

ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ

الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾

اس کے علاوہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ ممنوعات [حُرُمَاتِ اللّٰہِ] کی تعظیم کا رویہ اختیار کرے گا تو وہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں خیر کا باعث ہو گا۔ نیز تمہارے لیے اللہ کی عطا کردہ تمام نعمتیں اور عطیات [الْاَنْعَامُ] حلال کر دیے گئے ہیں ماسوا ان مخصوص امور کے جن کی پیروی / اتباع کرنے کے لیے تم پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے، یعنی جن کا تمہیں پابند کیا گیا ہے۔ پس خود کو پرستش اور عقیدت کا مرکز بنانے [الْاَوْثَانِ] کی برائی سے اجتناب کرو اور اجتناب کرتے رہو ایسی زبان بولنے سے جو جھوٹ سے پُر ہو۔

سورہ الحج: ۳۲ سے ۳۸

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

اور جو لوگ اللہ کے ہدایت کردہ راستے یا طور طریق کی عظمت کو بلند کریں گے، وہ اسے تقویتِ قلوب کا ذریعہ پائیں گے۔

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

اسی راستے میں تم سب کے لیے ایک معینہ مدت تک منفعت ہے۔ پھر اس ہدایت کا مستقل مرکز و منبع اللہ کا محترم و متقدم مرکزِ حکومت [الۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ] ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا لِّيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ‌ ؕ فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا‌ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ۙ۝۳۴

نیز ہم ہر قوم کے لیے پاکیزگیِ ذات کے ذرائع [مَنسَکًا] پیش کر دیے ہیں تاکہ وہ اللہ کی صفاتِ عالی کو ذہن نشین کریں [لِّیَذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ] اور اس کی روشنی میں جانوروں کی مانند غیر یقینی یعنی مبہم روشِ زندگی [بَھِیۡمَۃِ الۡاَنۡعَامِ] پر حاوی آ جائیں جس کی انہیں تربیت دی گئی تھی [مَارَزَقَھُم]۔ اور وہ یہ سمجھ لیں کہ تمہارا حاکم ہی اصل حاکم ہے۔ اس لیے اسی کی ہدایات پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔ جو اس معاملے میں عاجزانہ اور تابعدارانہ روش رکھتے ہوں ان کو فوری نتائج کی خوشخبری دے دو۔

الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّـهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٥﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کی ہدایات کی یاد دہانی ان کے قلوب کو خوفزدہ [وَجِلَتۡ] کر دیتی ہے اور یہ وہ ہیں جو مصائب کے مقابلے میں استقامت اختیار کر لیتے ہیں۔ نظامِ صلوۃ کی پیروی کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ بھی ہم نے انہیں مادی اور شعوری ارتقاء کے اسباب عطا کیے ہیں [رَزَقۡنَٰھُمۡ] وہ انہیں

عوام الناس کیلیے کھول دیتے ہیں۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٦﴾

طاقتور، زرہ بند انسانوں کی جماعت [فوج] قائم کرنا بھی تمہارے لیے حکومتِ الٰہیہ کے طریقِ کار اور تقاضوں میں سے ہے اور اس لازمی طریقِ کار میں تمہارے لیے تحفظ اور بہتری پوشیدہ ہے۔ پس یہ فوج خود کو دین کے تحفظ کے لیے وقف کر دے [صَوَافَّ] اس طرح کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی صفات عالی کی یاد دہانی کروائی جاتی رہے۔ پھر اگر ایسا ہو کہ کسی مہم میں ان کا ساتھ دینا یا ان کی کارگزاری میں حصہ لینا [جُنُوبُھَا] تمہارے لیے ضروری ہو جائے [وَجَبَتْ] تو تمہیں چاہیئے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاو، علم و تربیت حاصل کرو [فَکُلُوا] اور جو قناعت کیے ہوئے اس سے محروم ہیں اور جو اس کی ضرورت رکھتے ہیں انہیں بھی فیض پہنچاءو۔ ہم نے تمہیں اس انداز میں ان چیزوں پر دسترس عطا کی ہے کہ تمہاری کوششیں بار آور ہو جائیں۔

لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٧﴾

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کو ان سے تمہارے قریبی تعلق [لُحُومُھَا] سے یا ان کی جنگی مہم جوئیوں

[دِمَاؤُهَا] سے کچھ حاصل وصول نہیں ہوتا، بلکہ تمہارا جذبہ پرہیز گاری سے اس کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ پس اللہ نے اس انداز میں ان چیزوں کو تمہاری دسترس میں کر دیا ہے تا کہ تم اللہ کی کبریائی ان خطوط پر قائم کرو جیسے اس نے تمہاری راہنمائی کی ہے۔ اللہ کی راہ میں توازن بدوش عمل کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ﴿٣٨﴾

جو ایمان لے آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مدافعت فرماتا اور انہیں بڑھاوا دیتا ہے اور یقیناوہ بد دیانت اور انکار کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

سورہ الانعام:۱۵۱

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾

انہیں کہو کہ آو میں تمہیں بتادوں کہ تمہارے نشوونمادینے والے نے تم پر کیا کیا ممنوع کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم اس کی حاکمیت واختیار میں کسی بھی چیز کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسین و

متوازن سلوک کرو، اور اپنی اولاد کو غربت کی بنا پر شعوری اور اخلاقی طور پر جاہل و بے خبر نہ رکھو کیونکہ یہ انہیں مار دینے کے مترادف ہے۔ یہ یقین رکھو کہ تمہیں اور انہیں سامانِ رزق دینا ہمارا کام ہے۔ اور ان تمام زیادتیوں اور حدود فراموشیوں کے قریب نہ جاو جو ظاہر ہو جائیں خواہ پوشیدہ رہیں، اور کسی جان کو ضائع نہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے ممنوع یا محترم قرار دیا ہے سوائے اس صورت کے کہ اس کا استحقاق واجب ہو جائے۔ اللہ نے تمہیں یہ ہدایات اس لیے دی ہیں کہ تم اپنی شعوری صلاحیتوں کا استعمال کرو۔

سورہ یونس:۵۹ – ۶۰

قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ ۖ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴿٥٩﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٠﴾

انہیں کہو کیا تم وہ نہیں دیکھتے جو سب کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہاری منفعت کے لیے عطیات، یعنی سامانِ رزق کی شکل میں فراہم کیا ہے۔ اس کے باوجود تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا دیا ہے۔ ان سے پوچھو کیا ایسا کرنے کی تمہیں اللہ نے اجازت دی تھی؟ یا تم یہ کام کرتے تو بذاتِ خود ہو اور اس جھوٹ کی ذمہ داری اللہ پر باندھتے ہو؟ جو اللہ کی ذات پر یہ جھوٹ بول کر افتراء کرتے ہیں اُن کا کیا قیاس ہے کہ اُس آنیوالے بڑے قیام کے مرحلے میں ان کے ساتھ کیا پیش

آئیگا؟ افسوس کہ اللہ تو انسانوں کے لیے سراپا فضل ہے لیکن ان کی اکثریت متوقع نتائج پیدا کرنے والا رویہ نہیں رکھتی۔

النحل:۱۱٦

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾

اور مت بولا کرو وہ کلمات جس سے تمہاری زبانیں جھوٹ کا ارتکاب کرتی ہیں، کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کیونکہ تمہارے اس جھوٹ سے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگ جاتا ہے۔ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بہتان طرازی کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہ پائیں گے۔

بریکٹوں میں دیے الفاظ کے مستند معانی ملاحظہ فرمائیں:

[الْعُقُودِ]: عہد نامے، میثاق، معاہدے، ایگریمنٹ

[اوفو]: پورے کرو، تکمیل کرو، ایفائے عہد کرو

[الْأَنْعَامِ]: مویشی قسم کے جانور، جو کہ اموال کے طور پر اللہ کی نعمتوں کے معنی بھی رکھتے ہیں

[بَهِيمَةُ]: ابہام کی کیفیت، مبہم ہونا، غیر واضح، غیر متعین، گونگا پن، غیر معروف، بے دیکھا بھالا، مشکوک، پوشیدہ، بند دروازہ۔ One knows not the way or manner in which it should be engaged in, done, executed, performed; speech which is

confused, vague, dubious; also applied to closed or locked door, one can't find a way to open it;

چوپایہ، جانور، کیونکہ اس کی شکل / صورت مبہم ہوتی ہے۔

[وَ أَنۡتُمۡ حُرُمٌ]: جبکہ تم پابند ہو؛

[الصَّيۡدِ]: وہ جسے پکڑ لیا جائے؛ ٹیڑھی گردن والا؛ مغرور؛ خود پسند: رعب و دبدبے والا؛ شکار کا جانور

[غَيۡرَ مُحِلِّي]: غیر آزاد کردہ؛ not violating the prohibition؛ محلی: the place or time where something becomes lawful, permissible;

[يُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ]: وہ جو تمہیں عمل درآمد کرنے کے لیے کہا یا پڑھ کر سنایا جائے۔

[الشَّهۡرَ الۡحَرَامَ]: ایک پابندیوں والی معروف صورتِ حال؛ ایک حرمت والا مہینہ

[الۡهَدۡيَ] : عمومی: وہ قربانی جو جانور کی صورت میں حرم میں کی جاتی ہے۔ قرآن کی اس آیت: حتّٰی یبلغ الھدیُ محلہ: میں الھدی کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا واحد ھدیۃ اور ھدِیۃ ہے۔ کہا جاتا ہے: ما احسن ھدیتہ: اس کی سیرت کس قدر اچھی ہے۔ مزید معانی: تحفہ، نذرانہ، عطیہ، اسیر، قیدی، صاحبِ عزت، سیرت، طریقہ، بھیجنا، anything venerable or precious۔

[الۡقَلَائِدَ]: حفاظتی کنٹرول؛ احکامات کی تقلید؛ پیروی؛ نظم و ضبط؛ ایک چیف کی لوگوں کی طرف ذمہ داریاں؛ اقتدار یا حکومت کا کنٹرول

[آمِّينَ الۡبَيۡتَ الۡحَرَامَ]: قابلِ احترام مرکز کے سنبھالنے، قائم رکھنے والے

[حَلَلۡتُمۡ]: تم آزاد ہو جاو؛ پابندیوں سے فری ہو جاو؛ ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاو

[فَاصۡطَادُوا]؛ گرفت قائم کرو، غلبہ حاصل کرو؛ پکڑ لو؛ طاقت و اقتدار قائم کرو

[الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ]: قابلِ احترام اور واجب التعمیل احکامات

[اَن تَعتَدُوا]: کہ تم حد سے بڑھ جاو

[الْبِرِّوَالتَّقْوٰی]: اللہ کے احکامات کے تحت کشادِ قلب اور پرہیز گاری

[الْمَیْتَۃُ]: قوتِ عاقلہ کا زائل ہونا[راغب]؛ دانشمندی کی صلاحیت کا مر جانا؛

[الدَّمُ]: سرخ رنگ کرنے کا سامان؛ خون؛ خون بہانا؛ کسی مواد سے یا خون سے داغدار کر دینا؛ کوئی چیز یا شکل جس پر کوئی رنگ لگا دیا گیا ہو؛ کسی گھر کو مٹی یا کیچڑ سے لیپنا؛ ایک عورت جس نے اپنی آنکھ کے گرد زعفران سے پینٹ کر لیا ہو؛ ایک بہت ہی غیر شائستہ، غیر مہذب رویہ؛

[الْخِنزِیرِ]: مکار اور بد طینت انسان؛ خزر: کنکھیوں سے یا ٹیڑھی نیم بند آنکھوں سے دیکھنا؛ بند اور چھوٹی آنکھوں والا، بھینگی آنکھوں والا؛ چالاک ہونا؛

[لَحْمُ]: الحم خرقہ: لباس کا سوراخ پیوند لگا کر جوڑنا؛ شریک ہونا؛ بُننا، اکٹھے ہونا، قریب ہو کر اکٹھے ہونا؛ دھاگے جو آپس میں بُنے گئے ہوں؛ مرمت کر کے جوڑنا، ویلڈ کرنا، سولڈر کرنا، پیوند لگانا۔

[اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہِ]: وہ جس سے غیر اللہ کی آواز بلند ہو

[وَالْمُنْخَنِقَۃُ]: مخنوق: گلا گھونٹ دیا جائے؛ گلے سے پکڑ لیا جائے؛ غلبہ پالیا جائے؛ سانس بند کر کے مار دیا جائے

[وَالْمَوْقُوذَۃُ]: ضرب مار کر مردہ بنا دینا؛ چوٹ سے مارا ہوا۔

[وَالْمُتَرَدِّیَۃُ]: بلندی سے گرا ہوا؛ جہنم میں گرا ہوا؛ قعرِ تذلیل میں گرا ہوا۔

[وَالنَّطِیحَۃُ]: سینگ یا ٹکر مار کر مار ڈالنا؛ ایک بد نصیب اور بد قسمت آدمی۔

[وَمَا اَکَلَ السَّبُعُ]: وہ تمام اقدارِ ہستی اور اچھائیاں جنہیں وحشت و بربریت نے نگل لیا ہو۔

[مَاذَکَّیْتُمْ]: جو تم نے بچا کر نشوونما دے لیا ہو

[النُّصُبِ]: کوئی مقرر کردہ معیار، ہدف، حدود، ایک نشان، اشارہ جو راہ دکھائے؛ ایک پتھر نصب کر کے پوجا جائے۔ منصب، نصاب، عہدہ، ذریعہ، نسلی سلسلہ، ماخذ، اشرافیہ۔

[أَزْلَامِ]: زلم: غلطی کرنا؛ بغیر سوچے بولنا، قطع برید کرنا؛ ادھر اُدھر بے مقصد پھرنا؛ بھوک سے بدحال ہونا؛ کان کا حصہ کاٹنا؛ بے پر کا تیر۔

[فِسْقٌ]: کسی چیز میں برائی، بدعنوانی؛ حدود فراموشی؛ گناہ؛ جرم؛ غیر اخلاقی حرکت؛ بدکرداری؛ دائرہ کردار سے نکل جانا۔

[مَخْمَصَةٍ]: مشکل؛ مسئلہ؛ مجبوری

[غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ]: برائی کا میلان نہ ہونا۔

[الْجَوَارِحِ]: جرح: زخمی کرنا / ہونا؛ شکاری جانور؛ ہاتھ پاوں کو بھی جوارح کہا جاتا ہے کہ وہ شکار پکڑ کر لاتے ہیں یا کما کر لاتے ہیں، یا اچھا اور برا کرتے ہیں؛ کمانا؛ مالہ جارح: اس کا کوئی کمانے والا نہیں- بے کار کر دینا۔

[مُكَلِّبِينَ]: ہاتھ پاوں بندھا ہوا قیدی؛ سٹریپ سے بندھا ہوا آدمی؛ وہ جو کتے یا شکاری جانور کو تربیت دے۔ پاگل پن جو کتے میں انسانی گوشت کھانے سے آ جائے؛ پاگل پن سے عقل ماوف ہو جانا۔

[وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ]: جو تم ان سے سیکھتے یا پڑھتے ہو۔

[فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ]: وہ سب جان لو جو وہ تمہارے خلاف پکڑے ہوئے ہیں یا اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔

[طَعَامُ]: to take to education, سیکھنا، حاصل کرنا، ایک شخص میں مناسب و موزوں صلاحیتیں۔ طعم: to have power or ability to do it; طعم علیہ: to have power over him؛ to be vaccinated, inoculated

[الْمُؤْمِنَاتِ]: مخصوص مومن جماعتیں؛ مومن خواتین

[اَلْمُحْصَنَاتُ]: مسلمہ؛ آزاد عورت؛ پارسا عورت؛ ایک بڑا موتی؛ chaste, guarded, fortified, protected, in places difficult of access, approach. abstaining from what's not lawful or from that which induces suspicion or evil opinion. ایسی جماعتیں؛ ناقابلِ رسائی؛ قلعہ بند جماعتیں؛ باکردار؛ محفوظ

[مُحْصِنِينَ]۔ مذکورہ بالا قسم کے لوگ

[مُسَافِحِينَ]: خون کو بہادینے والے؛ سفح: پست ترین حصہ جو زمین پر ہو؛ پیر؛ پیروں میں۔ اس نے بہادیا؛ اس نے خون بہادیا؛ ناجائز جنسی عمل۔ سفاح [س کی زیر کے ساتھ]: بدکار۔ سفاح [س پر زبر کے ساتھ]: خون بہانے والا؛ قاتل؛ سفاک۔

[مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ]: خفیہ سرگوشیاں کرنے والا؛ سازشیں کرنے والا۔

[وُجُوهَكُمْ]: تمہاری سوچ کی سمت، توجہات، نظریات، چہرے

[أَيْدِيَكُمْ]: تمہارے وسائل وذرائع، طاقت، ہاتھ

[فَاغْسِلُوا]: پاک صاف کرو، دھوڈالو،

[الْمَرَافِقِ]: کہنیاں؛ رفاقت واعانت کا ذریعہ؛ باہم جڑے ہوئے ہونا

[امْسَحُوا]: زمیں پر سفر شروع کرنا؛ جائزہ لینا؛ زمین کا جائزہ لینا؛ احاطہ کرنا؛ پیمائش کرنا؛ سروے کنندہ؛ مسیح: جو زیادہ سفر کرے؛ تیل لگایا ہوا، صاف کیا ہوا، پوچھنا ایسی چیز کو جو گیلی اور گندی ہو۔

[إِلَى الْكَعْبَيْنِ]۔ شرف مجد کے پیمانے تک

[جُنُبًا]: پہلو، سمت، گوشہ، پرایا، غیر، بے تعلق،، دور کا، اجنبی،

[اطَّهَّرُوا]: پاک وصاف کرو

[مَّرۡضَىٰٓ]: مریض۔ کمزوری میں، بیماری میں، روگ میں، نقص، تقصیر، کوتاہی میں ہونا۔ وہ جس کے قلب میں دین وایمان میں نقص یا شبہ ہو[الراغب]

[عَلَىٰ سَفَرٍ]: سفر: زمین کا سفر، علم و عرفان کے حصول کا سفر، دریافت اور ترقی کے آسمان پر چمکنا/ جگمگانا/ واضح ہونا/ جلوہ گر ہونا/ نتیجہ نکالنا۔ گھر میں جھاڑو دینا اور کوڑا کرکٹ صاف کرنا۔

اسفار: وہ کتب جو حقائق بیان کرتی ہیں

To unveil, uncover, to shine, glow, to yield, achieve, bring

to end result, to rise

[مِّنَ الۡغَآئِطِ]، پست علمی و ذہنی درجے سے آنیوالا

[لَـٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ]: تمہیں کسی کمزوری نے پکڑ لیا ہو، چھو لیا ہو۔

[لَمۡ تَجِدُوا مَآءً]: ماء استعاراتی معنوں میں اکثر وحی الٰہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔

[تَيَمَّمُوا]: مقصد، مطلوب، ارادہ، متعین کرنا

[صَعِيدًا طَيِّبًا]۔ بلند اور پاک

[الۡبَيۡتِ الۡعَتِيقِ]۔ وہ مرکز یا ادارہ جو سب پر فوقیت رکھتا ہو؛ محفوظ ہو، محترم، مکرم، متقدم ہو؛

[مَنسَكًا]: پاکیزگی ذات کے اصول و قواعد

[لِّيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللَّهِ]—صفاتِ الٰہی کی یاد دہانی

[بَهِيمَةِ الۡأَنۡعَامِ]: جانوروں / مویشیوں کی غیر واضح، مبہم، غیر یقینی روش

[مَارَزَقۡنَـٰهُم]۔ وہ عطیہ جو جاری ہو خواہ دنیوی ہو یا اخروی؛ رزق بمعنیٰ نصیبہ بھی آجاتا ہے۔

intellectual education which is for the hearts and minds, such

as several sorts of knowledge and science; to bestow material or

spiritual possession; anything granted to ne from which he derives benefit.

[وَالْبُدْنَ] :زرہ،زرہ بکتر، تنومند آدمی، لحیم شحیم

[صَوَافَّ]: دینی خدمت یا کاموں کے لیے وقف کرنا؛ اسطرح کرنے کے لیے خود کو نمایاں کرنا؛ خشک کر دینا؛روک دینا، موڑ دینا؛اون کا تاجر

[جُنُوبُهَا]: اس کا پہلو؛اس نے اپنی سائڈ یا پہلو توڑ لیا؛ نقصان پہنچایا؛ نیز،،،اس کا ساتھ دینا؛سفر میں ساتھ دینا؛ ان کا حق؛ ان کا اُتر آنا، سیٹل ہو جانا؛ باسداری/اتباع کرنا؛ their partner, neighbor;،اجتناب

[وَجَبَتْ]:ضروری ہو جانا،ناگزیر،لازمی ہو جانا؛زمین پر گر جانا؛

[فَكُلُوا]:حاصل کرو،فائدہ اٹھاو،کھاو

[دِمَاؤُهَا]:ان کا خون بہانا

[مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ]:ہر دور دراز مقام سے

[رِجَالًا]:بہادری،دلیری سے،مردانہ وار؛پیدال،پاپیادہ

[وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ]:ہر ایک کے ضمیر کی آواز پر

[فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ]:ایک معین دورانیہ/عرصہ

[عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم]:جو کچھ انہیں عطیہ/علم/اسباب دیے گئے تھے اس کے خلاف

[تَفَثَهُمْ]:ذہنی الائشوں سے پاکیزگی

[لْيَقْضُوا]:تاکہ وہ پورا کریں/مکمل کریں/فیصلہ کریں

[وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ]:اپنے عہد کو/وعدوں کو پورا کرنا

[وَلْيَطَّوَّفُوا]:نگہبانی/حفاظت کرنا

[حُرُمٰاتِ اللّٰہِ]: اللہ کی محترم یا حرام قرار دی ہوئی چیزیں

[الْاَنْعَامُ]: مال مویشی؛ اللہ کے انعامات

[الْاَوْثَانِ]: وثن: ایک مرکزِ نگاہ ہونا، پوجا / عبادت کا مرکز ہونا؛ مستقل مزاج؛ مضبوطی سے قائم؛ ادبی صلاحیت کا ہونا۔

189: البقرۃ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾

"وہ تم سے دین اللہ سے متعلق اصولوں کی بلند آواز میں کھلے عام تبلیغ [الْاَھِلَّۃِ] کی حکمت کے بارے میں سوال کریں گے۔ انہیں بتادو کہ وہ وقت آگیا ہے جب کھلے اعلانات کے ذریعے انسانوں کے روحانی ارتقاء کیلیے ان کو اکٹھا کیا جائے [مَوَاقِیتُ للناس] اور دلائل و حجت کے ذریعے ابدی سچائی کے یقین تک پہنچا جائے [الحج]۔ اس لیے اطاعت و احسان کا عملی ثبوت یہ نہیں کہ تم ان تعلیمات کو معاشرے کے اشراف یا اعلیٰ خاندانوں [الْبُیُوتَ] تک چور دروازوں سے [ظُھُورِھَا] یعنی خاموش اور خفیہ انداز میں لے کر جاءو۔ بلکہ اطاعت و احسان کا عملی راستہ تو اس کا ہے جس نے پرہیز گاری سے کام لے کر اپنے نفس کو مضبوط رکھا۔ پس اپنی اشرافیہ میں دلیری کے ساتھ اپنا

پیغام سامنے کے دروازوں کے ذریعے یعنی کھلے اعلان کے ذریعے لے جاءو۔ بلند درجات تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے کہ اللہ کی راہنمائی کو ذہن میں رکھو تاکہ تم کامیابیاں حاصل کر سکو۔"

البقرة:196-200/2

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾

"نیز اللہ تعالیٰ کی منشاء پوری کرنے کے لیے[لِلَّـهِ] اُسکے عطا کردہ نظریہ حیات کے بارے میں اپنی بحث و دلائل مکمل کرلو[وَ أَتِمُّوا الْحَجَّ] اور پھر اس کی ترویج و ترقی کے لیے زندگی گزارو[الْعُمْرَةَ]۔ لیکن اگر ایسا ہو کہ ناساز گار حالات کے حصار میں قید ہو جاو اور یہ فریضہ ادھورا رہ جائے تو پھر سیرت و کردار کے جو بھی محترم اور قیمتی اصول[الْهَدْيِ] میسر ہوں ان پر عمل پیرا رہو۔ اور ان حالات میں اپنے سرکردہ لوگوں کا گھیرا و بھی نہ کرو جب تک کہ راہنمائی کے قیمتی اصول و قواعد پھیل نہ جائیں[يَبْلُغَ] اور مضبوطی سے اپنی جگہ نہ بنالیں[مَحِلَّهُ]۔ اس کے باوجود اگر تم میں سے کوئی ابھی اپنے ایمان و یقین کے معاملے میں کسی کمزوری یا شبہ میں مبتلا ہو، یا اپنے سربراہ کی طرف سے

کسی تکلیف یا سزا کا مستوجب ہوا ہو تو وہ اس کی تلافی [فَفِدۡيَةٌ] اس طرح کرے کہ پرہیز کی تربیت حاصل [صِيَامٍ] کرے، یا اپنے برحق موقف کو ثابت کر دکھائے [صَدَقَةٍ]، یا اپنی ذات کی پاکیزگی کا عمل [نُسُكٍ] سرانجام دے۔ جب تم امن و سکون کی صورتِ حال میں واپس آ جاو، تو پھر جس نے حق کی پیروی اور ترقی میں زندگی گزاری اور دلائل و حجت تک کے عمل سے فائدہ اٹھالیا ہو تو اس کو جو بھی راہنمائی کے قیمتی اصول میسر آ گئے ہوں وہ ان پر کاربند رہے۔ اور جس کو یہ سب حاصل نہ ہوا ہو تو وہ حجت کے عمل کے ضمن میں تین ادوار کی پرہیز گاری کی تربیت حاصل کرے۔ اگر تم اس مشن سے رجوع کر چکے ہو یعنی اس فریضے کو ترک کر چکے ہو تو پھر از سرِ نو متعدد بار [سَبۡعَةٍ] کی پرہیزی تربیت ضروری ہو گی۔ معاشرے کے ارتقائی مرحلے کی تکمیل [عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ] کا یہ ہی طریقہ ہے۔ یاد رہے کہ یہ تمام طریق کار اُن مخصوص افراد کے لیے تجویز کیا گیا ہے جن کی اہلیت یا استعداد ابھی واجب التعمیل احکامات الٰہی کو تسلیم کرنے [الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ] یا ان کی مکمل اطاعت پر کاربند رہنے [حَاضِرِي] کے لیے کافی نہیں ہے۔ البتہ تم سب اجتماعی طور پر اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرتے رہو اور یہ جان لو کہ اللہ کی گرفت شدید ہوتی ہے۔"

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 4

مساجد اللہ

سورۃ البقرۃ– آیت ۲/ ۱۱۴

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیشِ نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات[themes]پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تئیں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریباً ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے ۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تا کہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آرہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی

ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١٤﴾

اور کون ان لوگوں سے زیادہ ناحق پر ہو گا جنہوں نے یہ رکاوٹ ڈالی اور ممنوع قرار دیا کہ اللہ کی اطاعت کے مراکز [مَسَاجِدَ اللَّهِ] میں اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ [اسْمُهُ] کو پیشِ نظر رکھا جائے اور ان سے سبق و نصیحت لی جائے [يُذْكَرَ]؛ بلکہ انہوں نے تو اللہ کے احکامات کا حلیہ بگاڑنے کی کوششیں کیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو یہ حق ہی نہیں کہ وہ ان مراکز میں داخل ہوں سوائے اس کے کہ خوفزدہ اور عاجزی کی حالت میں آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی

زندگیاں اس دنیا میں بھی خزاں رسیدہ رہینگی اور آخرت میں بھی ان کے حصے میں ایک عظیم سزا ہوگی۔

مساجد: سجدہ؛ اطاعت میں مکمل سپردگی۔ مساجد: وہ مراکز جہاں اطاعتِ الٰہی کی کامل تنفیذ کے انتظامات کیے جاتے ہیں۔

اسم: سمو: بلند، رفیع الشان، عالی صفات، نمایاں اور ارفع مقام؛ اسم: وہ نشان یا وصف جس سے بلندی اور شان ظاہر ہوتی ہے۔ sign or attribute for distinction.

ذکر: یاددہانی، پیشِ نظر رکھنا، نصیحت، نصیحت لینا، یاد رکھنا، شرف و مجد۔

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 5

مکہ پر ابرہہ یمنی کا حملہ –ہاتھیوں کی یلغار

سورہ الفیل

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیش نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات [themes] پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تئیں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریبا ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے ۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آ رہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے

ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

چند قریبی اعزہ کی خواہش پر یہ ترجمہ بھی عمومی مشاورت اور اتفاق رائے کی خاطر پیشِ خدمت ہے۔ قرآنِ حکیم کی حکمت عالیہ کو جدید سائنسی علوم کی روشنی میں حیطہِ ادراک میں لانا جدید زمانے کا تقاضہ ہے۔ نوٹ فرمایئے کہ ترجمے میں سازشی بنیاد پر ڈالے گئے دیومالائی عنصر کی کارفرمائی ختم کرتے ہی یہ ترجمہ عقل و منطق و زمینی حقائق کی کسوٹی پر اس طرح پورا اترتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا منطقی عالم یا سائنس دان بھی اسکا نہ مذاق اڑا سکتا ہے نہ اسکی وثاقت سے انکار کی کوئی سبیل کر سکتا ہے۔

اس عاجز کی منشاء صرف یہ ہے کہ اللہ کے کلام کی غیر ملاوٹ شدہ اور منزہ شکل کو آلودہ تراجم کی خرافات کے ڈھیر سے اس طریق سے برآمد کر لیا جائے کہ اس کی سچائی جگمگ کرتی سامنے آجائے اور دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جائے۔ نیز اس میں سے ملاوٹ شدہ معجزاتی اور فوق الفطری جزئیات کی مکمل طور پر تطہیر کر دی جائے۔

ایسا تبھی ممکن ہوا ہے کہ قرآن کے بلند و بالا ادبی اسلوب اور استعاراتی و محاوراتی اصطلاحات کو پوری توجہ سے زیر تحقیق لایا گیا ہے تاکہ لفظی ترجمہ کرنے کی فاش غلطی سے جو فتنے اب تک اٹھ

چکے ہیں اس کا سد باب ہو جائے۔ لگ بھگ ایک درجن مستند لغات کی مدد سے اخذ کردہ الفاظ کے معانی متن کے اواخر میں دے دیے گئے ہیں تاکہ اطمینانِ قلب حاصل رہے اور یہ نہ باور کیا جائے کہ ترجمہ ذاتی اغراض کو مد نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

تو آیئے رب العزت کے پاک نام سے ابتدا کرتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ﴿١﴾ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ﴿٢﴾ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ﴿٣﴾ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ﴿٤﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ﴿٥﴾

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ ﴿١﴾

کیا آپ نے دیکھ نہیں لیا کہ آپ کے نشوونما دینے والے نے ڈینگیں مارنے والے خطاکار کم عقلوں [أَصْحَابِ الْفِيلِ] کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔

أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ﴿٢﴾

کیا تمہارے رب نے ان لوگوں کے تمام حربوں [كَيْدَهُمْ] کو خس و خاشاک میں نہیں ملا دیا۔

وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ﴿٣﴾

اس طرح کہ ان کے مقابلے میں سیماب صفت، جھپٹ کر حملے کرنے والوں کی ایسی جماعتیں [طَيْرًا أَبَابِيلَ] بھیج دیں،

تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ﴿٤﴾

جوانہیں صحیفے [سِجِّيلٍ] میں سے حاصل کردہ عقل ودانش کے دلائل [بِحِجَارَةٍ] کی بوچھاڑ مارتے تھے [تَرْمِيهِم]۔

فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ﴿٥﴾

بالآخر اس انداز میں پیش قدمی کے ذریعے تمہارے رب نے انہیں چبائے ہوئے بھوسے کی مانند کچل کر رکھ دیا۔

بریکٹوں میں دیے ہوئے الفاظ کے مستند معانی:-

[الْفِيلِ]: فال: غلطی پر ہونا؛ غلط اور کمزور رائے یا فیصلہ کرنا؛ غلط کار؛ خود کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا۔ اسی سے قبل از اسلام زمانے میں "فیل" یعنی ہاتھی بھی مشتق کیا جاتا ہے جو کہ دراصل فارسی یا آرامی زبانوں سے عربی میں لایا گیا تھا۔ to be weak-minded, to rebuke, lack of wisdom, give bad counsel, to magnify & aggrandize oneself.

[كَيْدَهُمْ]: ان کی تدبیریں؛ چالیں

[طَيْرًا]: پرواز کرنے والے؛ سیماب صفت، جھپٹ کر حملہ کرنے والے، تار تار کر دینے والے، تتر بتر کرنے والے، صفوں کو درہم برہم کرنے والے؛ منتشر کرنے والے، پھیل جانے، چھا جانے والے، الطائر: دماغ۔

[أَبَابِيلَ]: گروہ، جماعتیں، جھنڈ، غول

[سِجِّيلٍ]: سجل: بڑی بڑی پانی سے بھری بالٹیاں؛ پکی ہوئی مٹی کے بنے پتھر؛ قانونی ریکارڈ؛ فیصلوں کی دستاویز؛ رجسٹر؛ صحیفہ؛ جو کچھ ان کیلیئے لکھ دیا گیا/فیصلہ کر دیا گیا۔ A Scroll of writing/decrees/ to decide judiciously.

[بِحِجَارَةٍ] : حجر: کسی چیز سے روکنا، رکاوٹ ڈالنا، پرہیز و اجتناب، پابند کر دینا، مصروف کر دینا، ممنوع کر دینا، عقل و دانش، فہم و سمجھ، دماغی صلاحیتیں، فہم و ادراک کی قوت؛
پتھروں سے احاطہ کرنے سے لیکر عقلِ انسانی کو بھی "حجر" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی انسان کو نفسانی بے اعتدالیوں سے روکتی ہے [مفردات راغب]۔ "ھل فی ذلک قسم الذی حجر": کیا یہ چیزیں عقلمندوں کے لیے قسم کھانے کے لائق ہیں [مفردات راغب]۔
[تَرْمِيهِم]: ترمی؛ رمی؛ پھینک کر مارنا؛ بوچھاڑ کرنا؛ برسانا۔

اور اب رواں ترجمہ:

کیا آپ نے دیکھ نہیں لیا کہ آپ کے نشوونما دینے والے نے ڈینگیں مارنے والے خطاکار کم عقلوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ کیا تمہارے رب نے ان کے تمام حربوں کو خس و خاشاک میں نہیں ملا دیا ۔

اس طرح کہ ان کے مقابلے میں سیماب صفت، جھپٹ کر حملے کرنے والوں کی ایسی جماعتیں بھیج دیں،
جو انہیں صحیفے سے حاصل کردہ عقل و دانش کے دلائل کی بوچھاڑ مارتے تھے۔ بالآخر اس انداز میں پیش قدمی کے ذریعے تمہارے رب نے انہیں چبائے ہوئے بھوسے کی مانند کچل کر رکھ دیا۔

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 6

سورۃ عبس

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے ، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسے کی اس عاجز نے ، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیش نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات[themes] پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تیئں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریبا ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے ۔کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آرہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

سورۃِ زیرِ نظر کا ترجمہ قریبی اصحاب کے اصرار پر ایک نشانِ راہ کے انداز میں صاحبانِ علم کے غور و خوض کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ قرآنِ عظیم کے بلند و بالا ادبی و علمی اسلوب کو مد نظر رکھا گیا ہے اور عبارت کے باہم گہرے ربط و ضبط کو واضح کرنے کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

اس سورت میں عمومی طور پر مخاطب کے طور پر حضور رسالتمآب [ص] کو مخصوص کر لیا جاتا ہے جس سے آپ کی ذاتِ گرامی اور سیرتِ عالیہ پر حرف آ جاتا ہے۔ پھر مختلف تاویلیں کر کے رسولِ پاک پروار داس نام نہاد سرزنش کے اثرات کو کم کرنے کی بے سُود کوشش کی جاتی ہے۔

واضح رہے کہ یہاں متکلم نے واحد مذکر غائب اور مذکر مخاطب کی ضمیریں استعمال کی ہیں جنہیں کسی بھی خاص شخصیت کی جانب اس لیے منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ پوری سورت میں کہیں بھی ان ضمائر کا مرجع سامنے نہیں لایا گیا۔ فلہذا یہ خطابِ عمومی ہے جو تمام اہلِ علم کے لیے ہے، وہ اہلِ علم جن کا رویہ ایسا ہو کہ کسی مکمل طور پر لاعلم انسان کی تربیت کو صرف اس لیے نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ جاہلِ مطلق کی صنف میں آتا ہو۔ اور کسی ایسے پر پوری توجہ دی جائے جو خود کو افلاطون سمجھتا ہو اور جسے اس تربیت کی کوئی خاص پرواہ بھی نہ ہو۔ یہ زور دیا گیا ہے کہ قرآنِ حکیم [الذِّکریٰ] کا پیغام ہر انسان تک پہنچانا ضروری ہے خواہ اس کے علم کی سطح پست ہو یا بلند۔ اور اس

معاملے میں اکراہ اور گریز کا مطلب یہ ہو گا کہ انسان اپنے تمام تر علم کے باوجود اپنی تخلیق کے طریقِ کار اور مقصد سے پوری طرح آشنا نہیں ہے۔

آیئے اللہ کے پاک نام کے ساتھ شروع کرتے ہیں۔

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١﴾ أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ﴿٢﴾ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ﴿٣﴾ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٤﴾ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ﴿٥﴾ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ﴿٦﴾ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ﴿٨﴾ وَهُوَ يَخْشَىٰ ﴿٩﴾ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ﴿١٠﴾ كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿١٢﴾ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ﴿١٧﴾ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ﴿١٨﴾ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴿٢١﴾ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ

﴿٣٩﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾
أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١﴾ أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ﴿٢﴾

کسی کے پاس کوئی علم سے محروم انسان [الْاَعْمٰی] آجائے تو کیا یہ مناسب ہوگا کہ وہ ناگواری محسوس کرے اور اسے تعلیم دینے سے گریز کی راہ اختیار کرے؟

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ﴿٣﴾ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٤﴾

یہ کیسے تمہارے حیطۂِ ادراک میں لایا جائے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ شخص ذہنی طور پر نشوونما پانے کی صلاحیت سے مالا مال ہو [لَعَلَّهُ يَزَّكَّى]۔ یا وہ اتنی توجہ سے سیکھے کہ یہ اللہ کی نصیحت وراہنمائی [الذِّكْرَىٰ] اس کی ذات کے لیے منفعت بخش ہو جائے [فَتَنفَعَهُ]۔

أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ﴿٥﴾ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ﴿٦﴾

دوسری طرف وہ جو علم سے بے نیازی برتے اور تم اس پر توجہ دیتے رہو۔

وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ ﴿٧﴾

اور وہ پھر بھی ذہنی نشوونما نہ پا سکے تو پھر تم پر اس کی جوابداری کی کیا صورت رہیگی؟

وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ ﴿٨﴾ وَهُوَ يَخْشَىٰ ﴿٩﴾ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ ﴿١٠﴾

اس لیے، وہ جو خود تم تک پہنچا ہو اور جدوجہد بھی کرتا ہو۔ نیز وہ خوفِ خدا بھی رکھتا ہو، تو کیا تم لوگ ایسے انسان کو سکھانے کی ذمہ داری سے جی چراوگے؟

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿١٢﴾

ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ قرآن تو ایک عمومی ہدایت اور راہنمائی ہے اور ہر وہ انسان اسے یاد کرنے اور اس سے نصیحت لینے کا حق رکھتا ہے جو اپنی منشاء سے ایسا کرنا چاہے۔

فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾

یہ ایسے صحیفے میں درج ہے جو واجب الاحترام ہے، بلند مرتبہ ہے اور پاکیزہ ہے۔

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾

اور ایسے ہاتھوں سے لکھا گیا ہے جو نیک، معزز اور ماہر خوشنویسوں کے ہاتھ ہیں۔

قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ﴿١٧﴾

حقیقت تو دراصل یہ ہے کہ انسان کا اللہ کے تخلیقی طریقِ کار و راہنمائی سے انکار اسے روحانی طور پر مار دیتا ہے۔

مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ﴿١٨﴾ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ﴿١٩﴾

وہ یہ جان لے اور یاد رکھے کہ اس کی تخلیق کس چیز سے کی گئی ہے۔ ایک قطرے سے اسے تخلیق کیا گیا پھر اس کی اس زندگی کے لیے قواعد و قوانین منضبط کر دیے گئے۔

ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴿٢١﴾ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ﴿٢٢﴾

پھر اس کا مخصوص راستہ اس کے لیے مہیا اور آسان کیا گیا۔ پھر گردشِ وقت کے ذریعے اسے انجام تک پہنچایا گیا اور اس کے جسدِ خاکی کو گڑھے میں دفن کیا گیا۔ اور پھر قانونِ مشیت کے مطابق اسکی ذاتِ حقیقی کو حیاتِ نو عطا کرنے [أَنشَرَهُ] کا طریقِ کار تشکیل دیا گیا۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ﴿٢٣﴾

اس لیے ابھی ایسا ہرگز نہ سوچو کہ اس کے لیے جو منزلِ مقصود متعین کی گئی ہے [أَمَرَهُ] وہ اس نے حاصل کر لی ہے [يَقْضِ]۔

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾

اس منزل تک پہنچنے کے لیے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے حصولِ علم کی طرف توجہ دے۔ اور غور کرے کہ

أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَا

وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾

فی الحقیقت ہم نے کس کمال کے ساتھ تخلیق کے نباتاتی مرحلے میں وافر مقدار میں پانی فراہم کیا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس میں سے اناج پیدا کرنے کے اسباب کیے۔ اور انگور اور سبزیاں، اور زیتون اور کھجور کے درخت، اور بھرپور باغات، اور دیگر متنوع اقسام کے پھل اور گھاس پھوس تخلیق کیے، تاکہ تمہارے اور تمہارے پالتو جانوروں کے لیے سامانِ زیست بنیں۔

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾

پس اس طبیعی زندگی کے بعد پھر وہ آخرت کا مرحلہ آئے گا جب وہ کان پھاڑ دینے والا دھماکہ وقوع پذیر ہوگا۔ یہ وہ آخری دور ہوگا جب انسان اپنے بھائی سے دُور بھاگے گا، اور اپنے ماں اور باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ ان سب میں سے ہر انسان اُس مرحلے میں صرف اپنے اعمال کے نتائج ہی کی فکر میں مستغرق ہوگا۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے، مسکراتے اور خوش باش ہوں گے۔ کچھ اور چہرے اس دن غبار آلودہ ہوں گے۔ ان پر تاریکیاں مسلط ہوں گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے ہدایتِ خداوندی سے انکار اور انتشار کی روش اپنائی ہوگی۔

اور اب رواں ترجمہ:-

کسی کے پاس کوئی علم سے محروم انسان آ جائے تو کیا یہ مناسب ہو گا کہ وہ ناگواری محسوس کرے اور اسے تعلیم دینے سے گریز کی راہ اختیار کرے؟

یہ کیسے تمہارے حیطہِ ادراک میں لایا جائے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ شخص ذہنی طور پر نشو و نما پانے کی صلاحیت سے مالا مال ہو۔ یا وہ اتنی توجہ سے سیکھے کہ یہ اللہ کی نصیحت و راہنمائی اس کی ذات کے لیے منفعت بخش ہو جائے۔

دوسری طرف وہ جو علم سے بے نیازی برتے اور تم اس پر توجہ دیتے رہو۔

اور وہ پھر بھی ذہنی نشو و نما نہ پا سکے تو پھر تم پر اس کی جواب داری کی کیا صورت رہیگی؟

اس لیے وہ جو خود تم تک پہنچا ہو اور جدوجہد بھی کرتا ہو۔ نیز وہ خوفِ خدا بھی رکھتا ہو، تو کیا تم لوگ ایسے انسان کو سکھانے کی ذمہ داری سے جی چراؤ گے؟

ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ قرآن تو ایک عمومی ہدایت اور راہنمائی ہے اور ہر وہ انسان اسے یاد کرنے اور اس سے نصیحت لینے کا حق رکھتا ہے جو اپنی منشاء سے ایسا کرنا چاہے۔

یہ ایسے صحیفے میں درج ہے جو واجب الاحترام ہے، بلند مرتبہ ہے اور پاکیزہ ہے۔

اور ایسے ہاتھوں سے لکھا گیا ہے جو نیک، معزز اور ماہر خوشنویسوں کے ہاتھ ہیں۔

حقیقت تو دراصل یہ ہے کہ انسان کا اللہ کے تخلیقی طریقِ کار و راہنمائی سے انکار اسے روحانی طور پر مار دیتا ہے۔

وہ یہ جان لے اور یاد رکھے کہ اس کی تخلیق کس چیز سے کی گئی ہے۔ ایک قطرے سے اسے تخلیق کیا گیا پھر اس کی اس زندگی کے لیے قواعد و قوانین منضبط کر دیے گئے۔

پھر اس کا مخصوص راستہ اس کے لیے مہیا اور آسان کیا گیا۔ پھر گردشِ وقت کے ذریعے اسے انجام تک پہنچایا گیا اور اس کے جسدِ خاکی کی تدفین کا انتظام کیا گیا۔ اور پھر قانونِ مشیت کے مطابق

اسکی ذاتِ حقیقی کو حیاتِ نو عطا کرنے کا طریقِ کار تشکیل دیا گیا۔

اس لیے ابھی ایسا ہر گز نہ سوچو کہ اس کے لیے جو منزلِ مقصود متعین کی گئی ہے وہ اس نے حاصل کر لی ہے۔

اس منزل تک پہنچنے کے لیے انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے حصولِ علم کی طرف توجہ دے۔ اور غور کرے کہ

فی حقیقت ہم نے کس کمال کے ساتھ تخلیق کے نباتاتی مرحلے میں وافر مقدار میں پانی فراہم کیا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس میں سے اناج پیدا کرنے کے اسباب کیے۔ اور انگور اور سبزیاں، اور زیتون اور کھجور کے درخت، اور بھرپور باغات، اور دیگر متنوع اقسام کے پھل اور گھاس پھوس تخلیق کیے، تاکہ تمہارے اور تمہارے پالتو جانوروں کے لیے سامانِ زیست بنیں۔

پس اس طبیعی زندگی کے بعد پھر وہ آخرت کا مرحلہ آئے گا جب وہ کان پھاڑ دینے والا دھماکہ وقوع پذیر ہو گا۔ یہ وہ آخری دور ہو گا جب انسان اپنے بھائی سے دُور بھاگے گا، اور اپنے ماں اور باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ یہ سب لوگ ُاس مرحلے میں صرف اپنے اعمال کے نتائج ہی کی فکر میں مستغرق ہونگے۔

اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے، مسکراتے اور خوش باش ہوں گے۔ کچھ اور چہرے اس دن غبار آلودہ ہوں گے۔ ان پر تاریکیاں مسلط ہوں گی۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے ہدایتِ خداوندی سے انکار اور انتشار کی روش اپنائی ہو گی۔

* * * * *

موت، بعث، حیاتِ نو اور شعور

سوال: کیا درجِ ذیل آیات سے عالمِ برزخ اور عذابِ قبر اور شعور کے تصور کا رد نہیں ہو جاتا؟ یہ آیات ہیں: ۲/۱۵۴، ۱۶/۲۰-۲۱، ۳/۱۶۹، ۲۲/۵۸، اور ۲۳/۱۲-۱۶۔

جواب:

آپ کے تین [۳] سوالات ہیں۔ شعور کے تصور کا رد، عذابِ قبر کا رد اور عالمِ برزخ کا رد؟

شعور کے رد کا تصور تو مذکورہ آیات میں کہیں سے بھی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ان آیات میں ہر جگہ جس حیاتِ نو کی بشارت دی گئی ہے وہ شعوری حیات ہی ہے۔ کیونکہ جسمانی موت تو اٹل ہے اور جسمانی زندگی دوبارہ نہیں لوٹ سکتی۔ فطرت کے طریق کار اور طرزِ عمل میں کبھی کوئی ریورس گیئر نہیں لگتا بلکہ صرف آگے ہی آگے کا، اور بلند تر مرحلوں کے حصول کا سفر درپیش ہے۔ تخلیق کے تمام تر عمل کے پیچھے یہی مقصد کارفرما ہے۔ قرآن میں اسے "صراطِ مستقیم" اسی لیے کہا گیا ہے۔ اگلا بلند تر اور شاید آخری اور انتہائی مرحلہ خالص شعوری حیات کا مرحلہ ہے جسے قرآن میں بجا طور پر "حیاتِ آخرت" کا نام دیا گیا ہے۔ اور جس کے لیے موجودہ جسمانی زندگی کے سفر میں تیاری جاری رہتی ہے جس کی بڑی واضح اور ناقابلِ تردید نشانیاں ہمارے سامنے موجود رہتی ہیں۔ نہ جانے آپ کے ذہن میں شعور کے رد کا خیال بھی کیسے آیا۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک مسلسل تخلیق کے عمل میں جو کچھ بھی نشوونما پا کر ہمارے سامنے آیا ہے وہ شعور ہی تو ہے جس کی سطح اور اقدار ہر مرحلۂ تخلیق کے ساتھ بلند سے بلند تر ہوتی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ انسانی مرحلۂ تخلیق

میں یہ شعوری سطح اب تک کی افضل ترین سطح تک پہنچ گئی، یعنی شعورِ ذات کی خود آگاہ سطح تک، وہ سطح جو آج تک تخلیق کے کسی بھی سابقہ مرحلے میں کسی بھی مخلوق کو ودیعت نہیں ہوئی۔ یعنی تخلیق کے ہر مرحلے میں شعور اپنی کمتر سطح یا اقدار سے بتدریج بلند تر ہوتا بالآخر انسانی ذات میں خود آگہی کے بلند ترین مرحلے تک آ پہنچا۔ اور خود آگہی دراصل اپنے تخلیق کار، یا اپنے خالق کے وجود سے آگہی کا درجہ ہوتا ہے۔

جو لوگ بھی صوفیاء کی زندگیوں کے حالات کا علم رکھتے ہیں وہ بھی یہ نکتہ جانتے ہیں کہ ہر صوفی خالق کی تلاش میں اپنی ذات ہی کے نہاں خانوں کی گہرائیوں میں ڈوب ڈوب کر ابھرتا ہے کیونکہ وہ یہ جان جاتا ہے کہ خالق کی صفات ہی مخلوق کا بڑا ورثہ ہوتا ہے اور پیدائش ہی سے اس کی ذات کے اندرون میں ودیعت کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر خالق، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اپنی تخلیق میں خود اپنی صفات و ممکنات ہی کو ظاہر یا بیان کرنا چاہتا ہے۔

یہاں رد البتہ عذابِ قبر کے تصور کا ضرور ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کے طول و عرض میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے۔ جسمانی موت، تدفین، پھر شعوری لافانی ذات کی، جسمانی نظام سے مبرا حیاتِ نو، یعنی حیاتِ آخرت۔ اسے ہی عرفِ عام میں روحانی زندگی کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ اس پورے نظام یا عمل درآمد میں قبر میں کسی بھی قسم کی کارروائی خارج از امکان ہے کیونکہ انسانی اجسام مرنے کے بعد ٹھکانے لگانے کے لیے قبر کے علاوہ بھی دیگر کئی طریقوں سے فطرت کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔

رہ گیا برزخ، تو یہ عمومی فہم کے مطابق اُس وقفے کو کہا جاتا ہے جو جسمانی موت اور شعوری حیات کے از سرِ نو، ایک آئندہ اور بلند تر مرحلے میں، جاگ جانے کے درمیان ہوتا ہے۔ اس عالمِ برزخ سے متعلق کوئی نہیں جانتا کہ اس کا وقفہ کتنا ہوگا۔ اور اس وقفے میں انسانی شعور کہاں تنویم کے عمل سے گذرے گا۔ صرف قیاس آرائیاں ہی کی جاتیہیں۔ اس ضمن میں اسپِ خیال کی برق

رفتار پرواز بھی آپ کو کوئی تشفی بخش جواب نہ دے پائے گی، بلکہ اس کی گہرائیوں میں اُترنے کی کوشش سے کئی ثقیل سوالات ذہن میں پیدا ہو جائیں گے جن کے جواب میں آپ صرف اندازے لگا سکیں گے۔ بات تخلیق کے اُسی طریقِ کار تک پہنچے گی جہاں انسان اپنے مشاہدے اور علم کی مدد سے پہنچ چکا ہے کہ،،،،،،،، تخلیق کی ایک پست تر سطح پر موجود ہوتے ہوئے،،،،،، کوئی بھی مخلوق خود سے برتر مرحلے کی تخلیق کی نوعیت اور اس کے بارے میں کیفیات کا علم حاصل کرنے کی استعداد نہیں رکھتی۔ یعنی اس کی شعوری اقدار اگلے ترقی یافتہ مرحلے کے بلند تر شعور تک پہنچ ہی نہیں پاتیں۔ یہ بات قطعی قرین عقل اس لیے بھی ہے کہ ہماری عام زندگی میں بھی کوئی اسکول کا طالب علم، کالج کے علم کی سطح تک، یا کالج کا طالب علم، یونیورسٹی میں پڑھائے جانے والے علم کے بارے میں نہیں جان سکتا۔ بالکل ایسے ہی جیسے حیوانات تخلیق کے کم تر درجے میں، کم تر شعوری اقدار کے ساتھ رہتے ہوئے، انسان کے برتر درجے کی کیفیات و حالات کے بارے میں علم حاصل نہیں کر سکتے۔

اب آیئے آپ کی حوالہ زد آیات کا مبسوط ترجمہ کرنے کی کوشش کر لیتے ہیں، شاید کہ سوالات حل ہو جائیں اور ذہن کی گرہیں خود بخود کھل جائیں۔ بر سبیلِ تذکرہ، آپ کے ان حوالہ جات سے جو چیز کھل کر اپنا اثبات کر رہی ہے وہ ایک حتمی آنیوالے برتر درجہِ حیات کا وجود ہے، یعنی حیاتِ آخرت کا وجود۔

آیات:۲/۱۵۴-۱۵۵

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَ

الثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ: جو لوگ بھی اللہ کے متعین کردہ مقاصد کی آبیاری کرتے ہوئے [فی سبیل اللہ] مار دیے جائیں تم لوگ انہیں ہر گز مردہ مت کہا کرو۔ وہ تو اس کے برعکس ایک ایسے بلند تر مرحلہِ زندگی میں زندہ ہوتے ہیں جس کی کیفیات وماہیت کا تم اپنے موجودہ مرحلہِ حیات میں شعور نہیں رکھتے۔ اور یہ ہمارا مقرر کردہ طریقِ کار ہے کہ ہم ضرور تم سب کو تمہاری ارتقائے ذات کی خاطر خوف، بھوک، اموال و افراد میں کمی اور متوقع خوش آئند نتائج سے محرومی جیسی آزمائشوں میں ڈالتے ہیں [لنبلونکم]۔ پھر جو تم میں سے ان آزمائشوں میں استقامت سے کام لیتے ہیں، انہیں اس کے خوشگوار نتائج کی خوشخبری دے دی جائے۔

آیات:۱۶/ ۲۰-۲۱

وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہیں یہ اللہ کے ماسوا پکارتے ہیں کچھ بھی تخلیق نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خود اللہ کے تخلیق کردہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مردے کی مانند ہیں، زندگی کے بغیر ہیں۔ اور وہ یہ بھی شعور نہیں رکھتے کہ انہیں کب حیاتِ نو عطا کی جائے گی۔

۳/۱۶۹

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

ترجمہ: نیز وہ لوگ جو اللہ کے متعین کردہ مقاصد کی تکمیل میں [فی سبیل اللہ] مار دیے گئے انہیں تم لوگ مردوں میں شمار مت کیا کرو۔ وہ تو اس کے برعکس زندہ ہیں اور اپنے رب کی جانب سے مسلسل حصولِ علم کرتے بلندیوں کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

آیات:۲۲/۵۸-۵۹

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالی کے مقاصد کے حصول میں ترکِ وطن کیا، پھر مار دیے گئے یا فوت ہو گئے، بے شک اللہ انہیں بہترین عنایات کے ذریعے نشو و نما کے جانب لے جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ ہی ہے جو بہترین سامانِ نشو و نما عطا کرتا ہے اور وہ ضرور انہیں ایسے مدارج میں داخل فرمادے گا جہاں وہ مسرتیں اور تسکینِ کامل حاصل کریں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ان مدارج کا علم رکھنے والا اور نرم دل، متین اور بردبار ہے۔

آیات:۲۳/۱۲-۱۶

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾

[یہاں، دیگر متعدد مقامات کی مانند، انسان کے حیوانی نظامِ زندگی کی تخلیق کے مراحل بیان کئے گئے ہیں۔ اسے کئی انداز سے بیان کیا جا سکتا ہے، جس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ آج انسانی علوم کی ترقی نے یہ تمام مراحل آشکار کر دیے ہیں۔]

ترجمہ: اور انسان کے طبیعی یا حیوانی نظام کی تخلیق تو ہم نے مٹی کے خلاصے سے کی ہے۔ پھر اگلے مرحلے میں ہم نے اسے نطفہ بنایا جو رحمِ مادر کے اندر ٹھہر گیا اور مادہ کے بیضے میں قرار گیر ہو گیا۔ پھر اس نطفے کو ایک لٹکتی ہوئی چیز میں تبدیل کیا، پھر اس علقے کو جنین بنایا۔ پھر اس میں ہڈیوں کا ڈھانچہ ابھار دیا۔ پھر اس ڈھانچے پر گوشت کی تہ چڑھا دی۔

یہاں تک حیوانی جسم کی تکمیل ہونے کے بعد ہم نے اسے ایک بالکل مختلف سطح یا ایک برتر مرحلے کی مخلوق کی صورت میں ایسی حیات عطا کر دی جو حیوانات سے یکسر مختلف ہے [خلقا آخر]۔ پس دیکھو کہ اللہ کی ذات کیسی مستحکم اور نشوونما دینے والی ہے کہ وہ تخلیق کاروں میں سب سے برتر ہے۔ پیدائش کے اس منفرد مرحلے کے بعد تم سب ایک دن لازماً موت سے ہمکنار ہو جاتے ہو۔ لیکن بعد ازاں ایک بڑے اور خاص قسم کے تخلیقی مرحلے کے قیام پر [یوم القیامۃ] تم سب پھر ایک برتر نوع کی زندگی عطا کر دیے جاوگے۔

اہم الفاظ کا مستند لغوی ترجمہ:

[رزق]: ہر وہ عنایت اور عطا جو انسان کے ارتقاء اور نشو و نما میں سود مند ہو۔ یہ نشو و نما مادی بھی ہو اور علمی و عقلی بھی۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ۔

[فی سبیل اللہ]: اللہ کے مقاصد کی تکمیل کا راستہ؛ کا طریقِ کار؛ کا سلسلہ؛ اس راستے میں ہونے والا عمل یا کارروائی۔

[خلقا آخر]: ایک دیگر قسم کی مخلوق جو زیرِ تذکرہ جسمانی یا حیوانی مخلوق سے الگ اور برتر ہو۔

[یوم القیامۃ]: وہ موعودہ دور یا مرحلہ جب ایک طے شدہ آئندہ تخلیقی مرحلے کا قیام عمل میں آئے جو موجودہ جاری مرحلے کی سطح سے برتر یا بلند تر ہو۔

*****

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 8

صوم اور حج کے اہم موضوعات۔

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے ، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے ، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیشِ نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات[themes] پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تئیں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیشِ نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریباً ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے ۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آ رہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

البقرۃ:۱۸۳سے ۲۰۲ آیت تک

قرآنِ حکیم کی چند آیات کے ترجمے کی یہ اہم مہم جو فی الحقیقت ایک لا محدود علمیت کی متقاضی ہے، اور جس کا گراں مایہ بوجھ اٹھانے کی یہ ناچیز استطاعت نہیں رکھتا، چند قریبی اعزاء کے اصرار پر ایک حقیر سی کوشش اور ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر انجام دی جا رہی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے دربارِ عالی میں التماس ہے کہ کسی بھی بھاری غلطی کے احتمال سے محفوظ رکھے اور اس حقیر کوشش کے نتیجے میں دوستوں کو جستجوئے حق کی حالتِ اضطراب سے نجات دے کر شرحِ صدر کی دولت سے بہرہ ور فرمائے۔

اس ترجمے کے ضمن میں جن لفظی معانی کا استعمال کیا گیا ہے ان کی تفصیل سند کے طور پر ترجمے کے آخر میں دے دی گئی ہے۔ متعدد مستند لغات سے مدد لی گئی ہے جن میں "لین"، "المنجد"، "مفرداتِ راغب"، "قاموس الوحید" وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس لیے بریکٹوں میں لکھے گئے عربی الفاظ کے معانی اس تحریر کے آخر میں ضرور ملاحظہ کریں۔

ترجمے میں ایک بنیادی تقاضہ سمجھتے ہوئے یہ خاص کوشش کی گئی ہے کہ قرآنِ عظیم جیسے ادبی شہ پارے میں عربی زبان وبیان کا جو اسلوبِ عالی استعمال کیا گیا ہے، اردو میں بھی زبان وبیان کے اسی انداز کی عکاسی کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ کلامِ الٰہی کے بلند مقام کا حق بقدرِ توفیق ادا کیا جا سکے۔ اور اس مقدس کلام کا درجہ گھٹا کر ایک بازاری اسلوب میں لفظ بالفظ ترجمہ کرنے کے اُس عمومی اور رائج الوقت رحجان کی حوصلہ شکنی کی جائے جس کی ہر فاضل مترجم پیروی کرنے کے جرم میں ملوث ہے، کیونکہ یہ انداز حقیقی معنیٰ کو یکسر تبدیل کر دیتا ہے۔

یہ یاد رہے کہ عربی زبان اور اندازِ بیان میں تشبیہ، استعارے، محاورے اور امثال و علامات کی رُو سے بین السطور جو مفہوم پوشیدہ ہے اور سیاق و سباق کو یا تحریر کے تسلسل کو باہم جوڑنے میں جو الفاظ و حروف محذوف ہیں، جنہیں اہلِ زبان کے لیے سمجھنا کچھ مشکل نہیں، وہ سب کچھ ترجمے میں بھی بدرجہ اتم موجود ہونا ضروری ہے۔ نیز بنیادی معانی کے ساتھ وابستہ رہنا بھی ایک لازمی امر ہے۔ ان نکات کو عمومی طور پر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے جس کی وجہ سے تراجم اللہ کے پیغام کو اس کی حقیقی شکل میں بیان کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ تراجم عقلیت پسندوں کے سروں کے اوپر سے گذر جاتے ہیں اور تراجم کے اردو متون کو عموماً بے ربط، غیر مسلسل اور عقلیت (Rationality) کے معیار سے کمتر قرار دے دیا جاتا ہے۔

احباب کے علم میں لانے کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ اس جزوی ترجمے کی کوشش کے دوران ایک اور حیران کن اور عدیم النظیر دریافت اس عاجز کے حیطۂ ادراک میں وارد ہوئی۔ وہ یہ کہ اگر ترجمے کی مہم درج بالا اہم امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سر انجام دے دی جائے تو ایک ایسی تخلیق سامنے آ جاتی ہے جسے کسی مزید تشریح یا تفسیر کی قطعاً ضرورت پیش نہیں آتی۔ یعنی ترجمہ بذاتہ تشریح و تفسیر کی صورت بر آمد ہو جاتا ہے اور بات کو سمجھانے کے لیے کسی بھی مزید مشقت سے بچا لیتا ہے۔ یعنی مفہومِ قرآن، ہدایتِ خداوندی کے عظیم تر مقصود و مطلوب کی روشنی میں،

ستاروں کی مانند چمکتا دمکتا واضح ہو تا چلا جاتا ہے اور کلام الٰہی کی کسی صرفی و نحوی تحلیل کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ لہذا قرآنِ حکیم جو اپنے متن کی رُو سے اُولی الباب، یعنی اصحابِ دانش و بینش اور علماء و فقہا کے لیے نازل کیا گیا ہے، صرف ایک منصوبہ بند اور متعین ہدف سے لیس معیاری ترجمے کے ذریعے ہر کس و ناکس کے لیے سہل الحصول ہو جاتا ہے۔ درجِ ذیل ترجمہ، جو ایک تجرباتی کوشش سے زیادہ کچھ نہیں، اس حقیقت کی خود گواہی دے گا۔ اس ضمن میں رفقاء کی رائے کا شدت سے منتظر رہونگا۔

ترجمہ آیت مبارکہ 183 سے شروع کیا گیا ہے۔ تاہم اگر سیاق و سباق، یا موضوع زیرِ بحث کے حوالے سے کچھ سابقہ تفصیلات کا بنظرِ غائر مختصر اعادہ بھی کر لیا جائے تو گزشتہ سے پیوستہ سلسلہ ذہن نشین ہو کر فہم و ادراک کی رکاوٹیں دور کرنے میں مددگار ہو گا۔ تو آیئے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے ابتدا کرتے ہیں۔

دراصل یہاں سابق سے موضوع چلا آرہا ہے وصیت کرنے کے لازمی فریضے کا[۱۸۰] اور وصیت میں بدنیتی سے تبدیلی لا کر ورثاء کا حق باطل نہ کرنے کی تلقین کا[۱۸۱]۔ حتیٰ کہ وصی کی جانب سے اگر کوئی ناانصافی ہوئی ہو تو اس کو بھی درست کرنے کی ضرورت کا۔ پھر قتل کے قصاص کا[۱۷۹] معاملہ ہے۔ قصاص میں انصاف کا بھی ذکر ہے اور اس ضمن میں معافی اور احسان کا بھی۔ حد ود سے تجاوز نہ کرنے اور زیادتی نہ کرنے کا بھی۔ اور یہ بھی واضح فرمایا گیا ہے کہ نیکی اور کشادِ قلبی کی راہ یہ نہیں [۱۷۷] کہ تم منہ کس طرف پھیرتے ہو، مشرق کی طرف یا مغرب کی جانب، بلکہ اللہ کے وجود پر یقین، اگلے بلند تر مرحلۂ حیات پر یقین اور ملائکہ، کتب اور پیغمبروں پر یقین قائم کر کے اپنا مال ضرورت مندوں پر خرچ کرنا وسعتِ قلبی اور شعوری ذات کے ارتقاء کی راہ ہے۔ نیز صلات ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، عہد کو پورا کرنا اور مشکلات میں استقامت دکھانا موضوع ہے۔ یعنی سابقہ متن سراسر "کردار سازی کے احکامات اور تربیت" پر مبنی ہے۔

پس دوستو، اب آگے آنے والے متن کے بارے میں یہ مت سوچیں کہ یکدم ایک علیحدہ موضوع شروع کر دیا گیا ہے جس میں اچانک بھوکا رہنے، یعنی جبری خود اذیتی کی نام نہاد رسم کا ذکر آ گیا ہے۔ یقیناً آگے بھی ذکر حالات کے ایک مخصوص مرحلے میں کردار سازی ہی کی تربیت کا ہے۔ ویسے بھی قرآن بزبانِ خود مکمل طور پر کردار سازی ہی کے ایک دائمی ضابطے کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ ایک باکردار جماعت پیدا کیے بغیر الہامی یا دنیاوی کوئی بھی بہتر سے بہترین نظریہ عملی شکل میں نہیں ڈھالا جا سکتا۔ بھوک پیاس سے پرہیز اور جبری خود اذیتی آج تک کردار سازی میں مدد و معاون ہونے یا تقویٰ پیدا کر کے معاشرے میں فلاح و ترقی کا باعث بننے کا کوئی ثبوت فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ نام نہاد "عبادت" تو انسان کی تمام صلاحیتیں نچوڑ کر اسے عضوِ معطل بنا دیتی ہے۔ اور وہ جھنجھلاہٹ، چڑچڑے پن، پیاس اور جسمانی کمزوری کا شکار، لبِ دم، صرف کھانے پینے کے وقت کا انتظار کرنے کے قابل رہ جاتا ہے۔ تو آیئے پسِ منظر پر ایک نظر ڈالنے کے بعد اب آیت مبارکہ ۱۸۳ سے شروع کرتے ہیں۔ آیت در آیت ترجمے کے بعد رواں جاری ترجمہ بھی پیش کر دیا گیا ہے:-

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾

اے اہلِ ایمان، تم سب کے لیے ان تمام امور کے پیشِ نظر جن کا ذکر سابقہ آیات میں کیا گیا، ایک مخصوص پرہیز و تربیت [الصِّیَامُ] کا دور لازم کر دیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی نظام ہے جیسا کہ تم سے قبل گزر جانے والی اقوام کے لیے بھی لازم کر دیا گیا تھا تاکہ تم سب اللہ کی ہدایات کی نگہداشت کے ذریعے اپنی شعوری ذات یا خودی کا تحفظ کر سکو۔

اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيۡنَ يُطِيۡقُوۡنَهٗ فِدۡيَةٌ طَعَامُ مِسۡكِيۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۴﴾

کیونکہ یہ تمہارے لیے ایک عظیم مقصد کی تیاریوں کے دن [اَیَّامًا مَّعۡدُودَاتٍ] ہیں لہذا تم میں سے وہ جو ابھی اپنے ایمان و ایقان کے بارے میں کمزوری یا شبہ میں مبتلا ہوں [مَّرِیضًا]، یا ابھی جستجوئے حق کے سفر کے درمیان میں ہوں [عَلَیٰ سَفَرٍ] تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنی تیاری آنے والے دنوں کے لیے موخر کر دیں۔ نیز وہ لوگ جو کسی بھی سبب سے اس فریضے کو بہ مشقت یا بمشکل انجام دے سکتے ہوں [یُطِیقُونَہُ] ہوں تو ان کے لیے واجب ہے کہ اس تقصیر یا کوتاہی کے بدل یا تلافی کے طور پر [فِدۡیَۃٌ] مساکین کی ضروریات پوری کریں کیونکہ جو بھی مال و دولت رضاکارانہ طور پر عطیہ کرے تو یہ اس کے حق میں بھلائی یعنی اس کی شعوری ذات کے ارتقاء کا باعث ہو گا۔ اور اگر تم سب ان مخصوص امور میں پرہیز کی راہ اختیار کرو گے [تَصُومُوا] تو تم سب کے لیے اس میں بھلائی ہے اگر تم یہ حقیقت اچھی طرح جان لو۔

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَـصُمۡهُ ؕ وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِکُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾

یہ جنگ و جدل اور ظلم و استحصال کی گرم بازاری [رَمَضَانَ] کی ایک انتہائی مذموم عمومی صورتِ حال [شَهْرُ] تھی جس کے پیشِ نظر قرآن جیسی راہنمائی کی کتاب نازل کی گئی، جو دراصل انسانوں کے لیے ایک دائمی ضابطہِ کردار [هُدًى] کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے وہ اللہ کی ہدایات کو کھول کر بیان کرتی اور خیر و شر میں فرق کی پہچان کراتی ہے [الْفُرْقَانِ]۔ اس لیے لازم ہے کہ تم سب میں سے جو بھی ایسی جانی بوجھی مذموم صورت حال [الشَّهْرَ] کا مشاہدہ یا سامنا کرے تو وہ اس سے اجتناب کرے / بچے [فَلْيَصُمْهُ]۔ اور پھر ایک بار یہ خیال رہے کہ تم میں سے جو بھی ابھی اپنے ایمان کے بارے میں شبہ یا کمزوری کا شکار ہو (مَرِيضًا)، یا ابھی تعلم و تلاش کے سفر میں ہو تو وہ اس مقدس مشن کی انجام دہی کے لیے اپنی تیاری (فَعِدَّةٌ) بعد ازاں مکمل کر لے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تمہارے ساتھ یعنی تمہارے لیے آسانی و فراوانی چاہتا ہے، تنگی یا مشکلات نہیں۔ اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تم اپنی تیاری / استعداد بہر حال پوری کر لو تا کہ اللہ کی کبریائی اُن خطوط پر قائم کر سکو جیسے کہ اللہ نے تمہیں ہدایات دی ہیں۔ اور اللہ یہ بھی چاہتا ہے کہ تمہاری کوششیں بار آور ہوں،

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

تا کہ ایک ایسی روشن مثالی صورتِ حال وجود میں آ جائے کہ اگر میرا کوئی بندہ تم سے میرے بارے میں پوچھے تو تم کہہ سکو کہ میں قریب ہی موجود ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ تا کہ وہ لوگ بھی موجود صورتِ حال کا مشاہدہ کر کے میری طرف متوجہ ہو جائیں اور مجھ پر ایمان لے آئیں تا کہ وہ بھی ہدایت پا جائیں / راہِ راست پر آ جائیں۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْـَٔنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

جب تک اس پرہیز اور تربیت کے فقدان کی باعث تاریکیاں مسلط تھیں[لَيْلَةَ الصِّيَامِ] تو تمہارے لیے یہ جائز کر دیا گیا تھا کہ اپنے کمزور طبقات کو[إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ] بدزبانی اور توہین کا ہدف بناءو[الرَّفَثُ]، جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ معاشرے میں وہ تمہارے لیے اور تم ان کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہو۔ اللہ یہ علم رکھتا ہے کہ تم اپنے ہی لوگوں کے ساتھ خیانت کرتے آئے ہو[تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ]۔ اُس نے بہر حال تم پر مہربانی کرتے ہوئے تمہیں معاف کیا۔ اس لیے اب اُن سے راست تعلق رکھو[بَاشِرُوهُنَّ] اور اتنا ہی خواہش کرو جو اللہ نے تمہارے لیے جائز کیا ہے، یعنی اُن کے حقوق اپنے فائدے کے لیے غصب نہ کرو۔ اور علم حاصل کرو[وَكُلُوا] اور اس کے مطابق ایسا مشرب اختیار کرو [وَاشْرَبُوا] کہ وہ تمہیں اس قابل کر دے کہ دین کی روشن صبح [الْفَجْرِ] میں تم سیاہ اور سفید، یعنی خیر اور شر [الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ] میں امتیاز کر سکو۔ پھر اپنا پرہیز اور تربیت کا نظام [الصِّيَامَ] ظلم و استحصال کے تمام اندھیروں تک [إِلَى اللَّيْلِ] پھیلا دو۔ جب کہ ابھی تم خود احکاماتِ الٰہی [الْمَسَاجِدِ] کے بارے میں غور و فکر کرنے اور نظم و ضبط مرتب کرنے [عَاكِفُونَ] کے مراحل میں منہمک ہو تو ابھی اپنے کمزور طبقات میں خوش گمانیاں پھیلانے

سے گریز کرو۔ یہ جو تمہیں بتائی گئیں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں ان حدود کی خلاف ورزی کے قریب بھی مت جاو۔ اللہ واضح انداز میں اس لیے تم پر اپنی ہدایات بیان فرماتا ہے تاکہ تم ایسا طریقِ کار اختیار کرو کہ وہ سب لوگ ، یعنی معاشرے کے کمزور طبقات بھی قانون کی نگہداشت کرنے والے بن جائیں۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾

نیز پھر تاکید ہے کہ اپنے ہی لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے مال و دولت ناحق طور پر حاصل نہ کرو۔ نہ ہی اس غرض سے حکام تک رسائی حاصل کرو کہ اُن کے ذریعے لوگوں کے اموال کا کچھ حصہ جانتے بوجھتے ہوئے مجرمانہ انداز میں حاصل کر لو۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾

وہ تم سے دین اللہ سے متعلق اصولوں کی بلند آواز میں کھلے عام تبلیغ [الْأَهِلَّةِ] کی حکمت کے بارے میں سوال کریں گے۔ انہیں بتا دو کہ وہ وقت آ گیا ہے جب کھلے اعلانات کے ذریعے انسانوں کے روحانی ارتقاء کیلیے ان کو اکٹھا کیا جائے [مَوَاقِيتُ للناس] اور دلائل و حجت کے ذریعے ابدی سچائی

کے یقین تک پہنچا جائے [الحج]۔ اس لیے اطاعت و احسان کا عملی ثبوت یہ نہیں کہ تم ان تعلیمات کو معاشرے کے اشراف یا اعلیٰ خاندانوں [الْبُيُوتَ] تک چور دروازوں سے [ظُهُورِهَا] یعنی خاموش اور خفیہ انداز میں لے کر جاءو۔ بلکہ اطاعت و احسان کا عملی راستہ تو اس کا ہے جس نے پرہیز گاری سے کام لے کر اپنے نفس کو مضبوط رکھا۔ پس اپنی اشرافیہ میں دلیری کے ساتھ اپنا پیغام سامنے کے دروازوں کے ذریعے یعنی کھلے اعلان کے ذریعے لے جاءو۔ بلند درجات تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے کہ اللہ کی راہنمائی کو ذہن میں رکھو تا کہ تم کامیابیاں حاصل کر سکو۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿١٩٠﴾

نیز صرف ان لوگوں سے اللہ کی راہ میں جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ یعنی جنگ صرف دفاع کا ذریعہ ہے۔ لیکن اس مہم میں بھی حدود سے تجاوز مت کرو کیونکہ اللہ تجاوز کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩١﴾

اور ایسے جارحیت پسندوں کو جہاں پاوٴ انہیں مارو اور نکال باہر کرو ایسے جیسے کہ انہوں نے تمہیں

نکال باہر کیا تھا۔ دراصل یہ سازشی / فسادی ہیں اور فساد یعنی بدامنی پھیلانے کا عمل قتل سے بدتر ہے۔ اور ان لوگوں سے حرمت والے احکامات کے اطلاق کی صورت میں [عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ] جو کسی بھی معاہدے کی رُو سے جاری ہوئے ہوں، اُس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک وہ خود اُن پابندیوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تم سے جنگ پر نہ اُتر آئیں۔ اگر وہ جنگ پر اُتر آئیں تو تب تم بھی جنگ کرو۔ کافروں کو سزا دینے کا یہی طریقہ ہے۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾

لیکن اگر وہ جنگ سے باز آجائیں تو رُک جاو کیونکہ ایسی صورت میں اللہ کی ذات تحفظ اور رحمت عطا کرنے پر مائل ہو جاتی ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

ان لوگوں سے جنگ صرف اسی وقت تک جاری رکھو جب تک کہ فساد ختم ہو جائے اور نظامِ زندگی اللہ کی راہنمائی کے مطابق چلنے لگے۔ اس لیے اگر وہ فتنہ وفساد ختم کر دیں تو پھر کہیں کوئی زیادتی / سختی نہ ہو سوائے ظالموں پر۔

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَ الۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡہِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾

اگر دشمن تم پر کچھ ممنوعہ شرائط کی صورتِ حال [الشَّهْرُ الْحَرَامُ] نافذ کرے تو اس کا جواب تمہاری جانب سے بھی اُسی قسم کی پابندیوں کا اطلاق ہے اور یہ اصول مسلمہ ہے کہ پابندیوں کی خلاف ورزی کرنے پر کفارہ یا قصاص عائد ہوتا ہے۔ پس اصول یہ ہے کہ اس ضمن میں جو کوئی تمہارے خلاف اپنی حد سے بڑھے تو تم بھی اسی قدر حدود سے بڑھو۔ ساتھ ساتھ اللہ کی گرفت کا خوف دامن گیر رہے اور یہ علم میں رہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۵﴾

اور کھلا رکھو اپنے وسائل کو اللہ کی راہ میں لیکن یہ بھی خیال رہے کہ کہیں خود کو اپنے ہی ہاتھوں بے وسائل کر کے برباد نہ کر لو۔ ساتھ ہی انسانوں کے ساتھ احسان کا رویہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں سے محبت کرتا ہے جو خود اس کی عظیم صفتِ احسان اپنی ذات کے اندر سے منعکس کرتے ہیں۔

وَ اَتِمُّوا الۡحَجَّ وَ الۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَیۡسَرَ مِنَ الۡہَدۡیِ ۚ وَ لَا تَحۡلِقُوۡا

رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٚ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

نیز اللہ تعالیٰ کی منشاء پوری کرنے کے لیے [لِلّٰہِ] اُسکے عطا کردہ نظریہ حیات کے بارے میں اپنی بحث و دلائل مکمل کرلو [وَ اَتِمُّوا الحَجَّ] اور پھر اس کی ترویج و ترقی کے لیے زندگی گزارو [العُمْرَةَ]۔ لیکن اگر ایسا ہو کہ ناساز گار حالات کے حصار میں قید ہو جاو اور یہ فریضہ ادھورا رہ جائے (اُحْصِرْتُمْ) تو پھر سیرت و کردار کے جو بھی محترم اور قیمتی اصول [الْهَدْيِ] میسر ہوں ان پر عمل پیرا رہو۔ اور ان حالات میں اپنے سرکردہ لوگوں کا گھیرا و بھی نہ کرو (وَلَا تَحْلِقُوا) جب تک کہ راہنمائی کے قیمتی اصول و قواعد (الْهَدْيُ) پھیل نہ جائیں [يَبْلُغُ] اور مضبوطی سے اپنی جگہ نہ بنالیں [مَحِلَّهُ]۔ اس کے باوجود اگر تم میں سے کوئی ابھی اپنے ایمان و یقین کے معاملے میں کسی کمزوری یا شبہ میں مبتلا ہو (مَّرِيضًا)، یا اپنے سربراہ کی طرف سے کسی تکلیف یا سزا کا مستوجب ہوا ہو (أَذًى مِّن رَّأْسِهِ) تو وہ اس کی تلافی [فَفِدْيَةٌ] اس طرح کرے کہ پرہیز کی تربیت حاصل [صِيَامٍ] کرے، یا اپنے برحق موقف کو ثابت کر دکھائے [صَدَقَةٍ]، یا اپنی ذات کی پاکیزگی کا عمل [نُسُكٍ] سرانجام دے۔ جب تم امن و سکون کی صورتِ حال میں واپس آ جاو، تو پھر جس نے حق کی پیروی اور ترقی میں زندگی گزاری (تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ) اور دلائل و حجت تک کے عمل سے فائدہ اٹھالیا ہو (إِلَى الْحَجِّ) تو اس کو جو بھی راہنمائی کے قیمتی اصول (الْهَدْيِ) میسر آ گئے ہوں (اسْتَيْسَرَ) وہ ان پر کاربند رہے۔ اور جس کو یہ

سب حاصل نہ ہوا ہو تو وہ حجت کے عمل کے ضمن میں (فِي الْحَجِّ) تین ادوار کی (ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ) پرہیز گاری کی تربیت (فَصِيَامُ) حاصل کرے۔ اگر تم اس مشن سے رجوع کر چکے ہو (اِذَا رَجَعْتُمْ) یعنی اس فریضے کو ترک کر چکے ہو تو پھر از سرِ نو متعدد بار [سَبْعَةٍ] کی پرہیزی تربیت ضروری ہو گی۔ معاشرے کے ارتقائی مرحلے کی تکمیل [عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ]کا یہ ہی طریقہ ہے۔ یاد رہے کہ یہ تمام طریق کار اُن مخصوص افراد کے لیے تجویز کیا گیا ہے جن کی اہلیت یا استعداد ابھی واجب التعمیل احکامات کو تسلیم کرنے [الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ] یا ان کی مکمل اطاعت پر کاربند رہنے [حَاضِرِي] کے لیے کافی نہیں ہے۔ البتہ تم سب اجتماعی طور پر اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرتے رہو اور یہ جان لو کہ اللہ کی گرفت شدید ہوتی ہے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

اللہ کی راہنمائی کو سمجھنے کے لیے تحقیق و حجت کرنے [الْحَجُّ] کا طریقہ کار بہت معروف ہے [أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ] اور جو بھی اس طریقہ کار کی رُو سے حجت و تحقیق خود پر واجب کر لے تو یاد رہے کہ حجیت / بحث و تحقیق کے معاملے میں نہ قانون شکنی، نہ ہی لڑائی جھگڑا اور نہ ہی بد زبانی کی اجازت ہے۔ پس اس معاملے میں تم جو بھی اچھائی کا طریق کار اختیار کرو گے وہ اللہ کے ریکارڈ میں درج ہو جائیگا۔ تو آؤ آگے بڑھو کیونکہ بہترین ارتقاء کا راستہ تقویٰ میں ترقی ہے۔ پس اے اہلِ علم و دانش تقویٰ اختیار کرو۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا ھَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ﴿١٩٨﴾

اس فریضے کی تمام کاروائیوں کے دوران تم پر قطعاً ممنوع نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے رہو یعنی معاشی سرگرمیوں میں مصروف رہو۔ جب تم اعتراف و اقرار کے مرحلے [عَرَفَاتٍ] تک پہنچ کر صدقِ بسیط سے مالا مال ہو جاو [أَفَضْتُم] تو ایسے طور طریق یا رسومات کا سامنا کرنے پر جو ممنوع/ناجائز ہوں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پیشِ نظر رکھو اور اُن سے اُسی طرح نصیحت حاصل کرو جیسے اس نے تمہیں راہنمائی دی ہے، خواہ قبل ازیں تم اس ضمن میں گمراہی میں رہے تھے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٩٩﴾

بعد ازاں اپنے حاصل کردہ علم کو پھیلا دو جس کیفیت میں کہ انسان پھیلے ہوئے، زمین پر آزادی سے نقل و حرکت کرتے ہیں اور اللہ سے تحفظ مانگتے رہو۔ بیشک اللہ تحفظ اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاۗءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾

پھر اگر تم نے اپنی ذات کی تطہیر کا عمل سر انجام دے لیا تو اس کے بعد بھی اللہ کے قوانین کو یاد کرتے رہو جیسے کہ تم اپنے اسلاف / مشاہیر کو یاد کیا کرتے ہو، یا اس سے بھی زیادہ شدت سے یاد کرو۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اصرار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں ہی سب کچھ دے دیا جائے۔ تو یاد رہے کہ ایسے لوگوں کے لیے اگلے بلند تر درجہِ زندگی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

مگر انسانوں میں ایسے راست سوچ کے مالک بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی بہتری عطا کر اور حیاتِ آخرت میں بھی، اور اس طرح ہمیں حیاتِ آخرت سے محرومی کے اُس عذاب سے بچالے جو انسان کی خرمنِ ہستی کو آگ کی طرح پیہم جلاتا رہیگا۔ دراصل یہی وہ انسان ہیں جن کی جدوجہد کے نتیجے میں ان کے نصیب میں سب کچھ ہوگا، کیونکہ اللہ کا احتساب بہت سرعت سے رُوبہ عمل ہوتا ہے۔

حج کے موضوع پر ہی ایک سپلیمنٹ:

حج الاکبر کیا ہے؟

آپ نے حج الاکبر کے متعلق سوال پوچھا ہے کہ یہ کیا ہے؟ سوال کے پیچھے چھپی ہوئی آپ کی اصل الجھن میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ حج کے نئے تحقیقی معانی کے بارے میں اب بھی، وراثت میں ملے ہوئے عقائد کے باعث، شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ اسی لیے آپ نے یا دیگر غیر مطمئن یا غیر متفق ساتھیوں نے یہ سوال اُٹھایا ہے۔ بہر حال میرا فرضِ منصبی نکتہ چینی نہیں بلکہ ایک سیر حاصل جواب دینا ہے، اور میں اپنا یہ فرض بحسن وخوبی ادا کروں گا۔

جواب: یہ سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۳ اور ۴ کا معاملہ ہے، جو یہاں مندرج کر دی جاتی ہیں:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۴﴾

اس کا سیر حاصل ترجمہ پیش خدمت ہے جس میں سیاق وسباق کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے جو مشرکین کے ساتھ عہد ناموں سے متعلق ہے، اور الفاظ کے حقیقی معانی کا بھی:-

اللہ اور رسول کی جانب سے تمام انسانیت کے لیے، اللہ کے دین کی اتمامِ حجت کے لیے عطا کیے گئے اس عظیم موقع پر یہ اعلان عام کیا جاتا ہے کہ اب اللہ اور اس کا رسول مشرکین کی جانب سے عائد تمام اخلاقی اور تزویراتی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب اگر تم صحیح راستے کی جانب لوٹ آتے ہو تو وہ تمہارے لیے خیر، یعنی امن اور خوشحالی کا باعث ہو گا۔ لیکن اگر تم اب بھی اس جانب سے اپنا منہ موڑ لیتے ہو، تو یہ اچھی طرح جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ اے نبی، حق کا انکار کرنے والوں کو دردناک سزا کی نوید دے دو، سوائے ان مشرکین کے جن کے ساتھ تم نے عہد نامے کیے ہیں، اور جنہوں نے بعد ازاں تمہارے ساتھ ان عہد ناموں کی پابندی میں کوئی کمی نہیں کی ہے، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے تم پر فوقیت یا غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ تم اب بھی پابند ہو کہ اپنے عہد نامہ کی مدت کو پورا کرو۔

اور اب آخر میں ایک بار پھر تمام ترجمہ و تشریح ایک رواں اردو متن کی صورت میں:

اے اہلِ ایمان، تم سب کے لیے ان تمام امور کے پیشِ نظر جن کا ذکر سابقہ آیات میں کیا گیا، ایک مخصوص پرہیز و تربیت کا نظام لازم کر دیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی نظام ہے جیسا کہ تم سے قبل گزر جانے والی اقوام کے لیے بھی لازم کر دیا گیا تھا تاکہ تم سب اللہ کی ہدایات کی نگہداشت کے ذریعے اپنی شعوری ذات کا تحفظ کر سکو۔

کیونکہ یہ تمہارے لیے ایک عظیم مقصد کی تیاریوں کے دن ہیں لہٰذا تم میں سے وہ جو ابھی اپنے ایمان و ایقان کے بارے میں کمزوری یا شبہ میں مبتلا ہوں، یا ابھی جستجوئے حق کے سفر کے درمیان میں ہوں تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنی تیاری دیگر دنوں کے لیے موخر کر دیں۔ وہ لوگ جو کسی بھی سبب سے اس فریضے کو بہ مشقت یا بمشکل انجام دے سکتے ہوں ہوں تو ان کے لیے واجب ہے کہ اس تقصیر یا کوتاہی کے بدل یا تلافی کے طور پر مساکین کی ضروریات پوری کریں کیونکہ جو بھی مال و

دولت رضاکارانہ طور پر عطیہ کرے تو یہ اس کے حق میں بھلائی یعنی اس کی شعوری ذات کے ارتقاء کا باعث ہو گا۔ اور اگر تم سب ان مخصوص امور میں پرہیز کی راہ اختیار کروگے تو تم سب کے لیے اس میں بھلائی ہے اگر تم یہ حقیقت اچھی طرح جان لو۔

یہ جنگ وجدل اور ظلم واستحصال کی گرم بازاری کی ایک انتہائی مذموم عمومی صورتِ حال تھی جس کے پیشِ نظر قرآن جیسی راہنمائی کی کتاب نازل کی گئی، جو دراصل انسانوں کے لیے ایک دائمی ضابطہِ کردار کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے وہ اللہ کی ہدایات کو کھول کر بیان کرتی اور خیر وشر میں فرق کی پہچان کراتی ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ تم سب میں سے جو بھی ایسی جانی بوجھی مذموم صورت حال کا مشاہدہ یا سامنا کرے تو وہ اس سے اجتناب کرے / بچے۔ اور پھر ایک بار یہ خیال رہے کہ تم میں سے جو بھی ابھی اپنے ایمان کے بارے میں شبہ یا کمزوری کا شکار ہو، یا ابھی تلاش کے سفر میں ہو تو وہ اس مقدس مشن کی انجام دہی کے لیے اپنی تیاری بعد ازاں مکمل کرلے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تمہارے ساتھ یعنی تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تنگی یا مشکلات نہیں۔ اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تم اپنی تیاری / استعداد بہر حال پوری کر لو تاکہ اللہ کی کبریائی اُن خطوط پر قائم کر سکو جیسے کہ اللہ نے تمہیں ہدایات دی ہیں۔ اوراللہ یہ بھی چاہتا ہے کہ تمہاری کوششیں بار آور ہوں،

تاکہ ایک ایسی روشن مثالی صورتِ حال وجود میں آجائے کہ اگر میرا کوئی بندہ تم سے میرے بارے میں پوچھے تو تم کہہ سکو کہ میں قریب ہی موجود ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ تاکہ دیگر لوگ بھی موجود صورتِ حال کا مشاہدہ کر کے میری طرف متوجہ ہو جائیں اور مجھ پر ایمان لے آئیں تاکہ وہ بھی ہدایت پا جائیں / راہِ راست پر آجائیں۔

جب تک اس پرہیز اور تربیت کے فقدان کی باعث تاریکیاں مسلط تھیں تو تمہارے لیے یہ جائز کر دیا گیا تھا کہ اپنے کمزور طبقات کو بدزبانی اور توہین کا ہدف بناءو، جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ معاشرے میں وہ تمہارے لیے اور تم ان کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہو۔ اللہ یہ علم رکھتا ہے کہ تم اپنے ہی لوگوں کے ساتھ خیانت کرتے آئے ہو۔ اُس نے بہر حال تم پر مہربانی کرتے ہوئے تمہیں معاف کیا۔ اس لیے اب اُن سے راست تعلق رکھو اور اتنا ہی خواہش کرو جو اللہ نے تمہارے لیے جائز کیا ہے، یعنی اُن کے حقوق اپنے فائدے کے لیے غصب نہ کرو۔ اور علم حاصل کرو اور اس کے مطابق ایسا مشرب اختیار کرو کہ وہ تمہیں اس قابل کر دے کہ دین کی روشن صبح میں تم سیاہ اور سفید، یعنی خیر اور شر، یعنی نیکی اور بدی میں امتیاز کر سکو۔ پھر اپنا پرہیز اور تربیت کا نظام ظلم و استحصال کے تمام اندھیروں تک پھیلا دو۔ جب کہ ابھی تم خود احکاماتِ الٰہی کے بارے میں غور و فکر کرنے اور نظم و ضبط مرتب کرنے کے مراحل میں منہمک ہو تو ابھی اپنے کمزور طبقات میں خوش گمانیاں پھیلانے سے گریز کرو۔ یہ جو تمہیں بتائی گئیں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں ان حدود کی خلاف ورزی کے قریب بھی مت جاو۔ اللہ واضح انداز میں اس لیے تم پر اپنی ہدایات بیان فرماتا ہے تاکہ تم ایسا طریقِ کار اختیار کرو کہ وہ سب لوگ، یعنی معاشرے کے کمزور طبقات بھی قانون کی نگہداشت کرنے والے بن جائیں۔

نیز پھر تاکید ہے کہ اپنے ہی لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے مال و دولت خیانت کرتے ہوئے ناحق طور پر حاصل نہ کرو۔ نہ ہی اس غرض سے حکام تک رسائی حاصل کرو کہ اُن کے ذریعے لوگوں کے اموال کا کچھ حصہ جانتے بوجھتے ہوئے مجرمانہ انداز میں حاصل کر لو۔

وہ تم سے دین اللہ سے متعلق اصولوں کی بلند آواز میں کھلے عام تبلیغ کی حکمت کے بارے میں سوال کریں گے۔ انہیں بتادو کہ وہ وقت آ گیا ہے جب کھلے اعلانات کے ذریعے انسانوں کے روحانی ارتقاء

کیلیے ان کو اکٹھا کیا جائے [مَوَاقِیتُ للنّاس] اور تحقیق و حجت کے ذریعے ابدی سچائی کے یقین تک پہنچا جائے ۔اس لیے اطاعت و احسان کا عملی ثبوت یہ نہیں کہ تم ان تعلیمات کو معاشرے کے اشراف یا اعلیٰ خاندانوں تک چور دروازوں سے یعنی خاموش اور خفیہ انداز میں لے کر جاءو۔ بلکہ اطاعت واحسان کا عملی راستہ تو اس کا ہے جس نے پرہیز گاری سے کام لے کر اپنے نفس کو مضبوط رکھا۔ پس اپنی اشرافیہ میں دلیری کے ساتھ اپنا پیغام سامنے کے دروازوں کے ذریعے یعنی کھلے اعلان کے ذریعے لے جاءو۔ بلند درجات تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے کہ اللہ کی راہنمائی کو ذہن میں رکھو تاکہ تم کامیابیاں حاصل کر سکو۔

نیز صرف ان لوگوں سے اللہ کی راہ میں جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔یعنی جنگ صرف دفاع کا ذریعہ ہے۔ لیکن اس مہم میں بھی حدود سے تجاوز مت کرو کیونکہ اللہ تجاوز کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

اور ایسے جارحیت پسندوں کو جہاں پاو انہیں مارو اور نکال باہر کرو ایسے جیسے کہ انہوں نے تمہیں نکال باہر کیا تھا۔ دراصل یہ سازشی / فسادی ہیں اور فساد یعنی بدامنی پھیلانے کا عمل قتل سے بدتر ہے۔ اور ان لوگوں سے حرمت والے احکامات کے اطلاق کی صورت میں [عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ] جو کسی بھی معاہدے کی رُو سے جاری ہوئے ہوں،اُس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک یہ خود اُن پابندیوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تم سے جنگ پر نہ اُتر آئیں۔ اگر وہ جنگ پر اُتر آئیں تو تب تم بھی جنگ کرو۔ کافروں کو سزا دینے کا یہی طریقہ ہے۔

لیکن اگر وہ جنگ سے باز آجائیں تو رُک جاو کیونکہ ایسی صورت میں اللہ کی ذات تحفظ اور رحمت عطا کرنے پر مائل ہو جاتی ہے۔

ان لوگوں سے جنگ صرف اسی وقت تک جاری رکھو جب تک کہ فساد ختم ہو جائے اور نظامِ زندگی اللہ کی راہنمائی کے مطابق چلنے لگے۔ اس لیے اگر وہ فتنہ وفساد ختم کر دیں تو پھر کہیں کوئی زیادتی /

سختی نہ ہو سوائے ظالموں پر۔

اگر دشمن تم پر کچھ ممنوعہ شرائط کی صورتِ حال نافذ کرے تو اس کا جواب تمہاری جانب سے بھی اُسی قسم کی پابندیوں کا اطلاق ہے۔ اور یہ اصول مسلمہ ہے کہ پابندیوں کی خلاف ورزی کرنے پر کفارہ یا قصاص عائد ہوتا ہے۔ پس اس ضمن جو کوئی تمہارے خلاف اپنی حد سے بڑھے تو تم بھی اسی قدر حدود سے بڑھو۔ ساتھ ساتھ اللہ کی گرفت کا خوف دامن گیر رہے اور یہ علم میں رہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

اور کھلا رکھو اپنے وسائل کو اللہ کی راہ میں لیکن یہ بھی خیال رہے کہ کہیں خود کو اپنے ہی ہاتھوں بے وسائل کر کے برباد نہ کر لو۔ ساتھی انسانوں کے ساتھ احسان کا رویہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں سے محبت کرتا ہے جو خود اس کی عظیم صفتِ احسان اپنی ذات کے اندر سے منعکس کرتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کی منشاء پوری کرنے کے لیے اُسکے عطا کردہ نظریہ حیات کے بارے میں اپنی بحث و تکرار مکمل کرو اور پھر اس کی ترویج و ترقی کے لیے زندگی گزارو۔ لیکن اگر ایسا ہو کہ ناساز گار حالات کے حصار میں قید ہو جاو اور یہ فریضہ ادھورا رہ جائے تو پھر سیرت و کردار کے جو بھی محترم اور قیمتی اصول میسر ہوں ان پر عمل پیرا رہو۔ اور ان حالات میں اپنے سرکردہ لوگوں کا گھیراو بھی نہ کرو جب تک کہ راہنمائی کے قیمتی اصول و قواعد پھیل نہ جائیں اور مضبوطی سے اپنی جگہ نہ بنا لیں ۔اس کے باوجود اگر تم میں سے کوئی ابھی اپنے ایمان و یقین کے معاملے میں کسی کمزوری یا شبہ میں مبتلا ہو، یا اپنے سربراہ کی طرف سے کسی تکلیف یا سزا کا مستوجب ہوا ہو تو وہ اس کی تلافی اس طرح کرے کہ پرہیز کی تربیت حاصل کرے، یا اپنے برحق موقف کو ثابت کر دکھائے، یا اپنی ذات کی پاکیزگی کا عمل سرانجام دے۔ جب تم امن و سکون کی صورتِ حال میں واپس آجاو، تو پھر جس نے حق کی پیروی اور ترقی میں زندگی گزاری اور حجت تمام کرنے تک کے عمل سے فائدہ اٹھا لیا ہو تو

اس کو جو بھی راہنمائی کے قیمتی اصول میسر آ جائیں وہ ان پر کاربند رہے۔ اور جس کو یہ سب حاصل نہ ہوا ہو تو وہ حجت کے عمل کے ضمن میں تین ادوار کی پرہیز گاری کی تربیت حاصل کرے۔ اگر تم اس مشن سے رجوع کر چکے ہو یعنی اس فریضے کو ترک کر چکے ہو تو پھر از سرِ نو متعدد بار کی پرہیزی تربیت ضروری ہو گی۔ معاشرے کے ارتقائی مرحلے کی تکمیل کا یہ ہی طریقہ ہے۔ یاد رہے کہ یہ تمام طریق کار اُن مخصوص افراد کے لیے تجویز کیا گیا ہے جن کی اہلیت یا استعداد ابھی واجب الادا احکامات کو تسلیم کرنے یا ان کی مکمل اطاعت پر کاربند رہنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ البتہ تم سب اجتماعی طور پر اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرتے رہو اور یہ جان لو کہ اللہ کی گرفت شدید ہوتی ہے۔

اللہ کی راہنمائی کو سمجھنے کے لیے دلیل و مباحث کرنے کا طریقہ کار بہت معروف ہے اور جو بھی اس طریقہ کار کی رُو سے اتمامِ حجت خود پر واجب کر لے تو یاد رہے کہ حجیت یعنی دلائل و مباحث کے معاملے میں نہ قانون شکنی، نہ ہی لڑائی جھگڑا اور نہ ہی بدزبانی کی اجازت ہے۔ پس اس معاملے میں تم جو بھی اچھائی کا طریق کار اختیار کرو گے وہ اللہ کے ریکارڈ میں درج ہو جائیگا۔ تو آؤ آگے بڑھو کیونکہ بہترین ارتقاء کا راستہ تقویٰ میں ترقی ہے۔ پس اے اہلِ علم و دانش تقویٰ یعنی تحفظِ ذات کا راستہ اختیار کرو۔

اس فریضے کی تمام کاروائیوں کے دوران تم پر قطعا ممنوع نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے رہو یعنی معاشی سرگرمیوں میں مصروف رہو۔ جب تم اعتراف و اقرار کے مرحلے تک پہنچ کر صدقِ بسیط سے مالا مال ہو جاو تو ایسے طور طریق یا رسومات کا سامنا کرنے پر جو ممنوع / ناجائز ہوں اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پیشِ نظر رکھو اور اُن سے اُسی طرح نصیحت حاصل کرو جیسے اس نے تمہیں راہنمائی دی ہے، خواہ قبل ازیں تم اس ضمن میں گمراہی میں تھے۔

بعد ازاں اپنے حاصل کردہ علم کو اس درجے تک پھیلا دو جیسے کہ انسان زمین پر پھیلے ہوئے آزادی

سے نقل و حرکت کرتے ہیں، اور اللہ سے تحفظ مانگتے رہو۔ بیشک اللہ تحفظ اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔

پھر اگر تم نے اپنی ذات کی تطہیر کا عمل سر انجام دے لیا تو اس کے بعد بھی اللہ کے قوانین کو یاد کرتے رہو جیسے کہ تم اپنے اسلاف کو یاد کیا کرتے ہو، یا اس سے بھی زیادہ شدت سے یاد کرو۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اصرار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں ہی سب کچھ دے دیا جائے۔ تو یاد رہے کہ ایسے لوگوں کے لیے اگلے بلند تر درجۂ زندگی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

مگر انسانوں میں ایسے راست سوچ کے مالک بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی بہتری عطا کر اور حیاتِ آخرت میں بھی، اور اس طرح ہمیں حیاتِ آخرت سے محرومی کے اُس عذاب سے بچالے جو انسان کی خرمنِ ہستی کو آگ کی طرح پیہم جلاتا رہیگا۔ دراصل یہی وہ انسان ہیں جن کی جدوجہد کے نتیجے میں ان کے نصیب میں سب کچھ ہو گا، کیونکہ اللہ کا احتساب بہت سرعت سے رُوبہ عمل ہوتا ہے۔

اُن اہم الفاظ کے معانی جو سابقہ متن میں بریکٹوں میں نشان زد کیے گئے ہیں:-

[الصِّيَامُ] : صیام۔ / ساکت بغیر حرکت کھڑے ہو جانا / بچنا / پرہیز کرنا / اجتناب کرنا۔ abstinence

معرف باللام ہونے کی جہت سے جب یہ قرآنی اصطلاح "الصیام" بنتی ہے تو اس کا معنی ہے: ایک خاص پیرائے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تابعداری کرنا، (Lane)۔ ایک مخصوص پرہیز و اجتناب کی تربیت کا نظام۔

[أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ]: تیاری preparation کے دن یا دور۔

[مَّرِيضًا] : مریض۔ کمزوری میں، بیمارِی میں، روگ میں، نقص، تقصیر، کوتاہی میں ہونا۔ وہ جس کے قلب میں دین وایمان میں نقص یا شبہ ہو[الراغب]

[سَفَرٍ] : زمین کا سفر، علم و عرفان کے حصول کا سفر، دریافت اور ترقی کے آسمان پر چمکنا/ جگمگانا/ واضح ہونا/ جلوہ گر ہونا/ نتیجہ نکالنا۔ گھر میں جھاڑو دینا اور کوڑا کرکٹ صاف کرنا۔

اسفار: وہ کتب جو حقائق بیان کرتی ہیں

To unveil, uncover, to shine, glow, to yield, achieve, bring to end result, to rise.

[فِدْيَةٌ] : compensation، بدل، تلافی، مال دے کر خود کو چھڑانا، کسی کا زرِ فدیہ ادا کرنا۔

[تَصُومُوا] : تم بچتے ہو، تم اجتناب یا پرہیز کرتے ہو، تم ساکت کھڑے ہوتے ہو۔ you abstain, avoid, you serve God in a particular way، ایک خاص پیرائے میں اللہ کی تابعداری کرنا۔

[رَمَضَانَ] : ایسی گرمی جو جلا دے، سخت گرمی کی کیفیت، تلواروں کو پتھر پر رگڑ کر تیز کرنا، burning heat۔

[شَهْرُ]: کوئی مشہور صورتِ حال، ایک برائی، غلط کام، بڑا/ بھاری/ مشہور/ بدنام/ عمومی/ ظاہر/ جانی بوجھی/ مہینہ۔

/Notorious/ Known/ manifest/ public

[هُدًى]: راہنمائی، ہدایت، مصدری شکل میں ایک دائمی ضابطۂ سیرت و کردار

[الْفُرْقَانِ]: صحیح و غلط میں فرق کرنے والا؛ معرف باللام کی جہت سے قرآن کی صفتِ فرقانیت۔

[الشَّهۡرَ]: مخصوص عمومی مشہور یا بدنام صورتِ حال / مہینہ / وجہ شہرت

[فَلۡیَصُمۡہُ]: تو وہ اس سے اجتناب کرے / بچے

[لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ]: پرہیز اور تربیت کے نظام کا فقدان / تاریکی / غیاب؛ الصیام: ایک مخصوص پرہیز و تربیت۔

[نِسَآئِکُمۡ]: تمہارا کمزور طبقہ

[الرَّفَثُ]: بدزبانی اور توہین سے پیش آنا

[تَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ]: اپنے ہی لوگوں کے ساتھ خیانت کرنا، ان کے حقوق غصب کرنا۔

[بَاشِرُوۡھُنَّ]: راست تعلق رکھنا۔ اچھی خبر دینا۔

[وَکُلُوۡا]: کھانا، حاصل کرنا

[وَاشۡرَبُوۡا]: مشرب، طریق کار، مسلک اختیار کرنا

[الۡفَجۡرِ]: فجر: صبح، صبح کی روشنی۔ الفجر: دین کی روشن صبح

[الۡخَیۡطُ الۡاَبۡیَضُ مِنَ الۡخَیۡطِ الۡاَسۡوَدِ]: سیاہ دھاگے سے سفید دھاگے کی تمیز، یعنی خیر اور شر، نیکی اور بدی میں فرق۔

[الصِّیَامَ]: قرآنی خطوط کے مطابق پرہیز اور تربیت کا نظام؛ معرف باللام کی وجہ سے ایک مخصوص پرہیز و اجتناب۔

[اِلَی الَّیۡلِ]: بدی کے تمام اندھیروں تک؛ معرف باللام ہونے کی جہت سے عام رات نہیں بلکہ ایک خاص تاریکی کی کیفیت۔

[الۡمَسَاجِدِ]: احکاماتِ الٰہی، احکامات اور ان کی تعمیل، معرف باللام ہونے کی جہت سے مخصوص احکام۔

[عَاکِفُوۡنَ]: غور و فکر کرنے اور نظم و ضبط مرتب کرنے والے، علیحدگی میں بیٹھنے والے۔

[الْأَهِلَّةِ]: پکار، اعلانات؛ معرف باللام ہونے کی جہت سے دین اللہ سے متعلق مخصوص اصولوں کی بلند آواز میں تشہیر۔

[مَوَاقِيتُ]: واحد: میقات؛ اکٹھا کیے جانے کا وقت / وعدہ / مقام، کسی کام کے لیے مقررہ جگہ / وقت۔

[الْبُيُوتَ]: معرف باللام؛ اشراف، اعلیٰ خاندان / حکمران خاندان / ادارے، عبادت گاہیں؛ عمومی معنی بیت کی جمع، وغیرہ

[ظُهُورِهَا]: بیک ڈور سے یعنی چور دروازے سے

[عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ]: مقدس، محترم، واجب التعمیل / پابندی والے احکاماتِ / معاہدے

[الشَّهْرُ الْحَرَامُ]: پابندیوں لاگو ہونے کی معلوم کیفیت یا حالات یا شرائط

[لِلَّـهِ]: اللہ کی منشاء پوری کرنے کے لیے

[وَأَتِمُّوا الْحَجَّ]: حج: حجت تمام کرنا؛ الحج: اللہ کے عطا کردہ نظریے کے بارے میں اپنی حجت یعنی دلیل وبرہان مکمل کرنا۔

[الْعُمْرَةَ]: عمرہ: زندگی / عمر گذارنا؛ العمرۃ: ایک خاص نظریے کی ترویج و ترقی کے لیے زندگی گزارنا۔

[فَفِدْيَةٌ]: بدل / تلافی

[صِيَامٍ]: پرہیز / اجتناب / بچنے / رکنے کا نظام وتربیت،

[صَدَقَةٍ]: اپنے برحق موقف کو ثابت کر دکھانا

[الھدیُ]: عمومی: وہ قربانی جو جانور کی صورت میں حرم میں کی جاتی ہے۔ قرآن کی اس آیت: حتٰی یبلغ الھدیُ محلہ: میں الھدی کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا واحد ھدیۃ اور ھدِیۃ ہے۔ کہا جاتا ہے: ما احسن ھدیتہ: اس کی سیرت کس قدر اچھی ہے۔ مزید معانی:

تحفہ ، نذرانہ، عطیہ، اسیر ، قیدی، صاحبِ عزت، سیرت، طریقہ، بھیجنا، anything venerable or precious۔

[نُسُکٍ]: اپنی ذات کی پاکیزگی کا عمل، purify/wash oneself, to lead a devout life, be pious.

[الحَجُّ]: دین اللہ پر یقین لانے کے لیے تحقیق، دلائل و حجت

[اَشْهُرٌ]: بہت معروف طریق کار، best known, apparent, conspicuous, manifest, notorious

[عَرَفَاتٍ]: پہچاننا، تسلیم کرنا، اقرار کرنا، سوسائٹی کا رسم و رواج، شائستہ ، صحیح، اعتراف، رکنے کی جگہ۔

[اَفِيضُوا]: بھر جانا، بھر کر باہر گرنا، کھل جانا، واپس آنا، انڈیلنا، پھیلانا، آزادی سے بہنا، بھیڑ کیساتھ ایک سے دوسری جگہ جانا۔

[الصِّيَامُ] : صیام۔ / ساکت بغیر حرکت کھڑے ہو جانا / بچنا / پرہیز کرنا / اجتناب کرنا۔ abstinence

معرف باللام ہونے کی جہت سے جب یہ قرآنی اصطلاح "الصیام" بنتی ہے تو اس کا معنی ہے: ایک خاص پیرائے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تابعداری کرنا، (Lane)۔ ایک مخصوص پرہیز و اجتناب کی تربیت کا نظام۔

[تَصُومُوا] : تم بچتے ہو، تم اجتناب یا پرہیز کرتے ہو، تم ساکت کھڑے ہوتے ہو۔ you abstain, avoid, you serve God in a particular way.، ایک خاص پیرائے میں اللہ کی تابعداری کرنا۔

[رَمَضَانَ] :ایسی گرمی جو جلا دے، سخت گرمی کی کیفیت، تلواروں کو پتھر پر رگڑ کر تیز کرنا، burning heat۔

[شَھْرُ]: کوئی مشہور صورتِ حال، ایک برائی، غلط کام،

بڑا / بھاری / مشہور / بدنام / عمومی / ظاہر / جانی بوجھی / مہینہ۔

/Notorious/Known/ manifest/ public

[فَلْيَصُمْهُ]: تو وہ اس سے اجتناب کرے / بچے

[لَيْلَةَ الصِّيَامِ]: پرہیز اور تربیت کے نظام کا فقدان / تاریکی / غیاب؛ الصیام: ایک مخصوص پرہیز و تربیت۔

"صوم"، "صیام" اور "الصیام" کا غلط ترجمہ اور اس سے پیدا شدہ وسیع پیمانے کی گمراہی :

آیئے اللہ تعالیٰ کے فرمان کو لفظ بہ لفظ غور سے پڑھتے ہیں۔ فرمایاہے: کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون"۔

غور فرمایئے،،،،،،الصیام تم پر اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تمہارے قبل کے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے،،،،، تاکہ،،،،،،، تم سب،،،،،، "پرہیز گار"،،،،،،،،، ہو جاو۔

بالکل صاف طور سے فرمایا گیا کہ "الصیام" کا مقصد "پرہیز گاری" یعنی تقویٰ ہے۔ یا کچھ ایسا کام ہے جو تقویٰ یعنی پرہیز گاری کے مترادف معنی دیتا اور اسی متعین مقصد کی جانب لے جاتا ہے۔

اس سے یہ بھی کلیر ہو گیا کہ الصیام کا لغوی معنی بھی کچھ ایسا عمل ہی ہونا چاہیئے جس سے پرہیز گاری پیدا ہوتی ہے۔ یعنی الصیام دراصل پرہیز گاری کا ایک تربیتی نظام یا کورس ہے۔

پھر ہم جب صوم کے مادے کے معنی کی جانب جاتے ہیں تو واضح طور پر لکھا ہوا نظر آتا ہے کہ یہ وہ

عمل ہے جس میں : بچنا،،،اجتناب کرنا،،،،رک جانا،،،پرہیز کرنا،،،، پایا جاتا ہے۔[Lane's Lexicon، مفردات راغب، قاموس الوحید، وغیرہ وغیرہ]

پس بالکل واضح ہے کہ "صیام " وہ تربیتی نظام یا کورس ہے جس سے انسان میں "پرہیز گاری" پیدا ہوتی ہے۔

جب یہاں "رک جانے "یا"پرہیز / اجتناب کرنے" کے ساتھ کھانے پینے کی قماش کا کوئی تناظر ہی ملحق نہیں پایا جاتا، تو ہم کس بنا پر یہ استنباط کر سکتے ہیں کہ صوم یا صیام کا معنی "کھانے پینے کا روزہ" ہے ؟؟؟

آپ کتنی بھی کوشش کر لیں، صوم یا صیام کے معنی میں کھانے پینے سے پرہیز آپ کو نہیں ملے گا جب تک کہ آپ آنکھیں بند کر کے روایتی تراجم و تفاسیر کی پیروی شروع نہ کر دیں۔

اور یہ بھی مشاہدہِ عام ہے کہ بھوک و پیاس پرہیز گاری تو کیا پیدا کرے گی،،،، اس سے تو نہ صرف کھانے کی ہوس بڑھتی ہے، بلکہ انسان کوئی بھی محنت و مشقت کا کام کرنے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ صرف اور صرف،،،،، مذہبی جنون کی کارفرمائی کے باعث،،،،،، خود اذیتی کے ایک ایسے عمل سے گذرتا ہے جو اس کی تمامتر کسبی اور تخلیقی صلاحیتیں سلب کر لیتا ہے۔

اب مزید آگے آیئے، تو دیکھتے ہیں کہ درجِ الٰہی فرمان اپنے مسخ شدہ روایتی ترجمے کی عنایت سے کس طرح ایک جھوٹے اور غیر تاریخی بیان کی صورت اختیار کر لیتا ہے[نعوذ باللہ]:

"الصیام [روزے] تم پر اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تمہارے قبل کے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے،،،،، تا کہ،،،،،،، تم سب،،،،،، "پرہیز گار"،،،،،،،،، ہو جاو۔"

تاریخ اور تمام صحیفے اس پر شاہد ہیں کہ جو روزے صیام کے نام پر مسلمان پر تھوپے گئے ہیں، وہ آج تک کسی بھی قوم پر نہ تھوپے گئے، نہ ہی کوئی قوم اس خود اذیتی پر عمل کرتی نظر آتی ہے۔

اگر آپ کے مشاہدے میں کبھی آیا ہو کہ پچھلی قومیں بعینہٖ ایسا ہی کوئی فریضہ ادا کر رہی ہیں، تو ضرور حوالہ دیں۔

فلہٰذا فرمانِ الٰہی تب ہی سچ اور حقیقت کے معیار پر پورا اترے گا جب اس میں شامل لفظ "الصیام" کے درست معانی کا اس ترجمے پر اطلاق کیا جائیگا۔۔۔۔۔۔یعنی ایک ایسا تربیتی کورس یا نظام جس سے انسان میں برائیوں سے اجتناب، رکاوٹ، اور پرہیز گاری [تقویٰ] پیدا ہو جائے۔ یہی اس حکم کا مقصد بھی ہے جو صاف طور پر بیان کیا گیا ہے۔

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 9

سورۃ قریش

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیش نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات[themes]پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تیئں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریباً ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے ۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آرہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

سورۃ قریش کے اس جدید عقلی اور منطقی ترجمے کی بنیاد اس فلسفے پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کسی بھی قبیلے کا بالتخصیص ذکر اپنی کتابِ عظیم میں فرما کر اسے کیوں دیگر قبائل یا اقوام پر فضیلت بخشنے کا قصد کرے گی جب کہ اس کی تعلیمات کے مطابق ذات، قبیلے، نسل، زبان وغیرہ کی بناء پر کسی کو کسی پر کوئی استحقاق یا فضیلت نہیں ہے؟ دوسری جانب اسلامی تحریک کی جاری جدوجہد میں قبیلہ قریش کا ذکر کسی قدیم تاریخی نصیحت آموز واقعے سے متعلق یا منسلک بھی نہیں کہ اس کا ذکر سبق حاصل کرنے کے مقصد سے کیا جاتا، جیسے کہ قوم عاد و ثمود، یا قوم لوط یا فرعون وغیرہ کا۔ جبکہ اُس جاری جدوجہد سے متعلق تواریخ میں صرف قریش ہی کا نہیں دیگر کئی قبائل کا ذکر اور نمایاں کردار بھی موجود ہے۔ تو یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں اسلامی تحریک سے متعلق اگر قریش کا واقعی ذکر کیا گیا ہے تو دیگر نمایاں قبائل کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔

آخر قریش ہی میں بنو ہاشم بھی شامل تھے جن کے سرداران کے خاندان میں رسالتمآب کے علاوہ بھی اسلام کے حامیان موجود تھے۔ نیز حضرت عثمان[ر] جو اسلام کے اولین مجاہدین میں شامل تھے، قریش ہی کی بنو امیہ شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور قرین عقل و قیاس ہے کہ دیگر بہت

سے قریشی حضرات بھی اسلامی تحریک میں اولین دور ہی سے شامل ہوں گے۔ فلہذا قبیلہِ قریش کی مجموعی نافرمانی کا ذکر، یا کعبے کی پیشوائیت اور اس کی بنا پر حاصل کردہ خوشحالی کی جانب باقاعدہ نام لے کر واضح اشارہ دینے، اور اس ذریعے سے انہیں ایک نمایاں مقام عطا کرنے کا کوئی حتمی جواز سمجھ میں نہیں آتا۔ کئی تراجم اسی سورۃ سے قریش کے تجارتی قافلوں کا ذکر بھی اخذ کرتے ہیں، جبکہ یہاں ایسا کوئی اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔۔۔۔

یہ مانا کہ قبل از اسلام دور کے عرب کی سیادت قریش کے ہاتھ میں تھی۔ اور اسلامی تحریک کو اولین محاذ آرائی کا سامنا انہی کے ساتھ درپیش ہوا تھا۔ لیکن یہ آیت ایک ایسے قبیلے کو نمایاں مقام کیوں دے گی جن کے ہاتھوں بعد ازاں صرف ۳۵ ہجری میں ہی اسلامی خلافت کی تباہی اور ملوکیت کے قیام کی بنیاد پڑی۔ اور حقیقی اسلامی فلاحی ریاست ایک استحصالی فرعونیت میں تبدیل ہو گئی۔ پس مقام غور و فکر ہے صاحبانِ دانش کے لیے، اور اسی غور و فکر کے ضمن میں پیشِ خدمت ہے ایک ایسا ترجمہ جو خالصتا تحقیقی بنیادوں پر مستند ماخذات کے حوالے سے حیطہِ تحریر میں لایا گیا ہے۔

سورۃ ١٠٦: قریش

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ﴿١﴾ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ﴿٢﴾ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ﴿٣﴾ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ﴿٤﴾

عمومی ترجمہ [ا]: """ قریش کے مانوس کرنے کے سبب، یعنی ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب، لوگوں کو چاہیئے کہ اس نعمت کے شکر میں اس گھر کے مالک کی عبادت کریں، جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف میں امن بخشا۔""" [جالندھری]

عمومی ترجمہ [۲]: """اس لیے کہ قریش کو میل دلایا، ان کے جاڑے اور گرمی دونوں کے کُوچ میں میل دلایا [رغبت دلائی]، تو انہیں چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں، جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا، اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا"""۔ [احمد رضا خان]

آپ اتفاق کریں گے کہ ان "شاہکار تراجم" کو پڑھکر، اور ان پر قلب وذہن کی تمام صلاحیتیں مرتکز کرکے بھی آیت مبارکہ کے مافی الضمیر کا کوئی ربط یا سر پیر سمجھ میں نہیں آتا۔ فلہذا یہ عاجز پورے وثوق کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ درجِ بالا اور دیگر روایاتی تراجم عقل و فہم و دانش کی توہین کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر یہ تراجم قارئین میں سے کسی کے ذہن میں کوئی واضح صورتِ حال پیش کرتے ہوں، اور بات کو کسی قدر سمجھانے میں کوئی مدد کرتے ہوں، تو درخواست ہے کہ اس عاجز کو بھی اپنے شرحِ صدر میں حصہ دار بنائیں۔ یہ عاجز شکر گذار ہو گا۔

اور اب جدید تحقیقی بنیادوں پر کیا گیا ترجمہ:

۱۰۶/۱: لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ

تمام اطراف و جوانب سے اکٹھا کیے گئے باہم متحارب لوگوں [قُرَيْشٍ] کی آپس میں انسیت، تنظیم سازی اور اتحاد کی خاطر [لِإِيلَافِ]،

۱۰۶/۲: إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ

نیز انہیں سرد و گرم موسموں کی آمد و رفت کے دوران [رِحْلَةَ] محبت، دوستی اور ہم آہنگی [إِيلَافِهِمْ] کے بندھنوں میں باندھے رکھنے کے لیے،

۱۰۶/۳: فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ

یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ تمہارے قائم کردہ اس نظریاتی ادارے یا مرکز کے مربی و مالک کی

اطاعت و فرمانبر داری اختیار کریں۔

۱۰۶/ ۴: الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

اور ان پر واضح کر دیا جائے کہ یہ وہی ہستی ہے جو انہیں بھوک اور احتیاج میں سامانِ پرورش و نشوونما اور حالت خوف و اندیشے میں امن فراہم کرتی رہی ہے۔

بریکٹوں میں دیے گئے الفاظ کے مستند تراجم:

[قُرَيْشٍ]: قرش: ادھر اُدھر سے اکٹھا کر کے ملانا؛ باہم لڑانا؛ کمانا، فوائد حاصل کرنا، اکسانا، مال و دولت والے، چھوٹی اور خوبصورت شارک مچھلی

[لِإِيلَافِ]: ایلاف: الف: واقف، مانوس ہونا، عادی ہونا، تربیت پا لینا، متحد ہونا، شریک ہونا، ملنا، اکٹھے ہونا، ہم آہنگ ہونا، ساتھ اور دوست بننا، محبت کرنا، پسند، منظور کرنا، اثر انداز ہونا، عہد و پیمان، تحفظ، سلامتی

[رِحْلَةَ]: رحل: روانگی، روانہ ہونا، چلے جانا، دور ہٹ جانا، ہجرت کر جانا، منتقل ہو جانا، بھیج دینا، ادھر ادھر پھرتے رہنا، خانہ بدوشی کی زندگی گذارنا، اونٹ کو زین ڈالنا۔ سفر۔ دورۃ۔ ٹور۔ ٹرپ: رحلۃ الشتآء = موسمِ سرما کا گذرنا؛ رحلۃ الصیف = موسمِ گرما کا گذرنا؛ یہاں موسموں کے سفر، یعنی موسموں کے آنے جانے کا ذکر ہے۔ وقت کے سفر کا ذکر ہے۔ کسی تجارتی قافلے کے سفر کا نہیں۔

اور اب رواں ترجمہ:

تمام اطراف و جوانب سے اکٹھا کیے گئے باہم متحارب لوگوں کی آپس میں انسیت، تنظیم سازی اور اتحاد کی خاطر، نیز انہیں سرد و گرم موسموں کی آمد و رفت کے دوران، یعنی وقت کے گذران کے ساتھ ساتھ، محبت، دوستی اور ہم آہنگی کے بندھنوں میں باندھے رکھنے کے لیے، یہ نہایت ضروری

ہے کہ وہ سب تمہارے قائم کردہ اس نظریاتی ادارے یا مرکز کے مربی و مالک کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں۔ ان پر واضح کر دیا جائے کہ یہ وہی ہستی ہے جو انہیں بھوک اور احتیاج میں سامانِ پرورش و نشوونما اور حالت خوف و اندیشے میں امن فراہم کرتی رہی ہے۔

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 10

قصہ حضرت ایوب علیہ السلام

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیشِ نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات[themes]پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تئیں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیشِ نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریبا ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آ رہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

مفروضہ ہولناک بیماریوں، عجیب و غریب ابتلاءوں اور صبر ایوبی کی حقیقت

اناجیل سے حاصل کی گئی روایات کے مطابق حضرت ایوب کو اپنی زندگی میں شیطان کی مداخلت کے سبب بے حد و حساب مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور وہ ایک انتہائی مالدار اور وسیع اہل و عیال کے مالک ہونے کے باوجود کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئے۔ نیز سوائے ایک زوجہ محترمہ کے ہر ایک رشتہ دار ان کا ساتھ بھی چھوڑ گیا۔ مختلف فاضل مترجمین نے، جن میں متقدمین و متآخرین سب ہی شامل ہیں، آپ کی ذاتِ عالی کے ساتھ مختلف النوع بیماریاں بھی منسلک فرما دیں۔ جن میں ایک ایسی بیماری کا ذکر بھی ہے کہ آپ کا سارا جسم پیپ دار پھوڑوں سے بھر گیا تھا اور آپ تعفن اور مادوں کے رسنے کے باعث ریت یا راکھ پر لیٹے رہتے تھے۔ آپ کی زوجہ ہی آپ کی تیمار دار تھیں جو آپ پر پنکھا جھل کر مکھیاں اور دیگر حشرات آپ سے دور کرتی تھیں اور آپ کے کھانے پینے کا بھی اس طرح بندوبست کرتی تھیں کہ لوگوں کے گھروں میں کام کاج کرتی تھیں۔ مرحوم و مغفور جنابِ علامہ پرویز نے تو انجیل کے بیان سے متاثر ہو کر آپ کو سانپ سے ڈسوا کر مار گزیدہ بھی قرار دے دیا کیونکہ اناجیل میں شیطان کو سانپ کے نام سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر جب آپ

کے صبر کی انتہاء ہو گئی تو آپ نے اپنے رب کو پکارا۔ پس آخرِ کار اللہ تعالیٰ نے آپ کا امتحان ختم فرمایا۔ آپ کے پیر کی ٹھوکر سے ایک چشمہ جاری ہوا جس کے پانی کو استعمال کرنے سے آپ کے جسمانی روگ دور ہو گئے [سانپ کا زہر بھی دور ہو گیا جس نے سالہاسال آپ کے جسم کو متاثر کیے رکھا]۔اور تمام بچھڑے ہوئے عزیز رشتہ دار بھی آپ سے آ ملے۔ پھر آپ ما قبل سے بھی بہتر صحت، مال و دولت، جاہ و حشم اور اہل و عیال سے مالا مال ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک سو چالیس سال عمر پائی اور اپنی نسل سے چار اگلی پشتیں دیکھیں۔ ابتلا کے دوران آپ کی واحد خدمتگار بیوی سے شیطان نے سازش کے ذریعے کوئی غلط بات بھی کہلوا دی، جس کا انکشاف ہونے پر آپ نے انہیں سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی۔ لیکن پھر اللہ نے سو تنکوں کی ایک جھاڑو ایک مرتبہ مار دینے کی ہدایت دے کر آپ کو زوجہِ محترمہ پر یہ ظلم کرنے سے بھی بچا لیا۔ دیکھیے مروجہ تفاسیر !!
۔۔۔۔۔۔۔"چہ بوالعجبی است"۔۔۔!!

حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ نزدیک اور دُور سے، یا تاویل و ترکیب سے، ایسا کچھ بھی قرآن کے صفحات میں درج نہیں پایا گیا۔

لہذا، فاضل مترجمین کی عقل و دانش کا نوحہ پڑھنے میں وقت ضائع کرنے کی بجائے، آیئے ہم ایک مثبت انداز میں متعلقہ آیات کا ایک انتہائی منطقی اور مستند ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اس ضمن میں قرآنِ حکیم نے جو کچھ فرمایا ہے اسے وضاحت اور شرح و بسط کے ساتھ قلمبند کر دیا جائے اور اساطیری کہانیوں کے پیچھے پوشیدہ حقیقت واشگاف انداز میں سامنے آ جائے۔

یہ ترجمہ قرآن کے اُسی اعلیٰ ادبی اور علمی اسلوب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کیا جائیگا جس کا حسب سابق سلسلہ ساتھیوں کی ہمت افزائی کے باوصف شروع کیا گیا ہے۔ لفظی ترجمے کے رجحان کو قطعی کالعدم قرار دیتے ہوئے، عبارت کے استعاراتی، تشبیہاتی اور محاوراتی اسلوب بیان کو بہر صورت

اجاگر کیا جائیگا۔ اس انداز کے ترجمے کی خصوصیت یہ ہے کہ نہ صرف عبارت کا مافی الضمیر واضح ہو کر اور نکھر کا سامنے آ جاتا ہے بلکہ لفظی ترجمے کی بنیاد پر ایک زبان سے دوسری زبان میں مواد کی منتقلی کرنے کے غلط عمل سے متن کے معانی کو سمجھنے میں جسقدر گمراہی پھیلتی ہے اس کا بھی مکمل سدباب ہو جاتا ہے۔ نیز قرآن کی تحریر کے ادبِ عالی کے انداز کی ترجمے میں بھی بعینہٖ مطابقت کرنے سے، ترجمے کے بعد کسی بھی مزید تشریح و تفسیر کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ یہ امر اس تحریر کو پڑھنے والے عین الیقین سے دیکھ لیں گے۔

تو آیئے اللہ تعالیٰ کے بابرکت اسمِ عالی سے شروع کرتے ہیں ۔ سورۃ الانبیاء میں دیگر انبیاء علیہ السلام کے خصائص اور ان کو پیش آمدہ مشکلات کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کے مشن کے بارے میں بھی کچھ نصیحت آموز واقعات بیان فرماتے ہیں۔

۲۱/۸۳ :وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٨٣﴾

اور اے نبی یاد کرو اپنے اس مشکلات کے دور میں ایوب [علیہ السلام] کو جب انہوں نے اپنے نشوونما دینے والے کو پکارا اور کہا کہ میں اپنے فریضہِ نبوت کی ادائیگی میں مشکلات کا شکار ہو گیا ہوں [مَسَّنِيَ الضُّرُّ] لیکن یقین رکھتا ہوں کہ تُو سامان رحمت و تحفظ عطا کرنے والوں میں سب سے عظیم عطا کرنے والا ہے، سو تُو مجھے بے آسرا نہیں چھوڑے گا۔

۲۱/۸۴ : فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ ۖ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿٨٤﴾

پس ہم نے فی الفور انہیں ان کی پکار کا جواب دیا اور ایسی رہنمائی دی کہ وہ جن مشکلات کا شکار ہو گئے تھے وہ ان سے دور ہو گئیں [كَشَفْنَا]۔ اور پھر ہم نے انہیں ان کی قوم سے بھی ملا دیا، نیز انہی کی مانند اانہیں اور بھی افرادی قوت [وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ] عطا کر دی۔ یہ ہماری طرف سے ان کے لیے سامانِ رحمت تھا اور ہمارے فرماں بردار بندوں کے لیے [لِلْعَابِدِينَ] ایک عمومی سامانِ نصیحت۔

۳۸/۴۱ :وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿۴۱﴾

اور اے نبی تم اپنی موجودہ مشکلات میں ہمارے بندے ایوب کا معاملہ یاد کرو جب اس نے اپنی مشکلات کے پیشِ نظر اپنے رب ہی کو پکارا تھا اور کہا تھا کہ میرے مقدس فریضے کی ادائیگی کو ایک سرکش و بدکردار [الشَّيْطَانُ] انسان نے دشمنی اور مخالفت کے جنون میں [بِنُصْبٍ] مصائب اور تکالیف [عَذَابٍ] کا شکار کر دیا ہے۔

۳۸/۴۲ :ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۖ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿۴۲﴾

پس ہم نے بذریعہ وحی انہیں ہدایت دی کہ اپنے پیروں کو زمین پر تیزی سے حرکت دیتے ہوئے اس بستی سے چل پڑو یعنی ہجرت اختیار کرو [ارْكُضْ بِرِجْلِكَ] اور ایک دیگر مقام کا قصد کرو۔ اور ان کو ایسے مقام کی نشاندہی کر دی گئی جہاں قلوب کی صفائی و پاکیزگی کے مواقع موجود تھے [مُغْتَسَلٌ] اور جہاں وحی کی روشنی میں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوتی اور زندگی کے لیے ایک صحیح رجحانِ طبع، یا مسلک و مشرب [شَرَابٌ] کی پیروی کی جاسکتی تھی۔

۳۸/۴۳ :وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

اور پھر اسی جگہ پر ہم نے ان کے ساتھ ان کے نظریاتی ساتھی بھی ملا دیے جو وہ پیچھے چھوڑ آئے

تھے اور انہی کے ہم خیال دیگر ساتھی بھی۔ یہ ان پر ہماری خاص رحمت و عنایت تھی۔ نیز صاحبانِ عقل و شعور کے لیے[لِأُولِي الْأَلْبَابِ] اس واقعے میں سامانِ نصیحت بھی ہے۔

۳۸/۴۴ :وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

پھر ہم نے انہیں ہدایت دی کہ تم اپنی قوت اور استعداد سے کام لے کر [بِيَدِكَ] اپنی افرادی قوت کو منظم و متحد کرو[ضِغْثًا]اور اس کے ساتھ تبلیغِ حق کے لیے زمین پر پیش قدمی کرو[فَاضْرِب بِّهِ]اس انداز میں کہ اس جدوجہد میں تمہاری جانب سے کسی حلف، یا عہد، یا اصول کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے[لا تَحْنَثْ]۔ بیشک ہم نے انہیں ان کے مشن پر استقلال اور استقامت سے [صَابِرًا]جمے ہوئے پایا۔ وہ ایک ارتقاء یافتہ، اعلیٰ اقدار کا مالک، یعنی مہربان اور نیک بندہ تھا[نعم العبد]۔ بیشک وہ ہر مشکل میں اپنے رب کی ہدایات و تعلیمات کی جانب رجوع کرنے والا تھا[أَوَّابٌ]۔

اور اب بریکٹ شدہ مشکل الفاظ کے مستند تراجم جو دس عدد مشہورِ زمانہ لغات میں تحقیق کے ذریعے لیے گئے ہیں:

[مَسَّنِيَ الضُّرُّ]: مس الضر: تکلیف میں مبتلا ہونا، تکلیف کا شکار ہونا، تکلیف کی پکڑ میں آ جانا۔ رکاوٹ، نقصان، پریشانی لاحق ہو جانا۔

[كَشَفْنَا]: کشف: کھینچ کر دور کر دینا؛ دور ہٹا دینا؛ کھول دینا؛ دریافت کر لینا۔

[لِلْعَابِدِينَ] ؛ عابدین: عبادت کرنے والے، یعنی فرماں برداری، تابعداری، حکم بجا لانے اور اطاعت کرنے والے۔

[الشَّيْطَانُ]؛مادہ شطن: معنی سرکش، متکبر، ایمان نہ رکھنے والا، باغی، ضدی، ہٹ دھرم، بدکردار devil, one excessively proud/corrupt, unbelieving/rebellious/insolent/audacious/obstinate/perverse, rope,

[بِنُصْبٍ]: دشمنی اور مخالفانہ جذبے کے ساتھ؛ نصب: مخالفانہ یاد شمنی کا عمل؛ مشکلات جھیلنا؛ زچ ہو جانا؛ تھک جانا؛ مشکلات پریشانیاں اور مصائب جھیلنا؛ عقل و شعور استعمال کرنا، محنت و مشقت کرنا، فوری عمل کرنا، کوئی شے نصب کرنا، قائم کرنا to fix, raise/setup/establish, act with hostility/enmity, he put down a thing, fatigued/tired, suffer difficulty/distress/affliction, nasiba - to use diligence, toil/labour, be instant.

[عَذَابٍ]؛سزا، اذیت، عقوبت، تکلیف، مصیبت۔

[ارْكُضْ]؛ دوڑنا، بھاگ جانا، پیر کو زور سے مارنا، پیر کو حرکت دینا to move the feet, urge, strike heavily (with foot), fly, run.

[بِرِجْلِكَ] :رجل: پیر، پیادہ سپاہی، پیروں پر چلنے والا۔ rijlun - foot, soldiers, good walker, tramp.

[مُغْتَسَلٌ]: دھونے، طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے کی جگہ، میل کچیل اور گندگی دور کرنے کا مقام، صفائی کی جگہ، پانی جس سے آدمی خود کو صاف کرے۔

[شَرَابٌ]:وہ جو پیا جائے، رحجانِ طبع، خواہش، ذوق و شوق

[بِيَدِكَ]:ید: اختیار، طاقت، وسائل، قوت، ہاتھ

[ضِغْثًا]: اکٹھا کرنا، جمع کرکے ایک مضبوط گروہ بنانا collected and gathered together:

[اضْرِب بِّهِ]: اس کے ساتھ زمین پر سفر اختیار کرو؛ چل پڑو؛ پیش قدمی کرو

[لا تَحْنَثْ]: تم اپنی قسم، حلف یا عہد نہ توڑنا۔

[صَابِرًا]: مقصد پیش نظر کے لیے استقلال کے ساتھ جدوجہد کرنے والا؛ مستقل مزاج

[نعم العبد]: مہربان اور بہتر انسان

[أَوَّابٌ]۔ اللہ کی طرف پلٹنے والا؛ اللہ کی ساتھ ہمیشہ لو لگانے والا؛ رجوع کرنے والا

اور آخر میں رواں ترجمہ:

اور اے نبی یاد کرو اپنے اس مشکلات کے دور میں ایوب علیہ السلام کو جب انہوں نے اپنے نشو و نما دینے والے کو پکارا اور کہا کہ میں اپنے فریضہِ نبوت کی ادائیگی میں مشکلات کا شکار ہو گیا ہوں لیکن یقین رکھتا ہوں کہ تُو سامان رحمت و تحفظ عطا کرنے والوں میں سب سے عظیم عطا کرنے والا ہے، سو تُو مجھے ہر گز بے آسرا نہیں چھوڑے گا۔

پس ہم نے فی الفور انہیں ان کی پکار کا جواب دیا اور ایسی رہنمائی دی کہ ان کا مشن جن مشکلات کا شکار ہو گیا تھا، وہ رکاوٹیں دور ہو گئیں۔ اور پھر ہم نے انہیں ان کے ہم مشرب گروپ سے بھی ملا دیا، نیز انہی کی مانند انہیں اور بھی افرادی قوت عطا کر دی۔ یہ ہماری طرف سے ان کے لیے سامانِ رحمت تھا اور ہمارے دیگر فرماں بردار بندوں کے لیے ایک عمومی سامانِ نصیحت۔

اور اے نبی تم اپنی موجودہ مشکلات میں ہمارے بندے ایوب کا معاملہ یاد کرو جب اس نے اپنی مشکلات کے پیشِ نظر اپنے رب ہی کو پکارا تھا اور کہا تھا کہ میرے مقدس فریضے کی ادائیگی کو ایک سرکش و بدکردار انسان نے دشمنی اور مخالفت کے جنون میں مصائب اور تکالیف کا شکار کر دیا ہے۔

پس ہم نے بذریعہ وحی انہیں ہدایت دی کہ اپنے پیروں کو زمین پر تیزی سے حرکت دیتے ہوئے اس بستی سے چل پڑو یعنی ہجرت اختیار کرو اور ایک دیگر مقام کا قصد کرو۔ اور ان کو ایک ایسے

مقام کی نشاندہی کر دی گئی جہاں قلوب کی صفائی و پاکیزگی کے مواقع موجود تھے اور جہاں وحی کی روشنی میں آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوتی اور فلاحی زندگی گذارنے کے لیے ایک صحیح رحجانِ طبع، یا مسلک و مشرب [شَرَابٌ] کی پیروی کی جاتی۔

اور پھر اسی جگہ پر ہم نے ان کے ساتھ ان کے نظریاتی ساتھی بھی ملا دیے جو وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے اور انہی کے ہم خیال دیگر ساتھی بھی۔ یہ ان پر ہماری خاص رحمت و عنایت تھی۔ نیز صاحبانِ عقل و شعور کے لیے اس واقعے میں سامانِ نصیحت بھی ہے۔

پھر ہم نے انہیں ہدایت دی کہ تم اپنی قوت اور استعداد سے کام لے کر اپنی افرادی قوت کو منظم و متحد کرو اور اس کے ساتھ تبلیغِ حق کے لیے زمین پر پیش قدمی کرو اس انداز میں کہ اس جدوجہد میں تمہاری جانب سے کسی حلف، یا عہد، یا اصول کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ بیشک ہم نے انہیں ان کے مشن پر استقلال اور استقامت سے جمے ہوئے پایا۔ وہ ایک ارتقاء یافتہ، اعلیٰ اقدار کا مالک، یعنی مہربان اور نیک بندہ تھا۔ بیشک وہ ہر مشکل میں اپنے رب کی تعلیمات کی جانب رجوع کرنے والا تھا۔

نوٹ: یہ کاوش مرحوم و مغفور جناب پروفیسر عبد الرزاق [اہلِ قرآن] کے عقلی ترجمے سے تحریک پا کر انجام دی گئی ہے۔ مرحوم کی خواہش تھی کہ ان کے بعد کوئی اور ان کے کیے گئے ترجمے کو اردو کے بہتر اسلوب میں قلمبند کر سکے۔ پس یہ تحریر مزید آزاد تحقیق کے بعد سپرد قلم کی گئی ہے تا کہ نہ صرف اس اہم اور مقدس فرض کے تقاضے کما حقہ پورے کیے جا سکیں بلکہ پروفیسر عبد الرزاق مرحوم کی دیرینہ خواہش کی بھی بقدرِ توفیق تکمیل کی جا سکے۔ واللہ المستعان۔

*****

سورۃ التین

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے ، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسے کی اس عاجز نے ، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیش نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات[themes]پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تیئں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریبا ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے ۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آرہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

ٹھوس تحقیق کی بنیاد پر کیے گئے جدید عقلی تراجم کے سلسلے میں اب سورۃ التین کا ترجمہ

سورۃ التین:۹۵

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿١﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿٢﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ﴿٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٦﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ﴿٧﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾

۹۵/۱-۳: وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿١﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿٢﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ﴿٣﴾

قسم ہے انجیر اور زیتون جیسی نعمتوں کی، اور شان و شوکت، نام و نمود والے اس مرحلے کی [وَطُورِ سِينِينَ] جہاں تم پہنچ چکے ہو، اور قسم ہے اس مامون و محفوظ کیے گئے خطہءِ زمین کی [الْبَلَدِ الْأَمِينِ] جو اب تمہیں حاصل ہو چکا ہے،

۹۵/۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ

کہ ہم نے تو انسان کی تخلیق بہترین ترتیب و توازن کے ساتھ انجام دی تھی۔

۹۵/۵: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ

لیکن تمہیں اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے انسانوں کے ہاتھوں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس سبب سے تھا کہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی نے انہیں پست ترین درجے میں واپس بھیج دیا تھا۔

۹۵/۶: إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ۔

سوائے تمہاری اس جماعت کے جنہوں نے یقین و ایمان کی دولت پالی اور معاشرے کی فلاح کے لیے صلاحیت افروز اور تعمیری کام کیے۔ پس ان سب کے لیے ایسا انعام مقرر کیا گیا ہے جو انہیں بغیر احسان مند ہوئے خودکار انداز میں مل جائے گا۔

۹۵/۷: فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ

اب اس کامیابی کے مرحلے کے حصول کے بعد ہمارے تجویز کردہ نظامِ زندگی [ضابطِ حیات] کے بارے میں تمہیں کیسے جھٹلایا جا سکے گا؟

۹۵/۸: أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾

تو کیا اب یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ اللہ ہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے؟

اور اب رواں ترجمہ:

قسم ہے انجیر اور زیتون جیسی نعمتوں کی، اور شان و شوکت، نام و نمود والے اس مرحلے جہاں تم پہنچ چکے ہو، اور قسم ہے اس مامون و محفوظ کیے گئے خطہءِ زمین کی جو اب تمہیں حاصل ہو چکا ہے، کہ ہم نے تو انسان کی تخلیق بہترین ترتیب و توازن کے ساتھ انجام دی تھی۔
لیکن تمہیں اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے انسانوں کے ہاتھوں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس سبب سے تھا کہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی نے انہیں پست ترین درجے میں واپس بھیج دیا تھا۔ سوائے تمہاری اس جماعت کے جنہوں نے یقین و ایمان کی دولت پالی اور معاشرے کی فلاح کے لیے صلاحیت افروز اور تعمیری کام کیے۔ پس ان سب کے لیے ایسا انعام مقرر کیا گیا ہے جو انہیں بغیر احسان مند ہوئے خودکار انداز میں مل جائے گا۔ اب اس کامیابی کے مرحلے کے حصول کے بعد ہمارے تجویز کردہ نظامِ زندگی [ضابطہِ حیات] کے بارے میں تمہیں کیسے جھٹلایا جا سکے گا؟ تو کیا اب یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ اللہ ہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے؟

بریکٹوں میں دیے گئے مشکل الفاظ کا مستند ترجمہ:

[وَطُورِ سِينِينَ]: طور: گرد گھومنا، قریب جانا، وقت یا ایک خاص وقت؛ متعدد مرتبہ؛ تعداد / پیمانہ / حد / پہلو / شکل و صورت / حلیہ / طور طریقہ / تہذیب و آداب / قسم / طبقہ / مرحلہ / درجہ؛ سینا پہاڑ، زیتون کا پہاڑ؛ بہت سے دوسرے پہاڑ، وہ پہاڑ جہاں درخت پیدا ہوتے ہوں؛ خود کو انسانوں سے علیحدہ کر لینا، اجنبی، آخری حد، دو انتہاؤں کا سامنا۔

سینینین: س ن و: سنا: شان و شوکت، رحمتیں اور انعامات، ناموری۔ بعض اسے سیناء سے ملاتے ہیں جو صحرائے سینائی میں ایک پہاڑ ہے۔ مگر جس کی کوئی ٹھوس لسانی بنیاد نہیں ہے۔

[الْبَلَدِ الْاَمِينِ]: البلد: زمین کا ایک خطہ، حدود مقرر کردہ قطعہِ اراضی، آبادی کا علاقہ۔ البلد الامین = وہ خطہِ زمین جسے مامون و محفوظ کر لیا گیا ہو۔

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 12

قصہ حضرت یونس علیہ السلام اور مچھلی کے پیٹ کا

آیئے عقلی اور علمی تراجم کے سلسلے کی اس قسط میں اب قرآنِ عظیم میں بیان کیے گئے حضرت یونس کے احوال کو اس کی حقیقی روشنی میں دریافت اور بیان کرنے کی کوشش کی جائے، تاکہ اس ضمن میں ذہنوں پر زمانہِ قدیم سے چھائے ہوئے وہ طلسماتی تراجم باطل قرار دیے جا سکیں جو اولین عہد میں سازشانہ کوششوں پر مبنی تھے، اور بعد ازاں اندھی تقلید اور پیرویِ اسلاف کے طرزِ عمل پر کاربند رہنے کی بنا پر ہماری موجودہ نسل تک متوارث طور پر پہنچے۔

اس کاوش میں بھی قرآنِ حکیم کا علمی و ادبی اسلوبِ عالی بعینہٖ اردو زبان میں منتقل کرنے کی کڑی اور غیر متزلزل جدوجہد کی گئی ہے، تاکہ اس الہامی وثیقے سے وفاداری کا حق ادا کیا جا سکے۔ نیز ترجمہ اس جہت سے کیا گیا ہے کہ سیاق و سباق ہی کی پیروی ہو، تسلسل قائم رہے، الفاظ کے بنیادی [Root] معانی برقرار رہیں، اور ان سب سے بڑھ کر قرآن کے تعمیرِ کردار کے حقیقی ڈسپلن کی روح قائم و دائم رہے۔ نیز قصص الانبیاء اور تورات سے لیے گئے ماوراء العقل افسانوں کا عقلیت پسندی کی بنیاد پر کامیاب سدِباب کر دیا جائے۔

ہمیشہ کی مانند یہ ترجمہ بھی ایک عاجزانہ کوشش ہی ہے۔ اس ضمن میں اختلافی آراء کو خوش آمدید کہا جائیگا بشرطیکہ وہ سند کے ساتھ شعوری بنیاد پر پیش کی جائیں اور مقصد ایک اجتماعی اور متفقہ لائحہ عمل کو ترقی دینا ہو۔

پہلے متعلقہ آیاتِ مبارکہ پیش کر دی جاتی ہیں، پھر ان کا مرحلہ وار جدید عقلی ترجمہ پیشِ خدمت کرنے کے ساتھ آخر میں سند کے طور پر تمام اہم الفاظ و اصطلاحات کے وہ معانی دیے جائیں گے جو

لگ بھگ چودہ مستند اور مشہورِ عالم عربی لغات کی تحقیق کے بعد اخذ کیے گئے ہیں۔

یہ امر یہاں بیان کرنا از حد ضروری ہے کہ اس جدید ترجمے کی کوشش کا محرک اور باعثِ فیض محترم پروفیسر عبد الرزاق [مرحوم] کا منفرد عقلیت پر مبنی ترجمہ ہے۔ مرحوم زندگی کے آخری دور میں [یا شاید زمانہِ ما قبل میں بھی] ادارہ بلاغ القرآن سے وابستہ رہے اور اپنے علم و فضل، روشن خیالی اور عقلیت پرستی کے لیے خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ اللہ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور بلند ترین درجات عطا فرمائے۔

تو آیئے اللہ کے پاک نام سے اس پر خلوص کاوش کا آغاز کرتے ہیں۔

آیت:٦/٨٦

وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾

اور اسماعیل اور یوشع اور یونس اور لوط، ان سب حضرات کو ہم نے ہم عصر انسانوں پر، شعوری ارتقاء کے ضمن میں، افضلیت کا درجہ عطا کیا۔

آیت:٢١/٨٧-٨٨

وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٧﴾

اور یاد کرو [الہامی دانش کے مالک] یونس کو جب وہ مایوسی کے غلبے کی بنا پر برافروختگی کے عالم میں [مُغَاضِبًا] اپنے لوگوں سے رشتہ منقطع کر کے ہجرت کر گئے اور کچھ ایسا قیاس کرنے لگے کہ گویا ہم ان کی قدر و قیمت یا بلند مقام کا خیال نہیں رکھیں گے [لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ]، تو پھر اسی عالم میں مایوسی

کے اندھیروں میں [فی الظلمات] انہوں نے پکارا کہ میرے رب تیرے سوا کوئی اختیار کا مالک نہیں ۔ تُو ذاتِ مطلق و کامل اور پاک و بلند مرتبہ ہے [سُبحَانَک]۔ بیشک میری حالت اندھیروں میں بھٹکنے والے کی سی ہو گئی ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾

تب ہم نے ان کی پکار کا جواب دیا اور انہیں غم و اندوہ کی حالت سے نجات عطا کر دی۔ ہم اسی کے مانند اہلِ امن و ایمان کو کامیاب کرتے ہیں۔

آیت:۳۷/۱۳۹-۱۴۸

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٩﴾

اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت یونس پیغمبروں میں سے تھے۔

إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١٤٠﴾

جب انہیں ہجرت کر کے ایک بلندی پر واقع کھلے قطع زمین [الفُلکِ] کی طرف جانا پڑا [اَبَقَ] جو آبادی سے بھرا پڑا تھا [الْمَشْحُونِ]۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾

انہوں نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے سخت جدوجہد کی تھی [فَسَاھَمَ] لیکن انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا [الْمُدْحَضِينَ]۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾

پھر بھی ان کے مشن پر ان کے گہرے ارتکاز [الْحُوتُ] نے انہیں پوری گرفت میں [فَالْتَقَمَهُ] لے رکھا تھا اور وہ خود کو ملامت کرنے پر مائل تھے [ملیم]۔

فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾

پس اگر وہ اپنے مشن کے معاملے میں پورے وسائل کے ساتھ جدوجہد کرنیوالے [الْمُسَبِّحِينَ] نہ ہوتے تو وہ ان کے حیاتِ نو پانے کے وقت تک [إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ] ان ہی کے درمیان [فِي بَطْنِهِ] پڑے رہتے [لَلَبِثَ]۔

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾

اسی حقیقت کے پیشِ نظر ہم نے انہیں ان کے لوگوں سے منقطع کر کے [فَنَبَذْنَاهُ] ایک فراخ سرزمین پر [بِالْعَرَاءِ] پہنچا دیا جب کہ وہ ناخوش و بیزار تھے [سَقِيمٌ]۔

وَأَنبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّن يَقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾

اور پھر ہم نے ان کے لیے ثمرات سے بھرپور پودے پیدا کر دیے۔

وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾

یعنی انہیں لاکھ سے بھی زائد لوگوں پر رسول بنا دیا۔

فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۴۸﴾

پھر وہ سب ایمان بھی لے آئے، تو ہم نے انہیں ایک مدت تک کے لیے اسبابِ زندگی سے مالا مال کر دیا۔

آیت:۶۸/۴۸-۵۰

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿۴۸﴾

پس تم بھی، اے رسول، اللہ کے حکم پر استقامت کے ساتھ جمے رہو، اور صاحب الحوت، یعنی یونس علیہ السلام کی مانند مایوس مت ہو جیسا کہ جب انہوں نے ہمیں پکارا تو وہ سخت دباو کی [مَكْظُومٌ] حالت میں تھے۔

لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿۴۹﴾

پھر اگر ان کے پروردگار کی جانب سے ان پر عنایت نہ ہو جاتی تو وہ وسیع میدان میں پڑے رہ جاتے اور احساس مذمت کا شکار رہتے [مَذْمُومٌ]۔

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۵۰﴾

مگر ان کے پروردگار نے ان کی طرف توجہ کی اور انہیں ایک عظیم مصلح کا درجہ عطا کیا۔

آیت:۱۰/۹۸

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا

عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡيِ فِي الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنَاهُمۡ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٩٨﴾

تو پھر یونس کی قوم کے علاوہ بھی کوئی اور بستی ایسی کیوں نہ ہوتی کہ ایمان لے آتے اور ان کا ایمان انہیں منفعتیں عطا کر دیتا، کیونکہ جب یونس کی قوم ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئی تو ہم نے ان پر سے دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کو دور کر دیا اور ایک مدت تک انہیں اسبابِ زندگی سے مالا مال رکھا۔

اور اب رواں ترجمہ:

اور اسماعیل اور یوشع اور یونس اور لوط، ان سب حضرات کو ہم نے ہم عصر انسانوں پر، شعوری ارتقاء کے ضمن میں، افضلیت کا درجہ عطا کیا۔

اور یاد کرو [الہامی دانش کے مالک] یونس کو جب وہ مایوسی کے غلبے کی بنا پر برافروختگی کے عالم میں اپنے لوگوں سے رشتہ منقطع کر کے ہجرت کر گئے اور کچھ ایسا قیاس کرنے لگے کہ گویا ہم ان کی قدر و قیمت یا بلند مقام کا خیال نہیں رکھیں گے - تو پھر اسی عالم میں مایوسی کے اندھیروں میں انہوں نے پکارا کہ میرے رب تیرے سوا کوئی اختیار کا مالک نہیں۔ تُو ذاتِ مطلق و کامل اور پاک و بلند مرتبہ ہے۔ بیشک میری حالت اندھیروں میں بھٹکنے والے کی سی ہو گئی ہے۔ تب ہم نے ان کی پکار کا جواب دیا اور انہیں غم و اندوہ کی حالت سے نجات عطا کر دی۔ ہم اسی کے مانند اہلِ امن و ایمان کو کامیاب کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت یونس پیغمبروں میں سے تھے۔ جب انہیں ہجرت کر کے ایک بلندی پر واقع کھلے قطع زمین کی طرف جانا پڑا جو آبادی سے بھرا پڑا تھا۔ انہوں نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے سخت جدوجہد کی تھی لیکن انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

پھر بھی ان کے مشن پر ان کے گہرے ارتکاز نے انہیں پوری گرفت میں لے رکھا تھا اور وہ خود کو ملامت کرنے پر مائل تھے.

پس اگر وہ اپنے مشن کے معاملے میں پورے وسائل کے ساتھ جدوجہد کرنیوالے نہ ہوتے تو وہ ان کے حیاتِ نو پانے کے وقت تک ان ہی کے درمیان پڑے رہتے - اسی حقیقت کے پیش نظر ہم نے انہیں ان کے لوگوں سے منقطع کر کے ایک فراخ سرزمین پر پہنچا دیا جب کہ وہ ناخوش و بیزار تھے۔

اور پھر ہم نے ان کے لیے ثمرات سے بھرے پودے پیدا کر دیے۔ یعنی انہیں لاکھ سے بھی زائد لوگوں پر رسول بنا دیا۔ پھر وہ سب ایمان بھی لے آئے، تو ہم نے انہیں ایک مدت تک کے لیے اسبابِ زندگی سے مالامال کر دیا۔

پس تم بھی، اے رسول، اللہ کے حکم پر استقامت کے ساتھ جمے رہو، اور صاحب الحوت، یعنی یونس علیہ السلام کی مانند مایوس مت ہو جیسا کہ جب انہوں نے ہمیں پکارا تو وہ سخت دباو کی حالت میں تھے۔ پھر اگر ان کے پروردگار کی جانب سے ان پر عنایت نہ ہو جاتی تو وہ وسیع میدان میں پڑے رہ جاتے اور احساس مذمت کا شکار رہتے۔ مگر ان کے پروردگار نے ان کی طرف توجہ کی اور انہیں ایک عظیم مصلح کا درجہ عطا کیا۔

تو پھر یونس کی قوم کے علاوہ بھی کوئی اور بستی ایسی کیوں نہ ہوتی کہ ایمان لے آتے اور ان کا ایمان انہیں منفعتیں عطا کر دیتا، کیونکہ جب یونس کی قوم ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئی تو ہم نے ان پر سے دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کو دور کر دیا اور ایک مدت تک انہیں اسبابِ زندگی سے مالامال رکھا۔

بریکٹ میں دیے گئے اہم الفاظ کے مستند معانی:

[مُغَاضِبًا]: غصہ میں ہونا، wrath, rage, indignation, angry, irritated, furious

[لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ]: ہم اس کی صحیح قدر و اہمیت نہیں کرتے یا جانتے۔

[فی الظلمات]: تاریکی میں، اندھیروں میں، مایوسی اور ظلم کا اندھیرا۔

[سُبۡحٰنَکَ]:تُو ذاتِ مطلق و کامل ہے؛ تمام کمیوں اور نقائص سے پاک اور بلند ہے۔

[الۡفُلۡکِ]: زمین کا وسیع قطعہ یا میدان، زمین کے قطعے جو دائرے میں ہوں اور بلند سطح کے حامل ہوں؛ کشتی، جہاز۔

[اَبَقَ]: بچ کر نکل جانا؛ بھاگ جانا؛ run away, to escape

[الۡمَشۡحُوۡنِ]: لوڈ کیا ہوا، چارج کیا ہوا، بھرا ہوا۔ ایک بھری ہوئی آبادی یا شہر، بھرا ہوا جہاز یا گھر، یا کمرہ، وغیرہ۔

[فَسَاہَمَ]: سھم؛ کسی کام کے لیے سخت کوشش کرنا، سنجیدہ کوشش کرنا؛ تیر چلانا، مقابلہ کرنا۔

[الۡمُدۡحَضِیۡنَ]: شکست خوردہ؛ ہارا ہوا، loser, suffered defeat

[الۡحُوۡتُ]: کسی مرکز کے گرد مرکوز ہونا؛ دائروں میں گھومنا، تعلیمات یا مقاصد پر توجہ مرتکز کرنا؛ مچھلی؛ مچھلی کا گول گول گھومنا۔

[فَالۡتَقَمَہُ]: لقم؛ لقمہ بھر کر منہ میں ڈال لینا؛ جبڑوں کی پکڑ میں یا گرفت میں لے لینا۔ مضبوطی سے چاروں طرف سے جکڑ لینا۔

[مُلِیۡمٌ]: ملامت زدہ ہونا۔ ذلت محسوس کرنا۔

[الۡمُسَبِّحِیۡنَ]: وہ جو کسی مقصد کے لیے پوری طاقت سے؛ پورے وسائل بروئے کار لاتے ہوئے کوشش کریں۔ جیسے تیراک کرتا ہے۔ سبح: وہ تیرا، اس نے پوری جدوجہد کی، کاوش اور کوشش کی

۔

[اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ]: بعث: از سرِ نو کھڑے ہو جانا: حیاتِ نو مل جانا؛ آخرت کی زندگی؛ مبعوث ہونا۔

[فِیۡ بَطۡنِہٖۤ]: اس کے درمیان میں؛ اس کے پیٹ میں؛

[لَلَبِثَ]: رہنا، زندگی گزارنا،

[فَنَبَذْنَاهُ]: نبذ: لوگوں سے منقطع ہو کر ایک طرف چلے جانا؛ گوشہ نشین ہونا۔ چیز کو درخور اعتناء نہ سمجھ کر پھینک دینا؛ throw away, discard, reject, resign, surrender

[بِالْعَرَاءِ]: فراخ میدان میں؛ چٹیل میدان میں۔

[سَقِيمٌ]: سقم: مرض، کمی، کمزوری، ناخوش اور بیزار؛

diseased/disordered/distempered/sick/poor/faulty, etc.

[مَكْظُومٌ]: سخت دباو کی حالت میں؛ دکھ، مایوسی، خاموش، غم سے گھٹا ہوا آدمی۔

[مَذْمُومٌ]: مذمت؛ قابلِ مذمت؛ ذمہ داری پوری نہ کرنا؛ discredited, blamed, reviled, reproved, forsaken

*****

تحقیق: کیا واقعی کعبہ بیت اللہ ہے؟ کیا مسجد الحرام کا معنی کعبہ ہے؟

بھائی منظور صاحب کے سوالات کے جواب میں ،،، جن کے ذریعے وہ کعبہ، بیت اللہ اور حج کی حقیقت جاننا چاہتے ہیں۔

ان کے سوالات اس طرح ہیں:

۱] **"رب ھذا البیت"** ؟؟؟؟ کیا یہ کعبے کی جانب واضح اشارہ نہیں؟؟؟ اس کے ضمن میں سورۃ قریش کا ترجمہ پیش کیا جا چکا ہے جہاں "ھذا البیت" کے معانی کی تشریح کر دی گئی ہے۔ اس کا اشارہ کعبے کی جانب نہیں۔

۲] **"ھذا البلد الامین"** ؟؟؟؟ کیا اس سے مراد مکہ اور کعبہ نہیں؟؟؟ اس ضمن میں سورۃ التین کا ترجمہ کیا جا چکا ہے، ذیل میں [۲] پر موجود ہے۔ یہاں بھی روایتی کعبے کی جانب اشارہ نہیں۔

۳] ۱/۱۷ : **"من مسجد الحرام الی مسجد الاقصیٰ"** ؟؟؟؟؟ کیا یہاں مسجد الحرام سے مراد کعبہ نہیں؟ اس ضمن میں سورۃ اسریٰ کی متعلقہ آیات کا ترجمہ ذیل میں [۳] پر موجود ہے۔ یہاں بھی مسجد الحرام سے مراد روایتی کعبہ نہیں۔

۴] **"واد غیر ذی زرع،،،،،، عند بیتک المحرم،،"** ؟؟ کیا یہاں بھی مکہ اور کعبہ مراد نہیں؟؟؟ اس ضمن میں ترجمہ سورۃ ابراہیم کے عنوان کے تحت ذیل میں [۴] پر موجود ہے۔ یہاں کہیں بھی کعبہ یا مکہ یا اس کے تقدس یا مرکزی مقام ہونے کی جانب کوئی اشارہ نہیں ہے۔

۵] ایک بہت اہم آیت، جس سے کعبے کی توثیق کا حتمی ثبوت ملتا ہے: اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام، کمن آمن باللہ والیوم الآخر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے بارے آپ کیا کہیں گے؟

نہیں، یہاں سے بھی یہ توثیق نہیں ہوتی۔ ترجمہ نمبر ۵] پر ملاحظہ فرمائیں۔

٦] پھر مکہ میں کعبے کا حج کیوں ہوتا ہے؟؟؟

لفظ "حج" کے معانی و مفہوم کی تشریح کافی و شافی طور پر ان تراجم کی سیریز میں "صوم و حج" کے عنوان کے ساتھ کی جاچکی ہے۔ جہاں مستند طور پر ثابت کر دیا گیا ہے کہ حج سے مراد مغفرت کے لیے یا بین الاقوامی اجتماع کے لیے زیارت یا بڑا اجتماع نہیں ہے۔ بلکہ دینِ الٰہی کی تفہیم و تسلیم کے لیے کسی بھی قریبی نظریاتی مرکز میں بحث و مباحثہ، یا اتمام حجت ہے۔ اگر ہم مسلمان اندھی تقلید کے خوگر اور بغیر تحقیق کیے بڑے بڑے کام کرنے کے عادی ہیں تو حج کی موجودہ شکل اختیار کرنے میں خود ہماری ہی غلطی ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی قصور نہیں ہو سکتا۔ "صوم و حج" کے عنوان کے تحت متعلقہ آیات کے تراجم طلب فرمائیں۔

اب درج بالا پوائنٹ نمبر ۲ سے وضاحتیں پیشِ خدمت ہیں۔

۲] سورة التین:

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿١﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿٢﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ﴿٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٦﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ﴿٧﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾

۹۵/۱-۳: وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿١﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿٢﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ

قسم ہے انجیر اور زیتون جیسی نعمتوں کی، اور شان و شوکت، نام و نمود والے اس مرحلے کی [وَطُورِ

سِینِین] جہاں تم پہنچ چکے ہو، اور قسم ہے اس مامون و محفوظ کیے گئے خطہءِ زمین کی [الْبَلَدِ الْأَمِينِ] جو اب تمہیں حاصل ہو چکا ہے،

۹۵/۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ ۹۵/۵: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ

کہ ہم نے تو انسان کی تخلیق بہترین ترتیب و توازن کے ساتھ انجام دی تھی۔ لیکن تمہیں اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے انسانوں کے ہاتھوں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس سبب سے تھا کہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی نے انہیں پست ترین درجے میں واپس بھیج دیا تھا۔

۹۵/۶: إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ۔

سوائے تمہاری اس جماعت کے جنہوں نے یقین و ایمان کی دولت پالی اور معاشرے کی فلاح کے لیے صلاحیت افروز اور تعمیری کام کیے۔ پس ان سب کے لیے ایسا انعام مقرر کیا گیا ہے جو انہیں بغیر احسان مند ہوئے خود کار انداز میں مل جائے گا۔

۹۵/۷: فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ

اب اس کامیابی کے مرحلے کے حصول کے بعد ہمارے تجویز کردہ نظامِ زندگی [ضابطہِ کردار] کے بارے میں تمہیں کیسے جھٹلایا جا سکے گا؟

۹۵/۸: أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿۸﴾

تو کیا اب یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ اللہ ہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے؟

اور اب رواں ترجمہ:

قسم ہے انجیر اور زیتون جیسی نعمتوں کی، اور شان و شوکت، نام و نمود والے اس مرحلے جہاں تم پہنچ چکے ہو، اور قسم ہے اس مامون و محفوظ کیے گئے خطہءِ زمین کی جو اب تمہیں حاصل ہو چکا ہے، کہ ہم نے تو انسان کی تخلیق بہترین ترتیب و توازن کے ساتھ انجام دی تھی۔

لیکن تمہیں اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے انسانوں کے ہاتھوں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس سبب سے تھا کہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی نے انہیں پست ترین درجے میں واپس بھیج دیا تھا۔ سوائے تمہاری اس جماعت کے جنہوں نے یقین و ایمان کی دولت پالی اور معاشرے کی فلاح کے لیے صلاحیت افروز اور تعمیری کام کیے۔ پس ان سب کے لیے ایسا انعام مقرر کیا گیا ہے جو انہیں بغیر احسان مند ہوئے خودکار انداز میں مل جائے گا۔ اب اس کامیابی کے مرحلے کے حصول کے بعد ہمارے تجویز کردہ ضابطہِ کردار کے بارے میں تمہیں کیسے جھٹلایا جا سکے گا؟ تو کیا اب یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ اللہ ہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے؟

بریکٹوں میں دیے گئے مشکل الفاظ کا مستند ترجمہ:

[وَطُورِ سِينِينَ]: طور: گرد گھومنا، قریب جانا، وقت یا ایک خاص وقت؛ متعدد مرتبہ؛ تعداد / پیمانہ / حد / پہلو / شکل و صورت / حلیہ / طور طریقہ / تہذیب و آداب / قسم / طبقہ / مرحلہ / درجہ؛ سینا پہاڑ، زیتون کا پہاڑ؛ بہت سے دوسرے پہاڑ، وہ پہاڑ جہاں درخت پیدا ہوتے ہوں؛ خود کو انسانوں سے علیحدہ کر لینا، اجنبی، آخری حد، دو انتہاؤں کا سامنا۔

سینین: س ن و: سنا: شان و شوکت، رحمتیں اور انعامات، ناموری۔ بعض اسے سیناء سے ملاتے ہیں جو صحرائے سینائی میں ایک پہاڑ ہے۔ مگر جس کی کوئی ٹھوس توجیہ یا لسانی بنیاد نہیں ہے۔

[الْبَلَدِ الْأَمِينِ]: البلد: زمین کا ایک خطہ، حدود مقرر کردہ قطعہِ اراضی، آبادی کا علاقہ، آباد شہر۔

البلد الامین = وہ خطہِ زمین جسے مامون و محفوظ کر لیا گیا ہو۔

۳] سورۃ اسراء

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

بلند و بے عیب ہے وہ ذات جس نے تاریکیوں کے تسلط کی کیفیت میں [لَيْلًا] اپنے فرماں بردار بندے کو سفر ہجرت کے قصد کی ہدایت دی [أَسْرَىٰ] ، ایک ممنوع کیے گئے مقام اطاعت و عبودیت [الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ] سے، بہت دور کے ایک دوسرے مرکزِ اطاعت و عبودیت [الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى] کی جانب کہ جس کے اطراف و جوانب کو، یعنی عمومی ماحول و فضا [environment] کو [حَوْلَهُ] ہم نے ما قبل ہی سے ذریعہِ فیض و برکات، یعنی ساز گار بنا دیا تھا [بَارَكْنَا]، تا کہ ہم اسے وہاں اپنی خوش آئند نشانیاں دکھائیں۔ در حقیقت وہ ذاتِ پاک تمہاری جد وجہد کے تمام معاملات کی مسلسل سماعت فرماتا اور ان پر ہمہ وقت بصیرت کی نظر رکھتا ہے۔

اور اب رواں ترجمہ:

بلند و بے عیب ہے وہ ذات جس نے تاریکیوں کے تسلط کے درمیان اپنے فرماں بردار بندے کو سفر ہجرت کے قصد کی ہدایت دی، ایک ممنوع کیے گئے مقامِ اطاعت و عبودیت سے، دُور کے اُس مرکزِ اطاعت و عبودیت کی جانب کہ جس کے اطراف و جوانب کو، یعنی عمومی ماحول و فضا [environment] کو ہم نے ما قبل ہی سے اس کے مشن کے لیے ذریعہِ فیض و برکات یعنی مکمل ساز گار بنا دیا تھا۔ اور یہ اس مقصد کے تحت کہ ہم اسے وہاں اپنی خوش آئند نشانیاں دکھا دیں۔ در حقیقت وہ ذاتِ پاک تمہاری جد وجہد کے تمام معاملات کی مسلسل سماعت فرماتا اور ان پر ہمہ وقت بصیرت کی نظر رکھتا ہے۔

بریکٹ شدہ الفاظ کے مستند تراجم:

[لَيۡلًا]: تاریک رات مین، ایک شب و روز میں ، سورج کے غروب ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک: the civil day from sunset to sunset، اندھیروں میں۔

[أَسۡرَىٰ]: بلند ترین مقام، چوٹی، پانی کا نشمہ، ندی، قوم کا سربراہ، رات کا سفر: سفر؛ رخصت ہونا، کسی کو رات کے سفر کے لیے کہنا؛ بلند مقام کی طرف لوٹنا یا ہجرت کر جانا؛ travel during night, to depart, ; to make anyone to travel by nation, repair to an upland; highest point; summit; rivulet; fountain,; stream; chief of the

[الۡمَسۡجِدِ]: س ج د: برتری، اتھارٹی تسلیم کر لینا؛ جھک جانا، خود کو حقیر کرنا؛ تعظیم دینا، اطاعت کرنا، انکساری / عاجزی کرنا، سلوٹ کرنا؛ احکامات کے سامنے جھک جانا؛ [مفرداتِ راغب: اصل معنی فروتنی اور عاجزی ہیں]

مسجد: سجد سے اسم ظرف اور اسم مفعول: وہ جگہ یا مرکز جہاں جھکنا، اطاعت کرنا ہے، یا وہ احکامات جن کے سامنے جھکنا اور جن کی اطاعت کرنا ہے۔

[الۡحَرَامِ]: [یہ لفظ متضاد معانی پر محیط ہے یعنی حرام اور ممنوع بھی اور محترم یا قابلِ احترام بھی۔ استعمال سیاق و سباق کے مطابق ہو گا۔] ممنوعہ، جرم، غیر قانونی، نا قابلِ خلاف ورزی،، لعنتی، انکار کرنا، پابندیوں والا؛ محترم، مقدس، حرمت والا،۔

[الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَى]: ق ص و: دور دراز، فاصلے پر، دور چلے جانا، انتہا۔ اقصیٰ: زیادہ دور، زیادہ فاصلے پر

[حَوۡلَهُ]: اس کا ماحول، اس کے اطراف و جوانب؛ اس کے گرداگرد۔

[بَارَكۡنَا]: ہم نے برکت دی، ساز گار، محکم، مضبوط بنا دیا۔

۴]سورۃ ابراہیم:۱۴/۳۵--

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾

اور یاد کرو وہ وقت جب ابراھیم نے عرض کیا کہ اے رب اس خطہِ زمین [الْبَلَدَ] کو امن والا بنا دے اور میری اور میرے بیٹوں [بَنِيَّ] یعنی جانشینوں کی مدد فرما کہ ہم ان تمام خود ساختہ خیالات و نظریات [الْأَصْنَامَ] سے دور رہیں جو ہمیں اللہ کی محکومیت سے بیگانہ کر دیں [أَن نَّعْبُدَ]۔

آیت:۱۴/۳۶

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾

اے رب، یہ وہ خود ساختہ نظریات ہیں جنہوں نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس جو بھی صرف میرا اتباع کرے گا صرف وہ ہی میری جماعت سے ہو گا، اور جس نے بھی میری معصیت کا ارتکاب کیا تو اس کی نجات کے لیے تُو سامانِ حفاظت اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔

آیت:۱۴/۳۷

رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾

اے ہم سب کے پالنے والے، میں نے اپنی آل اولاد [مِن ذُرِّيَّتِي] کو تیرے قابلِ احترام نظریاتی مرکز [بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ] کے پاس ایک ایسی سوچ اور مسلک رکھنے والوں میں [بِوَادٍ] بسا دیا ہے جہاں تیری ہدایت کا بیج ڈالنے کے لیے زمین تیار نہیں کی گئی ہے [غَيْرِ ذِي زَرْعٍ]۔ اے ہمارے رب یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ یہاں کے لوگوں میں تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر دیں [لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ]۔ پس تجھ سے گذارش ہے کہ تُو یہاں کے لوگوں کے شعوری رجحانات [أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ] کو اِن کے مشن کی جانب پھیر دے، اور پھر انہیں اس کے خوشگوار نتائج سے بہرہ ور فرما دے [وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ] تاکہ ان کی کوششیں بار آور ہوں [يَشْكُرُونَ]۔

آیت:۱۴/۳۸

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّـهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾

اے ہمارے رب بیشک تو وہ بھی جانتا ہے جو ہمارے باطن میں پوشیدہ ہے، اور وہ بھی جو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ سے اس کائنات میں موجود کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

آیت:۱۴/۳۹

الْحَمْدُ لِلَّـهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾

اور حمد و ثنا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے کبر سنی میں اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔ بیشک میرا رب خواہشات کو سنتا اور پورا فرماتا ہے۔

آیت:۱۴/۴۰

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾

اے رب مجھے اس قابل بنادے کہ میں اور میری آل اولاد تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر سکیں۔ اے ہمارے رب تُو ہماری یہ دعا ضرور قبول فرمالے۔

آیت:۱۴/۴۱

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

اور اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور تمام امن وایمان کے ذمہ داران کو احتساب کی سٹیج قائم ہونے کے مرحلے میں [یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ] تحفظ عطا فرمادے [اغْفِرْ]۔

اب رواں ترجمہ:

اور یاد کرو وہ وقت جب ابراھیم نے عرض کیا کہ اے رب اس خطۂ زمین کو امن والا بنادے اور میری اور میرے بیٹوں یعنی جانشینوں کی مدد فرما کہ ہم ان تمام خود ساختہ خیالات و نظریات سے دور رہیں جو ہمیں اللہ کی محکومیت سے بیگانہ کر دیں۔

اے رب، یہ وہ خود ساختہ نظریات ہیں جنھوں نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس جو بھی صرف میرا اتباع کرے گا صرف وہ ہی میری جماعت سے ہو گا، اور جس نے بھی میری معصیت کا ارتکاب کیا تو اس کی نجات کے لیے تُو سامانِ حفاظت اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔

اے ہم سب کے پالنے والے، میں نے اپنی آل اولاد کو تیرے قابلِ احترام نظریاتی مرکز کے پاس ایک ایسی سوچ اور مسلک رکھنے والوں میں بسا دیا ہے جہاں تیری ہدایت کا بیج ڈالنے کے لیے زمین تیار نہیں کی گئی ہے۔ اے ہمارے رب یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ یہاں کے لوگوں میں

تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر دیں۔ پس تجھ سے گذارش ہے کہ تُو یہاں کے لوگوں کے شعوری رجحانات کو ان کے مشن کی جانب پھیر دے، اور پھر انہیں اس کے خوشگوار نتائج سے بہرہ ور فرما دے تاکہ ان کی کوششیں بار آور ہوں۔

اے ہمارے رب بیشک تو وہ بھی جانتا ہے جو ہمارے باطن میں پوشیدہ ہے، اور وہ بھی جو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ سے اس کائنات میں موجود کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اور حمد و ثنا ہے اللہ تعالی کے لیے جس نے مجھے کبر سنی میں اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔ بیشک میرا رب خواشات کو سنتا اور پورا فرماتا ہے۔ اے رب مجھے اس قابل بنا دے کہ میں اور میری آل اولاد تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر سکیں۔ اے ہمارے رب تُو ہماری یہ دعا ضرور قبول فرما لے۔

اور اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور تمام امن و ایمان کے ذمہ داران کو اُس مرحلے میں بھی تحفظ عطا فرما دے جب تیرے احتساب کی سٹیج قائم ہو گی۔

اور اب بریکٹ شدہ اہم الفاظ کے مستند تراجم، جن کے لیے دو عدد مستند لغات سے مدد لی گئی ہے۔

[الْبَلَدَ]: خطۂ زمین، ایسا علاقہ جو حدود کے اندر واقع ہو، ایک آباد علاقہ، ایک شہر۔

[بَنِيَّ]: baniyya: بیٹے، اولاد، جانشین: جمع کا صیغہ ہے۔ اسی کا واحد ہے: banayya: میرا بیٹا

[الْأَصْنَامَ]: الراغب: وہ تمام چیزیں جو انسان کو خدا کی طرف سے موڑ دیں؛ ہر چیز جو انسان کی توجہ کو دوسری جانب منعطف کر دے؛ جس کی بھی اللہ کے علاوہ اطاعت کی جائے؛ نیز پتھر یا لکڑی کی کوئی بھی صورت جو پرستش کے لیے بنائی گئی ہو۔

[أَن نَّعْبُدَ]۔ کہ ہم اطاعت و فرماں برداری نہ کریں۔

[مِن ذُرِّيَّتِي]: میری اولاد؛ میری نسل؛ یا میری اولاد میں سے۔

[بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ]: تیرا قابلِ احترام نظریاتی مرکز؛ تیرے احکامات کی تعمیل کا مرکز؛ تیرا محترم

ادارہ؛مرکزِ حکومتِ الٰہیہ۔

[بِوَادٍ]: واد؛ ودی؛ ودیان: طریقہ، مذہب، اسلوب، طرز، سوچ، وادی، دریا کی وادی یا گذر گاہ، نشیب، کیمپ؛[الراغب: فلاں فی واد غیر وادیک = فلاں کا مسلک تجھ سے جدا گانہ ہے - قاموس الوحید: ھما من واد واحد = وہ دونوں ایک ہی اصل سے یا طریقے یا مسلک سے ہیں]

[غَيْرِ ذِي زَرْعٍ]: بیج نہ ڈالا گیا، فصل نہ بوئی گئی، جہاں زمین تیار نہ کی گئی، بیج ڈالنے اور فصل اگانے کے لیے۔

[لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ]: تا کہ وہ اللہ کے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کریں۔

[أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ]:لوگوں کے رجحاناتِ قلب،میلانِ طبع،سوچ و فکر۔

[وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ]: ثمرات:صرف پھل نہیں بلکہ خوشگوار نتائج،اجر،ثواب،انعامات

[يَشْكُرُونَ]۔ان کی کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔ شکر: کوششوں کے بھرپور نتائج پیدا ہونا۔

[يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ]: وہ وقت، دور یا سٹیج جب انسانوں کے اعمال پر احتساب کی کاروائی عمل میں لائی جائیگی۔اور سزا و جزا کا فیصلہ ہو گا۔[استعاراتی اسلوب]

[اغْفِرْ]۔غ ف ر: تحفظ اور بچاو کے اسباب عطا کرنا۔

۵]سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام

التوبۃ:۱۹۔۲۰

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ

دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝۲۰

کیا دلائل کے ساتھ اتمامِ حجت چاہنے والوں [الحاج] کی علمی پیاس کو سیر اب [سقایۃ] کرنے، اور واجب الاحترام مرکزِ اطاعت و عبودیت [المسجد الحرام] میں فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے اسے آباد رکھنے [عمارۃ] کے عمل کو تم اُن لوگوں کے عمل کی مانند بنانے کی کوشش کرتے ہو [اجعلتم] جنہوں نے اللہ پر ایمان اور دورِ آخرت پر یقین رکھتے ہوئے، اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے عملی جہاد کیا؟؟؟ نہیں، وہ اللہ کے نزدیک مساوی نہیں ٹھہرتے۔ یہ حق کے ساتھ ناحق کرنا ہے اس لیے یاد رہے کہ اللہ کا قانون حق تلفی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ در حقیقت جو لوگ اللہ کی راہنمائی پر ایمان لائے، اور اس کی خاطر ہجرت کا دکھ برداشت کیا، اور اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنے اموال اور اپنی جانوں کی قربانی دے کر جدوجہد کی، انہی کا درجہ اللہ کے نزدیک عظیم تر ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب و کامران ہوئے۔

اب رواں ترجمہ:

کیا دلائل کے ساتھ اتمامِ حجت چاہنے والوں کی علمی پیاس کو سیر اب کرنے، اور واجب الاحترام مرکزِ اطاعت و عبودیت میں فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے اسے آباد رکھنے کے عمل کو تم اُن لوگوں کے عمل کی مانند بنانے کی کوشش کرتے ہو جنہوں نے اللہ پر ایمان اور دورِ آخرت پر یقین رکھتے ہوئے، اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے عملی جہاد کیا؟؟؟ نہیں، وہ اللہ کے نزدیک مساوی نہیں ٹھہرتے۔ یہ حق کے ساتھ ناحق کرنا ہے اس لیے یاد رہے کہ اللہ کا قانون حق تلفی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ در حقیقت جو لوگ اللہ کی راہنمائی پر ایمان لائے، اور اس کی خاطر ہجرت کا دکھ برداشت کیا، اور اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنے اموال اور اپنی جانوں کی

قربانی دے کر جدوجہد کی، انہی کا درجہ اللہ کے نزدیک عظیم تر ہے ۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب وکامران ہوئے۔

بریکٹوں میں دیے ہوئے مشکل الفاظ کے مستند معانی:

سقایۃ: پانی دینے کا یا آبپاشی کا نظام، اس نظام کا آفس، وہ مقام یا مرکز جہاں سے پیاس کو سیر اب کیا جائے، وہ برتن جس میں کچھ پینے کو دیا جائے، {استعارہ} سقاک اللہ = اللہ تجھے خوب سیر اب کر دے۔ کسی کمی کو فراوانی دے کر سیر اب کر دینا۔

[حاج] حج: وہ اس پر دلائل سے غالب آیا؛ دلائل دینا، حجت کرنا، الزام کو دلیل سے ثابت کرنا، ثبوت، شہادت یا گواہی۔

ایسا کرنے والا = حاج۔

[عمارۃ]: ع م ر: پھلنا پھولنا، خوشحال ہونا، ترقی کرنا، آبادی کرنا، لوگوں سے بھرنا، آباد کرنا، تہذیب یافتہ ہونا، فراوانی کا مالک ہونا، زندگی سے بھرپور ہونا، ترقی کا باعث بننا، خوشحال کرنا، تعمیر کرنا، جوڑ کر فٹ کرنا، بنانا، بحال کرنا، جینے دینا، محفوظ کرنا۔

* * * * *

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 14

سورۃ احزاب کے جزوی ترجمے کا سپلیمنٹ (قصہ زید و زینب)

قرآنِ عظیم کے مقدس متن کے اسلوبِ تحریر کو کلاسیکل ادب کا ایک شہ پارہ قرار دیتے ہوئے، جو کہ اب ایک تحقیق سے ثابت شدہ امر ہے اور صاحبِ کلام کی ذاتِ عالی کے شایانِ شان ہے، قرآن کے موضوعاتی تراجم کے ایک سلسلے کی اس عاجز نے، روز مرہ زندگی میں درپیش نظریاتی مسائل کے حل کے واحد مقصد کے پیش نظر، ابتدا کی ہے۔ صرف موضوعات [themes] پر زور دینے کا سبب اس مہم کے حجم کو سکیڑ کر مختصر کر دینا، اور ایک کامل ترجمے کی خوفزدہ کر دینے والی طویل مہم سے گریز اختیار کرنا ہے، جس کے لیے مطلوبہ قابلیت اور فراغت یہ عاجز اپنے تئیں میسر نہیں پاتا۔

پس تراجم کی یہ زیرِ نظر سیریز قرآنی عبارتوں میں قدم قدم پر موجود تشبیہات، استعارات، محاورات، ضرب الامثال اور مجازی معانی کو پیش نظر رکھتی ہے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ہر قابلِ غور لفظ یا اصطلاح کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت تقریباً ایک درجن مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آرہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ عاجز خود بھی کوئی مسلک نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی جدید ترین عقلی و علمی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں۔

قصہ نبی [ص] کی شادی کا حضرت زید نامی مبینہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے، ان کی طلاق ہو جانے کے بعد۔

فی الحقیقت، ان آیات کا موضوع ہے "اللہ کے احکامات پر بلا چون و چرا اور بلا خوف و ہچکچاہٹ عمل کی بجا آوری"۔ اب اس مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمایئے آیاتِ مبارکہ کا با محاورہ ادبی اسلوب میں ترجمہ جسے کسی بحث و تشریح کی حاجت نہیں۔

آیت:۳۳/۳۶

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا

قیامِ امن کے ذمہ دار افراد یا جماعت کے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ جب حکومتِ الٰہیہ کی جانب سے کوئی حکم [أَمْرًا] صادر ہو جائے [قَضَى] تو اس حکم کے نفاذ میں ذاتی مفادات کے پیشِ نظر کوئی متبادل راہ یا ترجیحات یا پسند ناپسند [لَهُمُ الْخِيَرَةُ] کو اختیار کیا جائے۔ یعنی جو کوئی بھی اس انداز میں حکومتِ الٰہیہ کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے تو سمجھو کہ وہ دراصل ایک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

آیت:۳۳/۳۷

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا

اور اس ضمن میں یاد کرو وہ معاملہ جب تم نے ایک ایسے شخص کے لیے ہدایت جاری کی تھی جس پر اللہ کی اور تمہاری جانب سے مہربانیاں اور عنایات کی گئی تھیں، یعنی بڑا مرتبہ و منصب عطا کیا گیا تھا، کہ اپنے ساتھی، یعنی اپنی شریکِ کار جماعت [زَوْجَک] کو اپنے ساتھ متحد رکھو [أَمْسِکْ] تا کہ تم اللہ کے قوانین کے معاملے میں ایک محتاط اور دور اندیشانہ رویہ [وَاتَّقِ اللہؔ] اختیار کر سکو۔ تم نے اسے کہا تھا کہ تم کیوں ایسے امور اپنے باطن میں چھپاتے ہو جنہیں اس کے بر عکس اللہ تعالی ظاہر کر کے روشنی میں لاتا ہے [مُبْدِیہِ]، اور ایسا تم اس بنا پر کرتے ہو کہ تم انسانوں کے رد عمل سے خائف ہوتے ہو۔ تم نے اس پر واضح کیا تھا کہ انسانوں سے مت ڈرو کیونکہ یہ تو صرف اللہ کا حق ہے کہ اسی سے ڈرا جائے۔ اور یہ کہ، جب یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ جماعت میں موجودہ سطح سے زیادہ اضافہ کرنا [زَیْدٌ] ایک لازمی ضرورت [وَطَرًا] بن گیا ہے، تو ہم نے تمہیں اسی ساتھی جماعت کے ساتھ جوڑ دیا تھا [زَوَّجْنَاکَھَا] تا کہ امن کے ذمہ داروں کو اپنی جماعت کے ساتھ منسوب ہونے کے دعویداروں کو [أَدْعِیَائِھِمْ] اپنی جماعت میں شامل کرنے میں [فِي أَزْوَاجِ] کوئی اندیشہ یا ہچکچاہٹ [حَرَج] نہ محسوس ہو، اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت [وَطَرًا] یہ قدم اٹھانے کا فیصلہ کر چکے ہوں۔ اور اس طرح اللہ کے حکم پر راست عمل درآمد ہو جائے۔

آیت:۳۳/۳۸

مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا

اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے، یا کسی بھی بلند مقام پر فائز مجاز اتھارٹی کے لیے[النَّبِيّ]، جو فرائض مقرر فرما دیے ہیں ایسے فرائض کی ادائیگی میں انہیں کوئی اندیشہ یا مشکل محسوس کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسے فرائض تفویض فرمانا، ان لوگوں کے معاملے بھی جو ماقبل زمانوں میں گذر چکے ہیں، اللہ کا طریقِ کار[سُنَّةَ اللّٰہِ] رہا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا حکم ایک ایسا قانون ہوتا ہے جو ہمیشہ ایک لازمے کے طور پر پورا ہو کر رہتا ہے۔

بریکٹ شدہ الفاظ کے مستند معانی:

[قَضَى]: فیصلہ ہو گیا: فیصلہ کا وقت آ گیا۔ [الْخِيَرَةُ]: ترجیح، چوائس، اختیار، چننے کا حق، دیگر متبادل

[زَوْجَكَ]: تیرا ساتھی، جماعت، لوگ، میاں، بیوی۔ [أَمْسِكْ]: پیوستہ رہنا، پکڑ لینا، متحد رہنا، ساتھ رہنا

[اتَّقِ اللّٰہَ]: اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرنا؛ محتاط اور پرہیز گاری کا رویہ رکھنا

[مُبْدِيهِ]: مبدی: وہ جو منکشف کر دے، کھول دے، روشنی ڈال دے، واضح اور ظاہر کر دے۔

[زَيْدٌ]: اضافہ، بڑھوتری، زیادتی، فالتو ہونا۔ [وَطَرًا]: لازمہ، ضرورت، مقصد، ہدف جو نظر میں ہو، احتیاج۔

[زَوَّجْنَاكَهَا]: ہم نے تمہیں اس کے ساتھ متحد کر دیا، ملا دیا۔ [أَدْعِيَائِهِمْ]: تمہارے وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہونے کا دعوی کریں؛ الادعاۃ: کسی چیز کے متعلق دعوی کرنا کہ میرے ہے؛ خود کو منسوب کرنا کہ میں فلاں قوم سے ہوں، یا فلاں کا بیٹا ہوں؛ بلانا، طلب کرنا، خواہش کرنا

[فِي أَزْوَاجِ]: متحد کرنے میں، کے ضمن میں، ساتھیوں میں۔[حَرَج]: تنگی، مشکل، اندیشہ، ممنوع [سنۃ اللہ]: اللہ کا طریق کار۔ [نبی]: نبو: ایسے بلند مقام پر فائز جہاں عوام الناس کو راہ دکھانا فرضِ منصبی ہو۔

اور اب وہی ترجمہ رواں انداز میں:

قیامِ امن کے ذمہ دار افراد یا جماعت کے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ جب حکومتِ الٰہیہ کی جانب سے کوئی حکم صادر ہو جائے تو اس حکم کے نفاذ میں ذاتی مفادات کے پیشِ نظر کوئی متبادل راہ یا ترجیحات یا پسند ناپسند کو اختیار کیا جائے۔ یعنی جو کوئی بھی اس انداز میں حکومتِ الٰہیہ کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے تو سمجھو کہ وہ دراصل ایک کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اور اس ضمن میں یاد کرو وہ معاملہ جب تم نے ایک ایسے شخص کے لیے ہدایت جاری کی تھی جس پر اللہ کی اور تمہاری جانب سے مہربانیاں اور عنایات کی گئی تھیں، یعنی بڑا مرتبہ و منصب عطا کیا گیا تھا، کہ اپنے ساتھی، یعنی اپنی شریکِ کار جماعت کو اپنے ساتھ متحد رکھو تا کہ تم اللہ کے قوانین کے معاملے میں ایک محتاط اور دور اندیشانہ رویہ اختیار کر سکو۔ تم نے اسے کہا تھا کہ تم کیوں ایسے امور اپنے باطن میں چھپاتے ہو جنہیں اس کے برعکس اللہ تعالی ظاہر کر کے روشنی میں لاتا ہے، اور ایسا تم اس بنا پر کرتے ہو کہ تم انسانوں کے ردعمل سے خائف ہوتے ہو۔ تم نے اس پر واضح کیا تھا کہ انسانوں سے مت ڈرو کیونکہ یہ تو صرف اللہ کا حق ہے کہ اسی سے ڈرا جائے۔ اور یہ کہ، جب یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ جماعت میں موجودہ سطح سے زیادہ اضافہ کرنا ایک لازمی ضرورت بن گیا ہے، تو ہم نے تمہیں اسی ساتھی جماعت کے ساتھ جوڑ دیا تھا تا کہ امن کے ذمہ داروں کو اپنی جماعت کے ساتھ منسوب ہونے کے دعویداروں کو اپنی جماعت میں شامل کرنے میں کوئی اندیشہ یا ہچکچاہٹ نہ محسوس ہو، اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت یہ قدم اٹھانے کا فیصلہ کر چکے ہوں، اور اس طرح اللہ کے

حکم پر راست عمل درآمد ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے، یا کسی بھی بلند مقام پر فائز مجاز اتھارٹی کے لیے، جو فرائض مقرر فرما دیے ہیں ایسے فرائض کی ادائیگی میں انہیں کوئی اندیشہ یا مشکل محسوس کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسے فرائض تفویض فرمانا، ان لوگوں کے معاملے بھی جو ما قبل زمانوں میں گذر چکے ہیں، اللہ کا طریقِ کار رہا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کا حکم ایک ایسا قانون ہوتا ہے جو ہمیشہ ایک لازمے کے طور پر پورا ہو کر رہتا ہے

نوٹ:

یہاں دورِ اول کے یہودی علماء کی گہری سازش نوٹ فرمایئے، کہ ان آیاتِ کریمہ میں مضمر حکومتِ الٰہیہ کو مضبوط بنیادوں پر چلانے کے قواعد و ضوابط کی پابندی کرنے کی ہدایات کو مسخ کرنے کے مذموم مقاصد کے لیے زید نامی ایک کردار گھڑا گیا، اس کا وجود ثابت کرنے کے لیے روایات گھڑی گئیں، انہیں احادیث کے مجموعے میں شامل کیا گیا، جہاں سے پھر یہی مواد تواریخ میں داخل کیا گیا۔ ان کہانیوں میں زید نامی فرضی کردار کو آپ[ص]کا متبنہ قرار دیا گیا؛ اس کی بیوی کو حضور کی کزن قرار دیا گیا؛ حضور کو اس کزن پر عاشق کروایا گیا؛ زید سے اس فرضی خاتون کو طلاق دلوائی گئی؛ اور بالآخر آپ[ص] کی ایک مزید اور شادی اس خاتون سے کروادی گئی۔ اور تشہیر اس امر کی کی گئی کہ یہ عمل منہ بولے بیٹے کی سابقہ بیوی سے شادی کو جائز قرار دیے جانے کے لیے سر انجام دیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔العیاذ باللہ۔

* * * * *

قصرِ صلاۃ-سورۃ النساء

یہ جدید تحقیق سورۃ النساء کی ۱۰۱ سے ۱۰۴ آیات پر مشتمل ہے۔ سیاق و سباق میں جاری جنگی کاروائیوں کا ذکر، مجاہدین کا کردار، ہجرتوں کا ذکر، اور پیچھے بیٹھے رہ جانے والوں کا ذکر ہے۔ کیونکہ متن انہی موضوعات سے جڑا ہے اس لیے الفاظ و اصطلاحات کا ترجمہ بھی اسی تناظر میں، لیکن مادے کے بنیادی معنوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہی کیا گیا ہے۔ یہ دراصل ہنگامی حالات میں اختیار کرنے والی سٹریٹیجی کی ہدایات ہیں نیز پیچھے رہ جانے والوں کی جنگی تربیت اور تیاری مد نظر ہے۔

اس تحقیق کے پس منظر میں روایت پرستوں کی جانب سے عمومی طور پر کیا جانے والا یہ دعویٰ ہے کہ اس مقام سے "روایتی نماز" ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ یہاں متن سے اور سیاق و سباق سے کسی طرح بھی "نماز" کے مصنوعی ڈھونگ کا ایک شائبہ بھی نگاہِ بصیرت کے سامنے نہیں آتا۔

عمومی تراجم کے مطابق اس مقام پر ایک جاری جنگ کو فرض کر لیا گیا ہے، جب کہ ایسا اشارہ کہیں بھی نہیں دیا گیا۔ البتہ کافروں سے اچانک مڈ بھیڑ کے خطرے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں عین جنگ کے دوران "نماز" پڑھنے کی حماقت بھی فرض کر لی گئی ہے، جب کہ ایسا کوئی بھی نقشہ پیش نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ آنیوالی جنگوں کے پیش نظر پیچھے رہ جانے والے مومنوں کو بھی جنگی تربیت دے کر تیار رہنے اور اقدامی اور دفاعی جنگ کی تربیت کی کچھ تفاصیل پیش کی گئی ہیں۔ خود ہی ملاحظہ فرمالیں۔ آپ یقینا مطالعے کے بعد متفق ہو جائیں گے۔

سورۃ النساء کی ۱۰۱ سے ۱۰۴ آیات

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿١٠١﴾ وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾

ترجمہ:

۳/۱۰۱ : وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ

خِفْتُمْ أَن يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿١٠١﴾

جب تم کسی مہم کے لیے زمین کے سفر پر نکل پڑو اور اس مہم کے دوران تمہیں خوف ہو کہ کافرین تم کو کسی آزمائش میں نہ ڈال دیں تو تم پر کوئی گناہ یا ممانعت نہیں کہ تم خود حفاظتی کے اقدامات کرنے کی خاطر اپنے عمومی ڈسپلن [الصَّلَاةِ] یعنی احکاماتِ الٰہی کی ہمہ وقت تبلیغ و ترویج، کی پابندیوں کو محدود یا مختصر کر لیا کرو [تَقْصُرُوا] کیونکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کافرین تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

۱۰۲/۳ : وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾

اور اے نبی اگر تم ان پیچھے رہ جانے والوں کے درمیان موجود ہو [وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ] {جن کا ذکر ابھی کیا گیا ہے} اور ان کے لیے اتباعِ احکامِ الٰہی کا ڈسپلن قائم کرنے کا ارادہ کیا ہو [فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ]، تو اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ باری باری ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ اس تربیت کے لیے قیام کیا کرے [فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ]، اور یہ گروپ اپنے ہتھیار بھی سنبھالے رکھے۔

تا کہ جب یہ ڈسپلن کی مکمل اطاعت اختیار کر لے [فَإِذَا سَجَدُوا] تو یہ تمہارے پیچھے تمہاری نفری کے ساتھ شامل ہو جائے اور دوسرا گروپ جو ابھی نظام کے تابع نہیں ہوا [لَمْ يُصَلُّوا]، سامنے آ جائے۔ پس یہ بھی تمہارے زیرِ تربیت ڈسپلن کا اتباع و اطاعت اختیار کرے اور ہوشیار و خبر دار ہو کر مسلح ہو جائے [وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ]۔

یہ یاد رہے کہ کافرین تو ہمیشہ اس تاک میں رہینگے کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور دیگر جنگی ساز و سامان سے غافل ہو جاو، تو تم پر ایک ہی بار بڑا اہلہ بول دیں۔ پس اس تربیت کی رُو سے تم پر کچھ ممانعت نہیں کہ اگر لڑائی کے دوران تمہیں فضاء سے ہتھیاروں کی بوچھار [مَّطَرٍ] کی مشکل کا سامنا ہو جائے [بِكُمْ أَذًى] یا اگر تم دیگر امور میں سے کسی میں کمزوری کا سامنا کر رہے ہو [كُنتُم مَّرْضَىٰ]، تو اپنے ہتھیار رکھ کر اپنے بچاو اور تحفظ کے اقدامات اختیار کر لیا کرو [وَخُذُوا حِذْرَكُمْ]۔ اللہ نے کافروں کے لیے بہر حال ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۳/۱۰۳ :: فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾

جب تم اپنے اپنے فرائضِ منصبی ادا کر چکے ہو [قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ] تو پھر اللہ کے احکامات کی یاد دہانی ہمہ وقت اور ہر جانب کرنا شروع کر دو۔ پھر جب تم بالآخر امن و اطمینان کی حالت میں واپس آ جاو [فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ] تو پھر سے احکاماتِ الٰہی کی تبلیغ و ترویج کے پورے ڈسپلن کی پیروی کے معمول پر واپس آ جایا کرو [فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ] کیونکہ اس ڈسپلن کی پیروی مومنین پر ایک لازمی اور مقرر کردہ فریضہ ہے [كِتَابًا مَّوْقُوتًا]۔

۳/۱۰۴ :وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٠٤﴾

دشمن قوم کا پیچھا کرنے میں سستی اور کمزوری نہ دکھایا کرو۔ کیونکہ اگر تمہیں نقصانات سے تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی تمہاری مانند نقصانات کو برداشت کرنا پڑا ہے۔ البتہ تمہاری فضیلت یہ ہے کہ تم اللہ سے وہ کچھ حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہو جو ان کے نصیب میں نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رہے کہ اللہ ان تمام امور کا علم رکھنے والا اور بڑی دانائی کا مالک ہے۔

اب اہم الفاظ کے مستند تراجم:

[الصَّلَاةِ]: احکامات کی پیروی، تبلیغ و ترویج؛ فرائض کی بجا آوری؛ اطاعت و اتباعِ احکاماتِ الٰہی؛ فرائضِ منصبی جو اللہ کی جانب سے یا اسلامی حکومت کی جانب سے عائد ہوں۔ ایسے فرائض کا ایک مربوط ڈسپلن۔

[تَقْصُرُوا]: قصر: چھوٹا کر لینا؛ مختصر کر لینا؛ رُک جانا؛ باز آ جانا؛ ترک کر دینا؛ ختم کر دینا؛ محدود / قید / پابند کر دینا؛ حدود کے اندر سمیٹ دینا؛ روک لینا؛ بڑا اور وسیع گھر، محل، قلعہ۔

[وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ]: یہاں "ھم" کی ضمیر پیچھے ذکر کیے گئے قٰعدین یعنی جہاد سے بیٹھے رہ جانے والوں کی جانب ہے۔

[فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ]: تم ان کے لیے جنگی نظم و ضبط کا ڈسپلن قائم کرو

[فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ]: پس ان میں سے ایک گروپ تمہارے ساتھ تربیت کے لیے کھڑا ہو جائے۔

[فَإِذَا سَجَدُوا]: س ج د: اطاعت میں عاجزی اور خود سپردگی اختیار کر لینا۔

[لَمْ يُصَلُّوا]: انہوں نے پیروی اختیار نہیں کی؛ وہ نظام کے تابع نہیں ہوئے۔

[وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ]: حذر: تنبیہ لینا؛ ہوشیار ہونا؛ خبر دار ہونا؛ خیال کرنا؛ حفاظت کرنا؛ خود کو تیار کرنا؛ غصہ میں آنا۔

[مَّطَرٍ]: جو کچھ بھی رحمت کے طور پر یا سزا کے طور پر برسے یا بھیجا جائے؛ بارش؛ اوپر سے گرنے والا شاور؛ بوچھاڑ؛ [یہاں مراد تیروں یا آتش کی بارش یا بوچھاڑ]؛ مطر ھم شر = ان پر برائی یا عذاب برس پڑا۔

مطرنی بخیر: اس نے مجھ پر نیکی کی۔ امطر ھم اللہ: اللہ نے ان پر مشکل نازل کی۔ امطر اللہ السماء: اللہ نے آسمان سے پانی برسایا۔ مستیطر: وہ جس سے رحمتیں اور نعمتیں مانگی جائیں، یعنی جو فطرتا رحم اور انعامات عطا کرنے والا ہو۔

[بِكُمْ أَذًى]: تمہیں تکلیف کا سامنا ہو۔

[كُنتُم مَّرْضَىٰ]: مرض: کسی بھی جسمانی یا انتظامی یا نفسیاتی یا علمی کمزوری / کمی کا سامنا۔

[وَخُذُوا حِذْرَكُمْ]: تم اپنی حفاظت کے لیے تنبیہ یا اقدام لے لو۔

[قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ]: تم نے اپنے فرائضِ منصبی ادا کر لیے۔

[فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ]: جب تم حالتِ اطمینان اور امن میں آ جاو۔

[فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ]: پھر احکامات بجالانے / فرائض ادا کرنے کا ڈسپلن قائم کرو۔

[كِتَابًا مَّوْقُوتًا]: مقرر کردہ، عائد کردہ، فریضہ۔

[مَوَاقِيتُ]: واحد: میقات: اکٹھا کیے جانے کا وقت / وعدہ / مقام، کسی کام کے لیے مقررہ جگہ / وقت۔

اور اب آخر میں رواں ترجمہ:

جب تم کسی مہم کے لیے زمین کے سفر پر نکل پڑو اور اس مہم کے دوران تمہیں خوف ہو کہ کافرین

تم کو کسی آزمائش میں نہ ڈال دیں تو تم پر کوئی گناہ یا ممانعت نہیں کہ تم خود حفاظتی کے اقدامات کرنے کی خاطر اپنے عمومی ڈسپلن، یعنی احکامات الٰہی کی ہمہ وقت تبلیغ و ترویج، کی پابندیوں کو محدود یا مختصر کر لیا کرو کیونکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کافرین تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

اور اے نبی اگر تم ان پیچھے رہ جانے والوں کے درمیان موجود ہو {جن کا ذکر ابھی کیا گیا ہے} اور ان کے لیے اتباعِ احکامِ الٰہی کا ڈسپلن قائم کرنے کا ارادہ کیا ہو، تو اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ باری باری ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ اس تربیت کے لیے قیام کیا کرے، اور یہ گروپ اپنے ہتھیار بھی سنبھال لے۔ تاکہ جب یہ ڈسپلن کی مکمل اطاعت اختیار کر لے تو یہ تمہارے پیچھے تمہاری نفری کے ساتھ شامل ہو جائے اور دوسرا گروپ جو ابھی نظام کے تابع نہیں ہوا، سامنے آ جائے۔ پس یہ بھی تمہارے زیرِ تربیت ڈسپلن کا اتباع و اطاعت اختیار کرے اور ہوشیار و خبر دار ہو کر مسلح ہو جائے۔

یہ یاد رہے کہ کافرین تو اس تاک میں رہینگے کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور دیگر جنگی ساز و سامان سے غافل ہو جاو، تو تم پر ایک ہی بار بڑا اہلہ بول دیں۔ پس اس تربیت کی رُو سے تم پر کچھ ممانعت نہیں کہ اگر لڑائی کے دوران تمہیں فضاء سے ہتھیاروں کی بوچھار کی مشکل کا سامنا ہو جائے یا اگر تم دیگر امور میں سے کسی میں کمزوری کا سامنا کر رہے ہو، تو اپنے ہتھیار رکھ کر اپنے بچاو اور تحفظ کے اقدامات اختیار کر لیا کرو۔ اللہ نے کافروں کے لیے بہر حال ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جب تم اپنے اپنے فرائضِ منصبی ادا کر چکے ہو تو پھر اللہ کے احکامات کی یاد دہانی ہمہ وقت اور ہر جانب کرنا شروع کر دو۔ پھر جب تم بالآخر امن و اطمینان کی حالت میں واپس آ جاو تو پھر سے احکاماتِ الٰہی کی تبلیغ و ترویج کے پورے ڈسپلن کی پیروی کے معمول پر واپس آ جایا کرو کیونکہ اس ڈسپلن کی پیروی مومنین پر ایک لازمی اور مقرر کردہ فریضہ ہے۔ دشمن قوم کا پیچھا کرنے میں سستی اور کمزوری نہ دکھایا کرو۔ کیونکہ اگر تمہیں نقصانات سے تکلیف پہنچی ہے تو انہیں بھی تمہاری

مانند نقصانات کو برداشت کرنا پڑا ہے۔ البتہ تمہاری فضیلت یہ ہے کہ تم اللہ سے وہ کچھ حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہو جو ان کے نصیب میں نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رہے کہ اللہ ان تمام امور کا علم رکھنے والا اور بڑی دانائی کا مالک ہے۔

*****

آیاتِ محکمات اور متشابہات

قرآنِ کریم کے موضوعاتی تراجم کے سلسلے کی اس قسط میں ہم ایک ایسا مخصوص موضوع ٹھوس علمی تحقیق کی چھلنی سے گذاریں گے جو اسلام کے اولین دور سے ہی مباحث کا ہدف رہا ہے۔ اس ضمن میں ہم سب کا وہ عقیدہ زیرِ تحقیق لایا جائیگا جس کے رُو سے امت میں ایک عمومی اتفاق پایا جاتا ہے کہ قرآن کا متن دو علیحدہ علیحدہ نوعیت کی آیات پر مشتمل ہے۔ اور وہ اسطرح کہ،،،، ان میں سے کچھ آیات اُس مخصوص اسلوب میں بیان کی گئی ہیں جسے "محکمات" کا نام دیا گیا ہے اور جو اپنے پیغام یا مفہوم کو 'بآسانی' ظاہر کر دیتی ہیں۔ اور کچھ دوسری آیات ہیں جن کا اسلوب "متشابہات" کی ذیل میں آتا ہے، جن میں تشبیہات و استعارات کی زبان میں بات کی گئی ہے، جس کے باعث ان کی تفہیم مشتبہ شکل اختیار کر گئی ہے۔ لہٰذا انہیں بآسانی سمجھنا مشکل ہے۔ اس نظریہ کے مطابق اشارہ یہ دیا جاتا ہے کہ ثانوی نوعیت کی آیات کی تفہیم کے ضمن میں زیادہ رد و قدح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ متقدمین نے ان سے جو بھی استنباط کیا ہے اور اس کے مطابق جو بھی مفہوم پیش کر دیا گیا ہے اسے ان کے احترام میں بلا چون و چرا مان لیا جانا چاہیئے،،، اسلیے کہ،،،، قرآنی عبارت میں بھی کچھ ایسی ہی تلقین فرمائی گئی ہے۔

دراصل اس موضوع پر آج کے دن تک متوارث چلا آرہا مباحثہ سراسر ایک عدد بڑی غلط فہمی کی بنیاد پر قائم ہے۔ جیسے ہی وہ غلط فہمی دور ہو جائے، تمامتر مباحثہ اپنی موت آپ مر سکتا ہے اور قرآن کا منشاء و مقصود صاف طور پر نکھر کر سامنے آ سکتا ہے۔ یہ غلط فہمی عہدِ ملوکیت کے دو نمبر کے جعلی اسلام کی پیدا کردہ ہے جہاں حقیقی اسلام اور قرآنی تفاسیر کو بدنیتی سے کام لیتے ہوئے اُس

اصل سے یکسر ہٹا دیا گیا تھا جس کی وضاحت ہمارے پیارے نبی ﷺ نے بنفسِ نفیس فرما دی تھی۔ اگر وہ اصل قائم رہتی تو ملوکیت کو اپنی جڑیں قائم کرنے کی مہلت کبھی نہ مل سکتی تھی۔

معزز قارئین، نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اسلاف کا درج بالا استنباط قطعی بے بنیاد، لغو اور غیر قرآنی ہے۔ اس لیے خواہ سابق زمانوں میں اس سے متفق ہونے والوں میں نہایت محترم نام بھی شامل ہوں، اسے کالعدم قرار دینا از حد ضروری ہے۔ راقم کی جدید ترین تحقیق کے مطابق تو قرآن عظیم کا سارا کا سارا متن ایک ادبِ عالی کے درجے پر فائز ہے۔ ادب کا ایک کلاسیکل شہ پارہ ہمیشہ ہی تشبیہات، محاورات، ضرب الامثال اور استعارات کے خوبصورت استعمال سے لیس ہوتا ہے اور اسی بنا پر اسے کلاسیکل کا درجہ عطا کیا جاتا ہے۔ قرآنِ عالیشان ایک ایسا ہی ادبی شہ پارہ ہے ۔ تو آیئے دیکھتے ہیں کہ متوارث چلا آرہا محکمات اور متشابہات کا نظریہ اپنے تیئں کتنی وثاقت کا حامل ہے اور کیا واقعی قرآن بھی اسی نظریے کی تائید فرماتا ہے،،،،، یا کچھ اس کے برعکس اظہار کرتا ہے۔

اس موضوع سے متعلقہ دو عدد آیاتِ مبارکہ کا جدید شعوری اور تحقیقی ترجمہ پیش کر دیا جاتا ہے، جس میں آپ دیکھیں گے کہ دونوں بنیادی الفاظ یا اصطلاحات کو پہلے بریکٹ زدہ کر دیا گیا ہے اور پھر تحریر کے اواخر میں ان الفاظ و اصطلاحات کے معانی کی پوری وسعت متعدد مستند ترین عربی لغات سے پیشِ خدمت کر دی گئی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ تراجم میں ایک فیصد بھی ذاتی رائے یا عقیدہ یا نظریہ شامل نہیں ہے۔ کام کا بنیادی معیار علم و عقل و شعور کو مقرر کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کی آلائشوں اور تعصبات سے پاک رہے۔ اب تک چلے آرہے لفظی تراجم کی مذمت اور ان کو کالعدم قرار دینے کی سفارش کی گئی ہے کیونکہ قرآن کی شکل کو یکسر بگاڑ دینے میں یہی لفظ بہ لفظ تراجم سب سے بڑا فتنہ ثابت ہو چکے ہیں۔

یہ واضح کر دیا جائے کہ یہ عاجز نہ ہی خود کوئی مسلک رکھتا ہے اور نہ ہی مذہبی گروہ بندی پر یقین رکھتا ہے۔ اس عاجز کا تناظر صرف خالق اور اس کی مجموعی تخلیق ہے، کائنات کے کاسمک مرحلے سے لے کر حیاتِ انسانی کے ترقی یافتہ ترین مرحلے تک۔ اور تخلیقی کاروائیوں میں خالق کی کردار سازی کی ہدایات کا واحد ماخذ و منبع، اس کی کتاب القرآن۔ جس کی صحیح شکل کی پیروی انسان کو نسل در نسل اس کی متعین شدہ منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رکھتی ہے۔

تو آیئے متعلقہ تناظر کے اس بیان کے بعد موضوعِ زیرِ نظر پر کی گئی تحقیق پر نظر ڈالتے ہیں،،،، اس ضروری تاکید کے ساتھ کہ قرآن پر جاری جدید ترین ریسرچ تبھی اپنی جگہ بنا پائے گی، اور اسلام کا حقیقی منزہ چہرہ تب ہی سامنے آ سکے گا، جب ہم ارتقائے علم کے موجودہ دور میں اسلاف کی اندھی تقلید کو ترک کرنے کا مشرب بلا خوف اختیار کر لیں گے، اور اپنی سوچوں کا رُخ علم و شعور کے استعمال کی جانب موڑ لیں گے۔ اس سلسلے میں ممکنہ اغلاط کی نشاندہی کو خوش آمدید کہا جائیگا۔ نیز سند کے ساتھ پیش کی گئی کسی بھی علمی تصحیح کو فی الفور شرفِ قبولیت بخشا جائیگا، کیونکہ اس قرآنی تحقیق میں پیش کیا گیا کوئی بھی مواد حرفِ آخر نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسانی علم و شعور کا ارتقاء جاری و ساری ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن دراصل کیا فرما رہا ہے،،،،، اور ہم سب کو کس طرح اس کی درست اور محکم راہ سے بھٹکا دیا گیا ہے۔ متعلقہ آیتِ مبارکہ قرآن کی سطروں میں واضح طور پر اس طرح سے ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہے:-

آیت 3/7: هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ

تو عرض یہ ہے کہ اب تک چلے آ رہے گمراہ کن روایتی لفظی ترجمے کے مقابلے میں اس آیت کا با محاورۃ ادبی و علمی ترجمہ کچھ اس طرح ہو گا:

"وہی ہے جس نے آپ پر قوانین کا مجموعہ نازل فرمایا جس میں وہ آیات ہیں جو فیصلہ کن اور دانائی پر مبنی ہیں (مُّحْكَمَاتٌ) اور یہی سب (ھن) اس الکتاب کی بنیاد ہیں (ام الکتاب)۔ اور اس کے علاوہ جو بھی دیگر مواد ہے (واُخر) وہ اس کے متشابہ بنا دیے جانے کی جہت سے مبہم، مشتبہ، الجھا دینے والا (confusing) ہے (مُتَشَابِهَاتٌ)۔

اب انتہائی توجہ سے غور فرمالیجیے کہ اللہ تعالیٰ یہاں قرآن کے متن کے اندر ہی موجود دو اقسام کی آیات (یعنی محکمات اور متشابہات) کا ذکر نہیں فرماتا،،،،، بلکہ فرماتا ہے کہ قرآن تو صرف ایسے ہی کلام پر مبنی ہے جو واضح، فیصلہ کن اور دانائی کا حامل ہے۔ دیگر کلام یا مواد جسے متشابہات کہا گیا ہے، یعنی جسے قرآن کے متماثل قرار دیا جاتا ہے، قرآن کے علاوہ ہے،،،، یعنی خارج از قرآن ذرائع پر مشتمل ہے۔

یعنی ثابت ہوا کہ آج تک چلی آرہی تفاسیر اور تراجم صرف اور صرف مسلمان کو گمراہ کرتی اور لا یعنی بحث و تکرار کا راستہ ہموار کرتی چلی آرہی ہیں،،،، اور یہی اسلام اور مسلمان کے لیے عہدِ ملوکیت کا بدبودار تحفہ اور میراث ہے۔

اب آیئے تصریف الآیات کے مسلمہ اصول کے ذریعے اپنے مندرجہ بالا استنباط کی قرآن ہی سے بھرپور توثیق بھی کرلیتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے آیتِ مبارکہ 11 / 1: الر ۚ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ

ترجمہ: یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی سب آیات فیصلہ کن اور دانائی کی حامل بنا دی گئی ہیں (احکمت) نیز بعد ازاں اس صاحبِ دانش اور باخبر ذات کی جانب سے تفصیل سے بیان بھی کر دی گئی ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم سب اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے لگ جاؤ۔

کہیئے، کیا تصریف الآیات کے مسلمہ اصول کے ذریعے بات بالکل واضح نہیں ہو گئی؟

یہ اس ذاتِ پاک کا قطعی فیصلہ ہے کہ اس کتاب کی تمام آیات محکم ہیں۔ لہذا کچھ کا محکم ہونا اور

کچھ کا متشابہ ہونا قطعی غیر قرآنی استنباط ہے اور قرآن سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔
کیونکہ ساتھیوں کے اذہان میں کچھ دیگر سوالات بھی اُٹھ سکتے ہیں، اس لیے بنیادی آیت کا مکمل ترجمہ بھی پیش کر دیا جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ

"وہی ہے جس نے آپ پر قوانین کا مجموعہ نازل فرمایا جس میں وہ آیات ہیں جو فیصلہ کن اور دانائی پر مبنی ہیں اور یہی سب (ھن) اس الکتاب کی بنیاد ہیں (ام الکتاب)۔ اور اس کے علاوہ جو بھی دیگر مواد ہے (واُخر) وہ اس کے مماثل کہلانے کی جہت سے مبہم اور مشتبہ ہے۔ پس وہ لوگ جن کے ذہنوں میں کجی پائی جاتی ہے، وہ تو بہر حال اسی کا اتباع کریں گے جو اس الکتاب کے متماثل سمجھا جانے والا مبہم اور مشتبہ مواد ہے تاکہ فتنہ پھیلانے کی خواہش پوری کی جائے اور اس کے ذریعے قرآنی آیات کی من مرضی کی تشریح کی جائے۔ اور ان کی اُس تاویل / تشریح کو اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتا ہے۔ جب کہ وہ لوگ جو علم میں راسخ ہیں وہ یہی موقف رکھیں گے کہ ہم تو صرف اسی مواد پر یقین رکھتے ہیں جو تمام کا تمام ہمارے رب کی جانب سے عطا کیا جاتا ہے۔ اور یہ اصول صرف اصحاب علم و دانش ہی پیشِ نظر رکھتے اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔"

اور اب آخر میں دونوں اہم الفاظ کا مستند ترجمہ:

شبہ: ش ب ہ؛shabaha: کسی کے جیسا ہونا، مشابہت ہونا، کسی کا حصہ بن جانا، نقل کرنا، نقل بنانا، مشترکہ اوصاف کا موازنہ کرنا؛ مبہم ہونا/مشتبہ ہونا/گمنام ہونا/الجھا دیا جانا؛ تقابل/مثال/ضرب المثال/درجے یا صفات میں مماثلت ہونا/باہم منطبق ہو سکنا۔ تشابہ؛ تشابہات: وہ اشیاء جو آپس میں مشابہت رکھ کر پریشانی، ابہام اور اشتباہ پیدا کریں

= Shiin-Ba-ha = to be like, to resemble/assimilate/liken/imitate, to compare one thing with another due to an attribute connecting them or is common to them: can be real or ideal - real: "this dollar is like this dollar" ideal: "John is like the lion/ass (i.e. strength/stupidity)", appear like another thing, ambiguous/dubious/obscure, comparison/similitude/parable/simile, co similar, resemble (in quality or attributes), conformable.

With reference to the *Quran* is that of which the meaning is not be learned from its words and this is of two sorts: one is that of which the meaning is known by referring to what is termed "*muhkam*" and the other is that of which the knowledge of its real meaning is not attainable in any way or it means what is not understood without repeated consideration. (e.g. 3:7)

شبّہ لہlie rendered it confused to himn [by nmaking it to appear like some other

thing]; (JS,' TA;)he rendered it ambiguous, dubious, or obscure, to him.

ح ک م: روک دینا، اختیار استعمال کرنا، حکم دینا، فیصلہ دینا، دانا ہونا۔ کسی کو غلط کام یا طریق سے روک دینا، سزا سنانا، قانونی فیصلہ کرنا، قانونی اختیار استعمال کرنا، دائرہ اختیار، حکومت، ملکیت، گورنمنٹ، علم اور دانائی کا حامل ہونا، کسی چیز کو ہنر کے استعمال سے نقائص سے پاک، مضبوط، محفوظ، آزاد کر دینا۔۔ محکم؛ محکمات: کوئی بھی شے / اشیاء جو اختیار، مضبوطی، تحفظ کی حامل ہو، فیصلہ کن ہو، دانائی پر مبنی ہو، بے عیب ہو اور کاملیت کی حامل ہو

To restrain from, exercise authority, command, give judgment, judge, be wise. To restrain/prevent/withhold a person from acting in an evil or corrupt manner, to judge or give judgement, pass sentence, decide judicially, exercise judicial authority/jurisdiction/rule/dominion/government, order or ordain or decree a thing, to be wise, to be sound in judgement, possess knowledge or science and wisdom, render a thing firm/stable/sound/free from defect or imperfection by the exercise of skill.

*****

۱]دین القیم کیسے بارہ مہینوں کی گنتی ہے؟اور
۲]یوم الحج الاکبر کیاہے؟کے جوابات

آیاتِ مبارکہ 9/36اور 9/3،4کامستند لغوی ترجمہ:
۱]کیادین القیم بارہ مہینوں کی گنتی ہے؟

روایتی ترجمہ میں "دین القیم "کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ "۱۲ مہینوں کی گنتی" دین القیم ہے، جن میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں؟؟؟

ظاہر ہے کہ دین القیم کی یہ تعریف انتہائی لغو اور مضحکہ خیز ہے۔ دین ایک ضابطہِ حیات کو کہتے ہیں ، صرف ۱۲ مہینوں کی گنتی کو نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس اہم آیت کے علمی اور شعوری ترجمے کی ضرورت محسوس کی گئی جو قرآن کے حقیقی پیغام و نظریے کے مطابق ہو اور جدید تعلیم یافتہ ذہن میں آسانی سے داخل ہو جائے۔ درخواست ہے کہ اس ترجمہ کو قدیمی روایتی ترجمے کے تقابل و موازنے کے ساتھ مطالعہ کریں۔

تو اللہ کے پاک نام سے شروع کرتے ہیں۔

سورۃالتوبۃ:۳٦

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ۔

درحقیقت، کائنات کی تخلیق کی ابتدا ہی سے [يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ] اللہ تعالیٰ نے یہ قانون [فِي كِتَابِ اللَّهِ] بنا دیا تھا کہ اس کی پسندیدہ [عِندَ اللَّهِ] انسانی زندگی کی مجوزہ اور قابلِ لحاظ صورتِ حالات [عِدَّةَ الشُّهُورِ] وہ ہوگی جو کہ ایک نہایت قابلِ تعریف اور قابلِ رشک [اثْنَا] مربوط انسانی معاشرے کی صورت یا کیفیت [عَشَرَ شَهْرًا] ہوتی ہے۔ اور اس معاشرے میں جو (مِنْهَا) سب سے زیادہ شفقت اور رحم دلی رکھنے والے [أَرْبَعَةٌ] ہوں گے وہ سب سے محترم [حُرُمٌ] سمجھے جائیں گے۔ یہی واحد پائدار اور مستحکم [الْقَيِّمُ] طرزِ زندگی یا ضابطۂ حیات [الدِّينُ] ہے۔

پس، اس تناظر میں تمہیں ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنے معاشرے میں اپنے لوگوں کی حق تلفی نہ کرو۔ بلکہ اپنی پوری توجہ غیر قرآنی نظریات رکھنے والوں [الْمُشْرِكِينَ] کا مقابلہ کرنے کی جانب مرکوز کر دو بالکل ایسے جیسے کہ وہ تمہارے ساتھ اپنی پوری قوت کے ساتھ محاذ آرائی پر مصر ہیں۔ تاہم، یہ امر ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ اللہ کی مدد انہی کے شاملِ حال رہتی ہے جو اس کے احکامات کی پوری نگہداشت کرتے ہیں۔

اب یہی ترجمہ رواں انداز میں:-

درحقیقت، کائنات کی تخلیق کی ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنا دیا تھا کہ اس کی پسندیدہ انسانی زندگی کی مجوزہ اور قابلِ لحاظ صورتِ حالات وہ ہوگی جو کہ ایک نہایت قابلِ تعریف اور قابلِ رشک مربوط انسانی معاشرے کی صورت یا کیفیت ہوتی ہے۔ اور اس معاشرے میں جو سب سے

زیادہ شفقت اور رحم دلی رکھنے والے ہوں گے وہ سب سے محترم سمجھے جائیں گے۔ یہی واحد پائدار اور مستحکم طرزِ زندگی یا ضابطۂ حیات ہے۔

پس، اس تناظر میں تمہیں ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنے معاشرے میں اپنے لوگوں کی حق تلفی نہ کرو۔ بلکہ اپنی پوری توجہ غیر قرآنی نظریات رکھنے والوں کا مقابلہ کرنے کی جانب مرکوز کر دو، بالکل ایسے جیسے کہ وہ تمہارے ساتھ اپنی پوری قوت کے ساتھ محاذ آرائی پر مصر ہیں۔ تاہم، یہ امر ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ اللہ کی مدد انہی کے شاملِ حال رہتی ہے جو اس کے احکامات کی پوری نگہداشت کرتے ہیں۔

اب بریکٹوں میں دیے گئے مشکل الفاظ کا مستند عربی لغات سے ترجمہ :-

[يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ] : تخلیقِ کائنات کی ابتدا؛ وہ وقت جب اللہ نے کائنات کی تخلیق کا آغاز کیا۔

[فِي كِتَابِ اللَّهِ]: اللہ کا قانون؛ اللہ کی مرضی کی رُو سے؛ اللہ کا مقرر کردہ۔

[عِندَ اللَّهِ]: اللہ کے ہاں؛ اللہ کا پسندیدہ؛ اللہ کا منظور کردہ۔

[عِدَّةَ الشُّهُورِ]: وہ صورتِ حالات [شھور] جو تجویز کردہ ہو، قابلِ ترجیح، قابلِ شمار ہو۔

[اثْنَا]: انتہائی قابلِ تعریف، قابلِ ستائش؛ ثنا= تعریف۔

[عَشَرَ شَهْرًا]: عشر: ایک مربوط معاشرے کی [شَهْرًا]: کیفیت، صورت، حالت۔

[اَرْبَعَةٌ]: ر ب ع: وسیع المعانی مادہ ہے۔ اچھی حالت، خوشحالی، اوپر اٹھانا، شفقت، محبت، رحم، شریفانہ سلوک کرنا، چوتھا حصہ، مڈل کلاس، درمیانہ سائز، تیزی سے بھر دینا، فراوانی پیدا کر دینا، وغیرہ، وغیرہ۔

[حُرُمٌ]: ممنوع، پابند، محترم، معزز

[الْقَيِّمُ]: مستحکم، پائیدار

[الدِّينُ]:طرزِ حیات، ضابطۂ حیات

[الْمُشْرِكِينَ]: غیر اللہ کے نظریات پر چلنے والے، اللہ کے احکام کے ساتھ شرک کرنے والے۔

اور اب انگلش زبان میں آیتِ مبارکہ کا ترجمہ:-

Indeed, since the hour He unfolded the process of creation of the Universe, Allah had made it mandatory (fi kitaab Allah) that the prescribed and reckonable (iddata) living conditions (shuhoor) as approved by him ('indallah) will be the state of a highly praiseworthy and Admirable (athnaa'), intimate human community ('ashara); and in its composition (min-ha) the segment possessing the attributes of deeper affection and utmost compassion (arba'atun) will be regarded as the respected ones (hurumun). That alone is prescribed as the most sustainable, ideal (qayyam) discipline of life (Deen)

Hence in such circumstances, you are ordained not to be cruel by violating your own people's rights in the community. Instead, concentrate fully in fighting the polytheists just like they are intent on fighting against you with their full might. However,

keep always in mind that in a confrontation Allah sides with those taking full cognizance of His commandments.

۲] حج الاکبر کیا ہے؟

آپ نے حج الاکبر کے متعلق سوال پوچھا ہے کہ یہ کیا ہے؟ سوال کے پیچھے چھپی ہوئی آپ کی اصل الجھن میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ حج کے نئے تحقیقی معانی کے بارے میں اب بھی شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ اسی لیے آپ نے یا دیگر غیر مطمئن یا غیر متفق ساتھیوں نے یہ سوال اُٹھایا ہے۔ بہر حال میرا فرضِ منصبی نکتہ چینی نہیں بلکہ ایک سیر حاصل جواب دینا ہے، اور میں اپنا یہ فرض بحسن وخوبی ادا کروں گا۔

جواب: یہ سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۳ اور ۴ کا معاملہ ہے، جو یہاں مندرج کر دی جاتی ہیں:

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

اس کا سیر حاصل ترجمہ پیش خدمت ہے جس میں سیاق و سباق کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے جو مشرکین کے ساتھ عہد ناموں سے متعلق ہے، اور الفاظ کے حقیقی معانی کا بھی

اللہ اور رسول کی جانب سے [مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ] تمام انسانیت کے لیے (اِلَى النَّاسِ)، اللہ کے دین کی اتمامِ حجت [الحَجّ] کے لیے عطا کیے گئے اس عظیم موقع [يَوۡمَ الۡاَكۡبَرِ] پر یہ اعلان عام [اَذَانٌ] کیا جاتا ہے کہ اب اللہ اور اس کا رسول مشرکین کی جانب سے عائد تمام اخلاقی اور تزویراتی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب اگر تم صحیح راستے کی جانب لوٹ آتے ہو [تُبۡتُمۡ] تو وہ تمہارے لیے خیر، یعنی امن اور خوشحالی کا باعث ہو گا۔ لیکن اگر تم اب بھی اس جانب سے اپنا منہ موڑ لیتے ہو، تو یہ اچھی طرح جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ اے نبی، حق کا انکار کرنے والوں کو دردناک سزا کی نوید دے دو، سوائے ان مشرکین کے جن کے ساتھ تم نے عہد نامے کیے ہیں، اور جنہوں نے بعد ازاں تمہارے ساتھ ان عہد ناموں کی پابندی میں کوئی کمی نہیں کی ہے، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے تم پر فوقیت یا غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ تم اب بھی پابند ہو کہ اپنے عہد نامہ کی مدت کو پورا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوانین کی پاسداری و نگہداشت کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

* * * * *

The Islamic Ritual of Pilgrimage

in its Exclusive, Comprehensive and fully Expanded version.

اسلامی رسمِ پرستش "حج" کا اہم موضوع۔

اپنے ایک انفرادی، تفصیلی اور تمام تر وسعت کے حامل نئے ایڈیشن میں

تعارف

یہاں قارئین کی خصوصی توجہ کے لیے ابتدا ہی میں "حج" کے ضمن میں مستعمل چند ایک وہ خاص قرآنی الفاظ و اصطلاحات درج کر دی گئی ہیں جن کے روایتی تراجم میں دیے گئے غلط معانی عوام الناس میں گمراہی پھیلانے کا موجب ہیں,,,,, اور "حج" نامی اس زیارتی پرستش کے ڈھونگ کو دوام بخشتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس ڈھونگ کی وساطت سے حجاز و نجد کی عرب قوم عقائد کی ماری ہوئی مسلم قوم کی جیبوں سے، اپنے گھروں میں بیٹھے، اپنی سال بھر کی روزی روٹی بافراط بر آمد کروا لیتے ہیں۔ جبکہ ہر حج کے لیے جانے والا مسلمان اس زیارت پر خرچ کیے ہوئے اپنے لاکھوں روپوں کے صرفے کے بدلے میں صرف پتھروں کی پوجا کرتا، دربدر پھر کر دھکے کھاتا, ایک یا دو عدد معصوم جانوروں کا خون بہاتا اور اپنے ساتھ ایک زعمِ باطل واپس لے آتا ہے کہ (شاید) پتھروں کے دور سے تعلق رکھنے والی چند رسومات پوری کرنے سے اس کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔؟۔ اہلِ شعور سے سوال یہ ہے کہ،،،،،،،، کیا کسی مقام کی زیارت کر لینے سے آپ کے ارتکاب کردہ جرائم معاف ہو سکتے ہیں؟ یا،،،،،، کیا اللہ تعالیٰ ایک پتھر کے بنے ننگے اور خالی کیوبکل

میں رہائش پذیر ہو سکتا ہے؟ کیا وہ ہر جگہ موجود نہیں ہے؟ ہماری رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہے؟ تو اس کے ہاں حاضری دینے کے لیے ایک مخصوص مقام پر جانے کا کیا جواز ہے؟ ،،،،،،،اور،،،،،، کیا جو مسلمان اتنی حیثیت ہی نہیں رکھتا کہ اس زیارت کے مصارف برداشت کر سکے، اور مسلمان کی قطعی اکثریت اس ہی کلاس سے متعلق ہے، تو وہ کس جواز سے مغفرت اور برکات کے اس موقعے سے محروم رکھا گیا ہے جو امراء کو میسر ہے؟،،،،،،،،،،یقیناً ان سوالات کا تسلی بخش جواب کسی مذہبی پیشوا کے پاس نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہ تحریر حج کی رسم کے جواز و عدم جواز پر،،،،اور کعبہ کی تاریخی حیثیت کی تحقیق پر،،،، ایک مبسوط مقالہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف اُن قرآنی متون کو اُن کی حقیقی روشنی میں لانے کی کوشش ہے جن کی باطلانہ تشریح کا ارتکاب کر کے، مذموم مقاصد کے تحت، اسلامی تاریخ کے ایک خاص اہم ابتدائی دور میں، ایک پتھر پرستی ،،،،،اور،،،،،، قربانی کے نام پر مخلوقِ خدا کا خون بہانے کی باطل رسوم کا اجراء کیا گیا ہے۔ نام نہاد حج کے اس تمام عمل میں انسانی کردار کی تعمیر کے ضمن میں قطعاً کوئی راہنمائی یا پیش رفت نہیں پائی جاتی جبکہ یہی دینِ اسلام کی تعلیمات کا نقطۂ ماسکہ ہے۔ حج کی مروجہ رسم تو اس کے برعکس ایک نفسا نفسی، انتہائی خود غرضی اور بے حسی، وحشیانہ اور بالجبر سبقت لے جانے کا مقابلہ، طاقتور کا کمزور پر تشدد، امیر کا شاہانہ تزک و حشم اور غریب کی کسمپرسی اور بے شعور اندھی تقلید کا ایک بے مثال نظارہ ہے۔ یقیناً مثبت درجے کی استثنیات ہر جگہ اور ہر موقع پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

وہ چند خاص الفاظ و اصطلاحات جن کا بالائی سطور میں ذکر کیا گیا، یہ ہیں:-

حج، ، بیت، البیت، البیت الحرام، مقامِ ابراھیم، مصلّیٰ، قواعد من البیت، کعبہ، المسجد الحرام، قبلہ، صفا، مروۃ، شعائر اللہ، بکّہ، ۔

تمہید

قبل ازیں حج کے موضوع پر مبنی تمام مرکزی قرآنی آیات، "صوم و حج" کے مشترکہ عنوان کے تحت، خالص علمی اور شعوری تراجم کے اس سلسلے کی قسط نمبر 8 میں، سورۃ البقرۃ کے حوالے سے، دقیق عملِ تحقیق سے گذرتے ہوئے ترجمہ کر دی گئی تھیں۔ سورۃ البقرۃ میں ان دونوں موضوعات سے متعلق آیات کا باہم اختلاط اس اشتراک کی بڑی وجہ تھی۔ بعد ازاں تحقیق پسند دوستوں کی ایک جماعت نے چند دیگر آیات کی طرف توجہ مبذول کرائی جو حج (کعبہ) اور صیام ہی کے موضوع سے متعلق تھیں۔ چنانچہ ایک اضافی (Supplement)، بنام "قسط نمبر 16" کے ذریعے ان کی بھی تشریح کر دی گئی تھی۔

فی الوقت، از سرِ نو، لاہور سے دوستوں نے حج ہی کے ضمن میں کچھ مزید آیات کے حوالے ارسال کیے ہیں جن میں کچھ ایسے الفاظ و اصطلاحات مذکور ہیں جنکا حج کے مرکز کے ساتھ ایک تعلق بنتا ہے، اور جن کے حقیقی معانی سیاق و سباق کے مطابق تحقیق کے توسط سے مطلوب ہیں۔ ان دوستوں کا موقف یہ ہے کہ جب تک ان مخصوص اصطلاحات کے معانی بھی عملِ تحقیق کی رُو سے واضح نہیں ہو جاتے، حج کے مروجہ فریضے، جو پتھروں کی پوجا اور معصوم جانوروں کو ذبح کرنے پر مبنی ہے، کے بطلان سے متعلق حتمی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ یہ اس لیے کہ ان اصطلاحات کے روایتی معانی ایک خاص، پتھروں سے تعمیر شدہ، مربع شکل کی عمارت یا مقام ہی کی جانب بار بار اشارہ کر رہے ہیں اور اس مقام کا تقدس متعدد بار زیرِ تذکرہ لا کر ایک مقامِ حج، یعنی ایک مذہبی زیارت گاہ ہی کی حیثیت کو نمایاں کیا جا رہا ہے۔

لہذا یہ تمام آیات ذیل میں درج کی جا رہی ہیں اور ان کا قرآن کے بلند اسلوبِ بیان کے مطابق خالص علمی و ادبی معیار سے مزین ترجمے کی کوشش کی گئی ہے، جو سیاق و سباق اور تصریف الآیات کے اصولوں سے مکمل مطابقت کا حامل ہو گا۔ نیز دس عدد معروف و مسلمہ عربی لغات کی تحقیق سے لیے گئے معانی سے سند یافتہ ہو گا۔ امید کی جاتی ہے کہ احباب کے لیے شرحِ صدر کا موجب ثابت ہو گا۔

کیونکہ اس مضمون کا تعلق ہمارے ما قبل تشریح کردہ حج کے تصور پر کیے گئے کام سے جڑا ہوا ہے اس لیے سابقہ تراجم کی فہرست سے حج کے موضوع پر مبنی مواد کو جہاں تک ممکن ہو سکا علیحدہ کر کے، جو قبل ازیں صوم کے مضمون کیساتھ شریک تھا، اسی تحریر میں شامل کر دیا گیا ہے (یہ اب اسی تحریر کے اواخر میں مندرج ہے) تاکہ یہی تحریر، جو خالص علمی اور شعوری تراجم کے سلسلے کی قسط نمبر 18 کے نام سے موسوم ہے، اب انفرادی طور پر حج سے متعلقہ تراجم پر ایک مبسوط اور مکمل تحریر کی شکل اختیار کر جائے اور ساتھیوں اور اساتذہ کی جانچ پڑتال کے لیے پیش کر دی جائے۔

اس سلسلے میں اتمامِ حجت کی خاطر اس ابتدائیے میں ہی عرض گذار ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی بھی مقام یا عمارت یا دن یا مہینہ یا فرد و بشر کو مقدس و متبرک قرار دینا، یا ایسا سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا قرار دیا ہے، اس ہی کے عطا کردہ نظریہ حیات کے اصل الاصول کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایسی کسی بھی قرار داد سے،،،،،،، وہ مقام، وہ دن یا مہینہ، یا وہ فرد و بشر،،،،،،،، انجامِ کار،،،، پوجا اور سجود و برکات کا مرکز بن کر، شرک پھیلانے کا باعث ہو جاتا ہے، جیسا کہ ہم موجودہ مفروضہ خانہ کعبہ کے ساتھ ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ صدقِ بسیط تو بس یہی ہے کہ مقدس و متبرک صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی ہے کیونکہ خالق و ہادی ہونے کی جہت سے وہی تمام انسانیت کا "قبلہ" و "کعبہ" ہے،،،،،،، اور بعد ازاں اس درجے کا حامل صرف اس کا عطا کردہ حکمت و دانش سے معمور کلام،

قرآنِ عالی شان ہے جو منبع و مرجعِ احکاماتِ الٰہیہ ہے (المسجد الحرام)۔اس کے علاوہ بھی اگر کوئی مقام، یا چیز، مقدس و متبرک ہو سکتی ہے تو وہ مرکزِ ہدایتِ الٰہی (البیت، یا بیت اللہ، یا البیت الحرام ، یا البیت المقدس) یا مرکزِ حکومتِ الٰہیہ (المسجد الحرام) کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی، جہاں اور جس علاقہ میں بھی یہ واقعی قائم ہو گیا ہو،،،،،، کیونکہ ،،،،، ایسا کوئی بھی مرکز ذاتِ باری تعالیٰ ہی کی نمائندگی کرتا ہے اور اس کے لیے، ساری دنیا کے وسیع رقبے اور تمام انسانیت کے عظیم پھیلاؤ کے تناظر میں، کوئی بھی واحد مخصوص مقام ما قبل سے متعین یا مقرر شدہ نہیں ہو سکتا۔ با کردار انسانوں کی ایک جماعت، انسانوں کے مختلف قوموں پر تقسیم شدہ کسی بھی معاشرے میں قبولیت حاصل کرتے ہوئے، ایسا ایک مرکز، یا کئی مراکز، خلوصِ نیت اور عزمِ صمیم سے کام لیتے ہوئے، کہیں بھی قائم کر سکتی ہے۔

اس ضمن میں تفہیم کی آسانی کے لیے سب سے بہتر باور کرتا ہوں کہ اولا" تمام قرآنی اصطلاحات ،جو ہمارے دوستوں کے ذہنوں میں انتشار و خلفشار کا باعث بن رہی ہیں، جن میں سے کچھ تحریر کی ابتدا میں بھی درج کی گئی ہیں، انہیں ان آیات میں سے چن کر یہاں درج کیا جائے ،اور آیا تکے علمی و ادبی تراجم سے قبل ،ان اصطلاحات کو مستند لغات کی مدد سے متشرح کر دیا جائے۔ ثانیا"، جب اس طریقِ کار کے استعمال سے ان اصطلاحات کے حقیقی معانی و مفہوماذہان میں اچھی طرح بیٹھ چکے ہوں گے، تو متعلقہ آیات کے بعد ازاں آنیوالے تراجم بآسانی تفہیم کی منازل طے کرتے چلے جائیں۔

تو آیئے اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے ابتدا کرتے ہیں۔

متنازعہ الفاظ و اصطلاحات اور ان کا مستند ترجمہ و تشریح:

(الحج): حج: حجت تمام کرنا؛ دلائل کے ساتھ جھگڑنا، کسی مقدمے کی پیروی کرنا، شہادت، گواہی

ثبوت پیش کرنا، الزام لگانا، کسی کام کا قصد کرنا، عزت و احترام دینا، (مذہبیت کے اثرات کے تحت معانی: کسی قابل احترام چیز، جگہ یا شخصیت کی طرف جانا)۔ الحج: اللہ کے عطا کردہ نظریے کے بارے میں اپنی حجت یعنی دلیل و برہان مکمل کرنا۔ دین اللہ پر یقین لانے کے لیے تحقیق، دلائل و حجت، اتمامِ حجت۔ حج کے اصل معانی پر مکمل شرحِ صدر کے لیے ملاحظہ فرمائیں یہ آیاتِ مبارکہ: 2/139، 3/61، 3/65، 3/66 جہاں یہ لفظ **فعل** کے صیغے میں استعمال کیا گیا ہے۔ کسی شک کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

(البیّت): یہ "باتَ" (baata) سے مشتق ہے جس کا بنیادی معنی ہے رات گزارنا، اور کسی چیز کے بارے میں اور اس کے آخری نتیجے کے بارے میں سوچ و فکر کرنا؛ نیز ذہن میں کچھ سوچ و فکر رکھنا اور اسے چھپا لینا۔ (دیکھیے "بیوت النبی" کے تحقیقی معانی – سورۃ احزاب:53، تراجم کی قسط نمبر 1)۔ اس کے دیگر معانی میں شب خون مارنا بھی آتا ہے۔ "بیت" اور "البیت" کے معانی میں خاص سوچ و فکر و پلاننگ، سوچ و فکر کا مرکز، خاص نظریاتی مرکز، قرآن کے تناظر میں الہامی فکری مرکز یا ادارہ؛ رات گزارنے کی مخصوص جگہ یعنی گھر، ایک قبر، ایک خاص گھرانا، اشرافیہ، نیز مذہبی اثرات کے نتیجے میں یہ حضرت نوح کی کشتی کو، مساجد یا پرستش گاہوں کو، کعبہ یا یروشلم کو بھی کہا جاتا ہے۔

by/in/at night (excluding sleep), entered upon or passed the night

tent, house, home; Thinking about something and its end result

Concealed or conceived something in the mind

A structure of clay or any structure signifying a habitation, an abode or dwelling.

Buildings, uninhabited houses, shops, ruins, bazaars, places where the entering is allowed by the owners. Ark of Noah, Mosques, places of worship, Kaabeh or Jerusalem

A grave, Household or family, Nobility, Sudden attack in the night or a surprise attack in the night, Remaining through the night (e.g. bread or water that stays out and becomes stale)

(مَّقَامِ اِبۡرٰهِیۡمَ): یہ "مفروضہ کعبہ" کے احاطے میں ایک مخصوص جگہ کا نام رکھ دیا گیا ہے جہاں موجود ایک پیر کے نشان کو حضرت ابراہیم کے پیر کا پرنٹ کہا جاتا ہے۔ اب اسے جہالت کی انتہا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اس امر کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی گئی کہ "مقام" کا لفظ اپنے پہلے میم پر زبر کے ساتھ لکھا گیا ہے، پیش کے ساتھ نہیں۔ اور یہ ثابت ہے کہ زبر کے ساتھ مقام کا معانی،،،، کوئی جگہ نہیں،،،،، بلکہ،،،،،، درجہ، مرتبہ، منصب ہے۔ کیا ایک پیر کا نشان حضرت ابراہیم کا منصب یا مرتبہ قرار دیا جا سکتا ہے، یا پھر یہ توہینِ رسالت کا ارتکاب ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن تو یہاں حضرت ابراہیم کو عطا کردہ بلند منصب، یعنی "انسانیت کا امام"، کی جانب اشارہ کر رہا ہے، اور ہمارے روایتی تراجم میں، عوام الناس کی ایک قطعی اکثریت کو دھوکا دے کر، ایک "خاص جگہ" کو متبرک و مقدس قرار دیا جا رہا ہے تا کہ اللہ کو چھوڑ کر اس جگہ کی پرستش کی جائے۔

(مُصَلًّى): صلوٰۃ کا معنی کیونکہ اتباع و پیرویِ قوانینِ الٰہی ہے اس لیے ہر وہ ماخذ و منبع جہاں سے اتباعِ نظامِ الٰہی کے سوتے پھوٹتے ہوں، مصلیٰ بھی کہلاتی ہے۔

(بَیۡتِیَ): اوپر کی سطور میں "بیت" کے معانی کی تشریح کی جا چکی ہے۔

(هٰذَا بَلَدًا): یہ خطہِ زمین۔ حضرت ابراہیم کی دعا کا حصہ ہے اور اشارہ اُس سرزمین کی جانب ہے

جہاں حضرت کا وطن تھا اور جہاں آپ نے پہلا مرکزِ ہدایت قائم فرمایا تھا۔ یہاں سے مکہ کا شہر مراد لینا نہایت دور از کار استنباط ہو گا اور ارادتاً ایک مفروضے کو تقویت بخشنے کی نیت رکھتا ہو گا۔

(الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ) : اُسی مرکزِ فکر وہدایت کے "قواعد و ضوابط" (Rules and Regulations) جس کا ذکر پہلے فرمایا گیا۔ یہاں قواعد سے مراد دیواریں اور ان کی تعمیر لینا پھر ایک مفروضے کے تانے بانے بُننے کے مترادف اور ایک سازشانہ ذہن کی کارفرمائی ہو گا۔

(وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا): مناسک کو حج کی رسومات اور ان کا ادا کرنا باور کرایا جاتا ہے، جو پھر حج کے اُسی مفروضے کو تقویت بخشنے کا مقصد رکھتا ہے۔ دیکھیے مستند معانی،،،،"منسک"؛"نسک" : اپنی ذات کی پاکیزگی کا عمل، اللہ سے وابستگی کی زندگی گزارنا، پرہیزگار یعنی باکردار ہونا۔ purify/wash oneself, to lead a devout life, be pious۔:وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا "اور ہمیں ہماری ذات کی پاکیزگی / ہماری کردار سازی کی جانب راہنمائی عطا فرما دے"۔

(قِبْلَةً تَرْضَاهَا) : وہ مقصدِ پیشِ نظر جسکا حصول تجھے مطمئن کر دے: قِبْلَةً: مقصدِ پیشِ نظر، نصب العین۔

(الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ): یہ ایک ذو معانی اصطلاح ہے جو مختلف مقامات پر مختلف معانی رکھتی ہے۔ اسے حج ہی کے مفروضے کے تحت موجودہ خانہ کعبہ کہا اور سمجھا جاتا ہے، لیکن قرآن میں بہت سے مقامات پر اس معانی کا اطلاق ناممکن ثابت ہوتا ہے۔ لہذا ایک درست اور سیاق و سباق کے عین مطابق ترجمے کے لیے اس کے تمام لغوی و استعاراتی معانی کو زیرِ تحقیق لانا ایک لازمی امر ہے۔ غور فرمائیے۔

[**الْمَسْجِدِ**]:س ج د: برتری، اتھارٹی تسلیم کر لینا؛ جھک جانا، خود کو حقیر کرنا؛ تعظیم دینا، اطاعت کرنا، انکساری / عاجزی کرنا، سلوٹ کرنا؛ احکامات کے سامنے جھک جانا؛[مفرداتِ راغب: اصل معنی فروتنی اور عاجزی ہیں]؛ تابع ہونا، فرماں برداری، اطاعت میں مکمل عاجزی و خود سپردگی۔ To

bow down, prostration, he was or became lowly, humble or submissive, paid respect, salute, honor or magnify, bend or incline, submit to one's will.

مسجد: مساجد: س ج د سے اسمِ ظرف اور اسمِ مفعول: ہر وہ جگہ جہاں جھکنے، تابع ہونے، برتری یا اتھارٹی تسلیم کرنے، تعظیم دینے، اطاعت کرنے کا عمل بجالایا جاتا ہے۔ یا ہر وہ منبع و ماخذ یا وہ احکامات جن کی برتری تسلیم کی جائے، جن کے سامنے جھکا جائے، جن کی تعظیم دی جائے، جن کے تابع ہوا جائے اور جن کی فرماں برداری کی جائے۔

المسجد اور المساجد (معرفہ)،،،،: وہ خاص مرجعِ تعظیم و اتباع و فرماں برداری جہاں اللہ تعالیٰ کی حکومت یا مرکزِ ہدایت قائم ہو۔ اس ضمن میں قرآن بھی استعارتاً المسجد کے معنی میں آ جاتا ہے کیونکہ وہ ہی سب سے بڑا مرکز و منبع و مرجعِ اتھارٹی و اطاعت ہے۔ نیز احکامات الٰہی بھی "المسجد" کی اسی تعریف میں آتے ہیں۔ قرآن بھی انہی واجب التعمیل احکامات پر مشتمل ہے۔

[الْحَرَامِ]: [یہ لفظ متضاد معانی پر محیط ہے یعنی حرام اور ممنوع اور پابندیوں کا حامل بھی اور محترم یا قابلِ احترام اور واجب الاطاعت و تقلید بھی۔ استعمال سیاق و سباق کے مطابق ہو گا۔] ممنوعہ، جرم، غیر قانونی، نا قابلِ خلاف ورزی،، لعنتی، انکار کرنا، پابندیوں والا؛ محترم، مقدس، حرمت والا۔

اسی کے مطابق المسجد الحرام کے ایک اور معانی وہ شرائط و احکامات بھی ہوں گے جن کی تعمیل یا پابندی کسی معاہدے کے تحت لازمی ہو گی، کیونکہ یہی اصطلاح قرآن میں سیاق و سباق کے مطابق ان معانی میں بھی لائی گئی ہے۔

[الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى]: ق ص و: دور دراز، فاصلے پر، دور چلے جانا، انتہا۔ اقصیٰ: زیادہ دور، زیادہ فاصلے پر؛ وہ مرکزِ اطاعتِ الٰہی جو دُور کے فاصلے پر قائم ہے۔

(الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ):الصفا:ص ف و : کسی بھی ملاوٹ سے پاک، ہوا یا ماحول کا بادلوں سے صاف ہونا اور محبت، زندگی، شعور اور دل کا پاک ہونا، کسی بھی چیز کا صاف شفاف، خالص، بہترین، پسندیدہ جزء، صاف، واضح، سچا، مخلص؛ شناخت کرنا، خاص طور پر چننا، ترجیح دینا، زندگی کا سکون، آرام؛ اجر کے طور پر حاصل شدہ خلوص اور پاکیزگی۔

free from admixture, became cloudless (said of air/atmosphere, but also said of love/life/mind/heart),
clear/pure/best/choice/favoured part/potion, clear/clarify,
true/sincere, distinguish particularly/specially,
select/elect/prefer, serenity of life, comfort, reciprocal sincerity/purity.

المروۃ: مروہ : اس کے مادے کا تعین حتمی نہیں۔ پھر بھی قیاس یہی ہے کہ یہ "م ر ء" یا "م ر ی" یا "ر و ء" "ر و ی" میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔ اس کے معانی میں مروّت، مہربانی اور خوشگواری کا پہلو نمایاں ہو گا۔ دیگر ممکنہ مادہ م۔ ر۔ و ہو سکتا ہے جس سے "المرو" کا معنی ایک خوشبو دار پودا، چقماق پتھر، سخت، بنجر زمین اور ایسا پتھر جس پر جانور ذبح کیا جائے وغیرہ لیا جاتا ہے۔ بہر حال صفاء و مروہ جن دو پتھروں کو کہا جاتا ہے ان کا اپنے نہایت حقیر حجم کے ساتھ پہاڑ یا پہاڑی کہلانا،،،، اور پہاڑ کا اللہ کے شعائر میں سے ہونا عقل و شعور کی رُو سے خارج از امکان ہے۔

(شَعَائِرِ اللّٰہِ) : شعائر کسی کے عمومی متعین رویے کو کہتے ہیں جس سے کسی کو پہچانا جائے؛ "characteristic practices"... یعنی شعائر کسی کے رجحانات اور نظریات کی عکاسی کرتے

ہیں۔اسی مادہ سے شعر اور شاعر، شعور، مشعر وغیرہ مشتق ہیں۔اسی کے مطابق یہاں معنی ہو گا اللہ تعالیٰ کا طریقِ کار، اس کی صفاتِ عالیہ یا خصوصیات۔

(حَجَّ الْبَیْتَ): اللہ کے مرکزِ فکر وہدایت کا قصد کرنا، کسی بھی مرکزِ فکر وہدایت کا، تاکہ وہاں دلیل و حجت کے بعد اطاعت کے مرحلے تک پہنچا جائے۔

(أَوِاعْتَمَرَ) : اعتمر؛ عمرہ، ع م ر: رہائش اختیار کرنا، زندگی گذارنا، لوٹ آنا، آباد کرنا، خدمت کر کے نام بلند کرنا، توجہ دینا، عزت دینا، محبت اور شفقت دینا، زندہ رہنا، عمر، لمبی زندگی وغیرہ۔ (مذہبی معانی: چھوٹا حج، حج جس میں بہت کم رسومات ادا کرنی ہوں، کسی مقدس زیارت پر جانا وغیرہ)۔۔۔۔

to inhabit, dwell, mend, repair/revive, tend, build, promote, cultivate, make habitable, to make better, to develop, populate, to serve/uphold/observe/regard, to visit, to colonize, aimed at it, frequently visit, a visit in which is the cultivation of love/affection, repairing to an inhabited place.

perform a sacred visitation, minor pilgrimmage, pilgrimmage with fewer rites.

to remain alive (save life), to live, life, age, long-life, old-age.

(طواف) : طوف؛ طائف؛ ارد گرد گھومنا، چوکیداری کرنا، گشت لگانا، پہرے داری کرنا، خدمت گزاری کرنا، کوتوال، جماعت، گروہ، طوفان، پانی کا ریلہ، وغیرہ act of going/walking, going/walking around or otherwise, to go or wander about, circuited/compassed, journeyed, came to him, come upon,

visitation, visit, approach, drew near, to go round or round about often, encompass,

"the men/people/locusts filled the land like the TWF/flood/deluge", overpowering/overwhelming rain/water that covers,

a servant that serves one with gentleness and carefulness,

a detached/distinct part/portion, a piece or bit, a party/division/sect,

a sort of raisins of which the bunches are composed of closely-compacted berries, a garment in which one goes round or circuits, a place of going round or round about.

(مِلَّةَ إِبۡرَاهِيمَ): حضرت ابراھیم کا طریقہ، راستہ، نظریہ، سیرت و کردار، طور طریقہ۔

(بِبَكَّةَ): بکۃ؛ مقابلہ کرنے، کچل دینے، تباہ کر دینے، برتری حاصل کرنے اور مزاحمت کرنے کی قوت؛ ازدھام اور بھیڑ ہونا، وغیرہ- pounding or crushing: (on) the neck) (daqqul-&unuqa), distinguishing/ranking above others (farraqah)(kharaqahu), jostling, pressing or crowding(crowds:zahm), any crowding (or crowds), competition. (izdihaam) heaping/piling together/amassing (taraakib), super-imposition of things on top of other things (taraakim), a

man/male having or the trying to have sex with a female, denial or rejection a thing or person's dignity, to humiliate, cancellation/dissolution/breaking, being in need or being stout, muscular or rough from activity, name of a place.

(الْبَيْتَ الْحَرَامَ): ایک خاص محترم نظریاتی ادارہ/فکری مرکز؛ الہامی فکر و ہدایت کا قابلِ احترام مرکز،،، کہیں بھی قائم کیا گیا ہو۔مقام اہم نہیں۔

[الهدىُ]: عمومی: وہ قربانی جو جانور کی صورت میں حرم میں کی جاتی ہے۔ قرآن کی اس آیت: حتّٰی یبلغ الهدیُ محلہ: میں الهدی کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا واحد ھدیۃ اور ھدِیّۃ ہے۔ کہا جاتا ہے: ما احسن ھدیتہ: اس کی سیرت کس قدر اچھی ہے۔ مزید معانی: تحفہ ، نذرانہ، عطیہ، اسیر ، قیدی، صاحبِ عزت، سیرت، طریقہ، بھیجنا، anything venerable or precious۔

(مثابۃ): ث و ب: واپس لوٹنا، بحال کرنا/بر آمد کر لینا، پچھتانا، جمع کرنا، طلب کرنا، بہنا، وافر ہو جانا، جو ڈھانک لے، تحفظ دے۔ مثابۃ: واپس آنے کی جگہ، لوگوں کی جمع ہونے کی جگہ جو منتشر ہو گئے ھے؛ مسکن، گھر، کپڑے، اخلاقی اصول، رویہ، دل، پیرو کار، خالص دل رکھنے والا، اچھا کردار۔

= Tha-Waw-Ba = to return, turn back to, to restore/recover, to repent, to collect/gather.

to call/summon (repeatedly), rise (dust), to flow, become abundant.

something returned (recompence, reward, compensation), to

repay.

a thing which veils/covers/protects, a distinct body or company of people.

mathabatan – place of return, place to which a visit entitles one to *thawab*/reward, assembly/congregation for people who were dispersed/separated previously, place of alighting, abode, house, tent.

raiments, garments, morals, behaviour, heart, dependents, followers, robes, clothes, pure/good hearted, of good character.

اس نکتے تک شرحِ صدر ہو جانے کے بعد اب رفقاء کی جانب سے دیے گئے آیات کے حوالہ جات کا ترجمہ پیش کر دیا جاتا ہے۔ قرآن عربی زبان کا ایک ادبی شہ پارہ ہے اپنے اسلوبِ عالی کی جہت سے استعارات، ضرب الامثال، تشبیہات، محاورات سے مزین تحریر ہے۔اس اردو ترجمے میں کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کے اسی اسلوب عالی کی بقدر توفیق پیروی کی جا سکے۔ لفظی معانی لینے کے رائج الوقت غیر علمی اور غیر مستند رحجان کی نفی کی گئی ہے۔

آیاتِ مبارکہ:2/125-128:البقرة

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ

وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿١٢٥﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٢٦﴾ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾

(نوٹ فرمایئے کہ سیاق و سباق (2/122) کے مطابق یہاں مخاطب قومِ بنی اسرائیل ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ ان ہی کے قدیمی علاقے کے کسی مرکز کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم نے وہاں قائم کیا تھا۔ لہذا شہر مکہ کے موجودہ نام نہاد کعبے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔)

"اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے اپنے اس قائم شدہ مرکزِ فکر و ہدایت (الْبَيْتَ) کو عامۃ الناس کی ہدایت و منفعت کے لیے بار بار رجوع کرنے کا مقام (مَثَابَةً) اور جائے امن بنا دیا تھا، اور یہ ہدایت دی تھی کہ وہ ابراھیم کے مقام و منصب کی پیروی (مُصَلًّى) کو اپنے مقصود کی حیثیت سے مضبوطی سے پکڑ لیں۔ نیز ہم نے ابراھیم و اسماعیل سے یہ وعدہ بھی لے لیا تھا کہ وہ میرے اس مرکزِ فکر کو اس کی نگہبانی کرنے والوں (لِلطَّائِفِينَ)، یہاں بیٹھ کر اس کا نظم و ضبط قائم رکھنے والوں (الْعَاكِفِينَ)، اس کے اصولوں کے سامنے جھک جانے (الرُّكَّعِ) اور مکمل اطاعت و فرماں برداری (السُّجُود) کے لیے مختص کر کے غیر الٰہی نظریات و عناصر سے پاک (طَهِّرَا) رکھیں گے ﴿۱۲۵﴾۔ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ابراھیم نے عرض کی کہ اے رب اس خطۂ زمین کو امن کا گہوارہ بنا دے اور اس کے اہالیان کو خوشگوار نتائج (الثَّمَرَاتِ) سے بہرہ ور فرما دے، خصوصاً ان میں سے ان لوگوں کو جو اللہ پر اور آخرت کے آنیوالے مرحلۂ زندگی کے نظریے پر یقین رکھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

یہ درخواست قبول فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان میں سے جس نے بھی اس نظریے سے انکار کی روش اپنائی تو ان کو تو میں صرف قلیل پیمانے پر نوازوں گا اور بعد ازاں ایسے لوگوں کو آگ کے عذاب کی جانب دھکیل دوں گا، جو کہ ایک نہایت برا انجام ہے﴿۱۲۶﴾۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جب ابراھیم اور اسماعیل اس الہامی مرکزِ فکر و ہدایت کے اصول و قواعد (الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ) ترتیب دے کر انہیں نمایاں مقام (يَرْفَعُ) دے رہے تھے تو ان کی زبانوں پر یہ دعا جاری تھی کہ اے ہمارے رب ہماری یہ کاوشیں قبول فرما۔ بیشک تو سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے﴿۱۲۷﴾۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنے قوانین کے آگے جھکنے والا بنا اور ہماری نسل میں سے بھی اپنے آگے جھکنے والی قوم پیدا کر دے۔ نیز ہمیں ہماری ذات کی پاکیزگی / کردار سازی (مَنَاسِكَنَا) کے اصول بتا دے اور ہماری جانب خصوصی توجہ فرما۔ بیشک تو توجہ فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے﴿۱۲۸﴾۔"

آیاتِ مبارکہ:2/144-150:البقرۃ

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٤﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٥﴾

"ہم نے دیکھ لیا ہے کہ تیری توجہ (وَجْهِكَ) کا رخ علم و آگہی کے لیے کائنات کی وسعتوں کی جانب

(فِي السَّمَاءِ) مرتکز ہے۔ اس لیے ہم تجھے ضرور اُس گوہرِ مقصود (قِبْلَةً) کی جانب راہنمائی عطا کرینگے جو تیری تلاش و جستجو کو مطمئن کر دے گا (تَرْضَاهَا)۔ پس اس کے لیے ضروری ہے کہ تُو اب اپنا تمام تر ارتکاز اللہ تعالیٰ کے واجب التعمیل احکامات (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کی جانب موڑ لے۔ اور تم سب جہاں بھی موجود ہو اپنی توجہات کو اسی جانب موڑ لو۔ نیز وہ دیگر لوگ بھی جنہیں اللہ کے احکامات (الْكِتَابَ) دیے گئے ہیں وہ سب یہ جانتے ہیں کہ وہ ان کے رب کی جانب سے نازل کردہ سچائی ہے اور یہ بھی کہ جس روش پر وہ چل رہے ہیں، اللہ اس سے لاعلم نہیں ہے ﴿۱۴۴﴾۔ لیکن ان اہلِ کتاب کی موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ اگرچہ تُو ان کے سامنے ہر واضح نشانی یا دلیل پیش کرے تو بھی وہ تیرے نصب العین کا اتباع نہ کریں گے، کیونکہ تُو اُن کے نصب العین کی متابعت نہیں کرتا۔ خود ان کے اپنے درمیان بھی نصب العین یا مقصدِ حیات کے بارے میں باہم اختلافات موجود ہیں، اور ایسا ہوا کہ تُو حقیقی علم کے حصول کے بعد بھی ان کے باطل خیالات کا لحاظ رکھنے لگ جائے، تو اس صورت میں تُو بھی حق کو جھٹلانے والوں میں شامل ہو سکتا ہے

﴿١٤٥﴾۔الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤٦﴾الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١٤٧﴾وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ

لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾

حقیقتاً ہم نے جن لوگوں کو الہامی صحیفہ عطا فرمایا ہے وہ اسے اتنی ہی اچھی طرح جانتے ہیں جتنے مکمل طریق پر وہ اپنی آل اولاد کو جانتے ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کا ایک گروہ علم رکھتے ہوئے بھی صدقِ بسیط کو جان بوجھ کر پوشیدہ رکھتا ہے﴿۱۴۶﴾۔ دراصل سچائی صرف تیرے رب کی جانب سے آتی ہے، پس اس کے معاملے میں تم لوگ کبھی شک وشبہ نہ کرنا﴿۱۴۷﴾۔ ہر ایک کی توجہات کا رخ موڑنے والا وہی ہے، یعنی یہ اسی کی ہدایت سے ہوتا ہے۔ پس اس مقصد کے لیے خیر کے کاموں میں سبقت حاصل کرو۔ اس طریقے سے تم جہاں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تم سب کی کاوشوں کا پورا پورا ساتھ دے گا۔ کیونکہ در حقیقت یہ اللہ ہی ہے جس نے ہر کام کا اور اس کے نتائج کا پیمانہ، قانون، طریقہ کار مقرر و متعین کر دیا ہے﴿۱۴۸﴾۔ سو تم جس بھی حالت میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے پیش قدمی کرو، اپنا ارتکاز اللہ کے واجب التعمیل احکامات (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) پر رکھو، کیونکہ یہی تمہارے رب کی جانب سے آئی ہوئی سچائی ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے غافل نہیں ہوتا کہ تمہاری روش کس کے تابع چل رہی ہے﴿۱۴۹﴾۔ اور تم جس بھی کام کے لیے پیش قدمی کرو، اللہ کے واجب التعمیل احکامات (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کی جانب توجہ قائم رکھو، اور تم جس بھی پوزیشن میں ہو اپنی توجہ ادھر سے مت موڑو، تاکہ تمہارا کردار تمام انسانوں کے لیے دلیل و حجت بن جائے، سوائے انکے جو اُن میں سے ظالم ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں سے خائف مت ہونا۔ خوف صرف میرے احکامات کی خلاف ورزی سے ہو۔ یاد رہے کہ یہ روش اختیار کرنی اس لیے ضروری ہے تاکہ میں تم پر اپنی عنایات تمام کر دوں اور تم ہدایت یافتہ باکردار انسان بن جاؤ﴿۱۵۰﴾۔"

البقرۃ:158/2

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾

"بیشک اپنی ذات میں خالص اور پاک ہونا (الصَّفَا) اور مہربانی و مروت (الْمَرْوَةَ) اللہ تعالیٰ کی صفات و خصوصیات میں سے ہیں۔ اس لیے جو بھی اللہ کے مرکزِ فکر و ہدایت میں حجت کا قصد کرے (حَجَّ الْبَيْتَ) یا اس کے تحت زندگی گذارنے کا بندوبست (اعْتَمَرَ) کرلے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں رہتی کہ ان دونوں صفات کو اختیار کرکے ان کی نگہداشت و نگہبانی کرے، کیونکہ جس نے بھی کسی عملِ خیر میں حصہ ڈالا (تَطَوَّعَ خَيْرًا) تو وہ جان لے کہ اللہ اس کا علم بھی رکھتا ہے اور ایسی کوششوں کا ثمر بھی عطا کرتا (شَاكِرٌ) ہے۔"

2/217:البقرۃ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾

"یہ لوگ تم سے معاہدوں کی پابندیوں کی کیفیت / شرائط (الشَّهْرِ الْحَرَامِ) کے بارے میں پوچھتے ہیں، اور اس کے دوران جنگ کرنے کے بارے میں بھی۔ انہیں بتاؤ کہ ان پابندیوں کے دوران

جنگ کرنا بہت غلط کام ہے۔ بلکہ اللہ کے راستے سے ہٹ جانا اور اس سے انکار کے مترادف ہے۔ نیز اللہ کے واجب التعمیل احکامات (وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کا بھی انکار ہے اور اللہ کے احکامات کے دائرے سے اہلِ تسلیم ورضا (أَهْلِهِ) کا خارج ہو جانا اللہ کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے۔ نیز کسی بھی امر میں جماعت میں انتشار یا بے اتفاقی (الْفِتْنَةُ) پیدا ہونا قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اگرچہ وہ لوگ تم سے محاذ آرائی اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے ممکنہ طور پر برگشتہ نہ کر دیں، لیکن تم میں سے جو بھی اپنا دین چھوڑ دے گا اور کفر کی حالت میں مر جائیگا، تو وہ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں اپنے اعمال ضائع کر دے گا۔ ایسے لوگ آگ کی مانند جلانے والے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں، جس میں وہ ہمیشہ رہینگے۔"

☆3/95-97: آلِ عمران

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾

☆(یہ آیات بھی بنی اسرائیل ہی کی تاریخ ہی کا ذکر کر رہی ہیں اور اس تاریخ کو کوئی تعلق نہ مکہ سے ہے اور نہ ہی عرب قوم سے۔ رسول سے کہا جا رہا ہے کہ انہیں یاد کراؤ کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تھا۔ اس ذاتِ پاک پر جھوٹ کی افترا مت لگاؤ (3/94)۔ حضرت ابراہیم تمہاری مانند مشرک نہ تھے۔ تم انہی کا بتایا ہوا سیدھا راستہ اختیار کرو (3/95)۔۔۔۔۔۔)

" کہدو کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے۔ لہذا تم سب ابراھیم کے اختیار کردہ سیدھے راستے کا اتباع کرو کیونکہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ درحقیقت وہ پہلا ادارہ/مرکز (بَيۡتٍ)جو انسانوں کی منفعت کے لیے تشکیل دیا گیا تھا(وُضِعَ لِلنَّاسِ)، جو لازمی طور پر مزاحمت کرنے اور کچل دینے کی قوت رکھتا تھا(لَلَّذِي بِبَكَّةَ)، نشوونما اور استحکام دینے والا اور تمام انسانیت کیلیے ضابطہِ کردار تھا، اس کی تشکیل میں ابراھیم کے بلند مرتبے و منصب (مَّقَامُ)کی واضح نشانیاں تھیں۔ اس لیے جو بھی اس کے دائرہ اثر میں داخل ہوا تھا، امن کے سائے میں آگیا تھا۔ پس اللہ کے قرب کی خاطر تمام انسانوں پر فرض کیا گیا تھا کہ ان میں سے جس کو بھی ایسا موقع میسر آجائے تو وہ الہامی مرکزِ فکر و ہدایت (حِجُّ الۡبَيۡتِ) کا قصد ضرور کرے۔ پس جس نے اس حکم کا انکار کیا تھا تو جان لے کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں کیونکہ وہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔"

3/183:آلِ عمران

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٨٣﴾

"یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ اللہ نے ہم سے عہد کیا تھا کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس سوختنی قربانی لے کر نہ آئے۔ ان سے کہو کہ تمہارے پاس مجھ سے قبل رسول آچکے ہیں، کھلی نشانیوں کے ساتھ اور ان چیزوں کے ساتھ جو تم نے مطالبے کیے تھے، پھر تم کیوں ان سے جھگڑتے رہے ہو اگر تم سچے تھے۔"

(قارئین کے لیے نوٹ: یہ سوختنی قربانی کا مطالبہ اُن لوگوں کا تھا، اور جھوٹ پر مبنی تھا۔ اس لیے

یہاں سے قربانی کی رسم کے جواز کا کوئی اثبات نہیں ہوتا۔ قربانی کا لفظ ان معنوں میں قرآن میں اور کہیں نہیں پایا جاتا۔ اس کا مادہ ق ر ب ہے۔ اور "قربان" اللہ کا قرب حاصل کرنے والے عمل کو کہا گیا ہے۔)

5/2: المائدہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢﴾

"اس لیے، اے ایمان لانے والو، تم خود کو اللہ کے بتائے ہوئے شعائر یعنی طور طریق، صفات و خصوصیات کی پیروی سے آزاد نہ کیا کرو۔ نہ ہی معاہدوں کی رو سے عائد شدہ پابندیوں کی صورتِ حال یا کیفیت [الشَّهْرَ الْحَرَامَ] سے بری الذمہ ہو جایا کرو ۔ نہ ہی حسنِ سیرت کے قیمتی اصولوں [الْهَدْيَ] کو نظر انداز کرو۔ نہ ہی خود پر عائد دیگر ذمہ داریوں سے [الْقَلَائِدَ] احتراز کرو، اور نہ ہی اپنے واجب الاحترام مرکز کے ان ذمہ داروں [آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ] سے غافل ہو جاؤ جو اپنے نشوونما دینے والے کے فضل اور رضامندی کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں۔ البتہ جب تم کسی بھی معاہدے کی پابندیوں سے آزاد ہو جاؤ [حَلَلْتُمْ] تو پھر ضرور اپنی طاقت و اقتدار قائم کرنے میں [فَاصْطَادُوا] لگ جاؤ۔ لیکن اس صورت میں بھی ایک قوم کی وہ دشمنی کہ انہوں نے تمہیں واجب التعمیل احکاماتِ الٰہی [الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ] کی بجا آوری اور نفاذ سے روک رکھا تھا، تمہیں اس جرم پر مجبور

نہ کردے کہ تم حدود سے تجاوز پر اُتر آو[أَن تَعْتَدُوا]۔ بس یہ امر پیشِ نظر رہے کہ ہمیشہ کشادِ قلب اور کردار سازی کے مدعے[الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ] پر اشتراکِ عمل کرو اور گناہ اور حدود فراموشی پر دستِ تعاون دراز مت کرو۔ اللہ کی ہدایات کے ساتھ پرہیز گاری کے جذبے سے وابستہ رہو۔ یہ حقیقت سامنے رہے کہ اللہ کا قانون گرفت کرنے میں بہت ہی سخت ہے۔"

8/34-35:الانفال

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٤﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

"اللہ کیوں انہیں عذاب میں مبتلا نہ کرے گا کیونکہ یہ احکاماتِ الٰہی (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کی بجا آوری میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور یہ ہرگز اللہ کے دوست نہیں ہو سکتے۔ دراصل اللہ کے دوست تو وہی ہو سکتے ہیں جو اس کے احکامات کی تعمیل یعنی پرہیز گاری (الْمُتَّقُونَ) کرتے ہیں۔ لیکن اِن کی اکثریت اس حقیقت کا علم نہیں رکھتی۔ الہامی مرکزِ فکر و ہدایت میں (عِندَ الْبَيْتِ) آکر ان کا بولنا اور شکایت و فریاد کرنا (صَلَاتُهُمْ) سوائے لا یعنی چیخ و پکار کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ پس، انہیں بتا دو کہ تم اپنے تکفیری موقف کا عذاب ضرور چکھو گے۔"

9/7:التوبة

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

الْمُتَّقِينَ ﴿٧﴾

"مشرکین کے حق میں کیا گیا کوئی عہد نامہ کیسے حکومتِ الٰہیہ کو منظور ہو سکتا ہے، سوائے ایسے عہد نامے کے جو تم نے ان لوگوں کے ساتھ قرآن (المسجد الحرام) کے مطابق یا احکاماتِ الٰہیہ کی رُو سے کیا ہو۔ اس لیے جو اقدام / پالیسی تمہارے لیے استقامت کا ذریعہ بنے، اس لوگوں کے ساتھ اسی پالیسی پر قائم رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے محبت رکھتا ہے۔"

14/35-37:ابراہیم

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾

"اور یاد کرو وہ وقت جب ابراھیم نے عرض کیا کہ اے رب اس خطہِ زمین [الْبَلَدَ] کو امن کا گہوارہ بنا دے اور میری اور میرے بیٹوں [بَنِيَّ] یعنی جانشینوں کی مدد فرما کہ ہم ان تمام خود ساختہ خیالات و نظریات [الْأَصْنَامَ] سے دور رہیں جو ہمیں اللہ کی محکومیت سے بیگانہ کر دیں [أَن نَّعْبُدَ]"۔(35)

(یہاں "اس خطہِ زمین" سے مکہ مراد لینا انتہائی دور از کار اور بلا جواز ہے کیونکہ ایسا کوئی موہوم اشارہ بھی موجود نہیں ہے۔ یہ حضرت ابراھیم کے وطن کا ذکر ہے)

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾

"اے رب، یہ وہ خود ساختہ نظریات ہیں جنہوں نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس جو

بھی صرف میرا اتباع کرے گا صرف وہ ہی میری جماعت سے ہو گا، اور جس نے بھی میری معصیت کا ارتکاب کیا تو اس کی نجات کے لیے تُو سامانِ حفاظت اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔"

رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾

"اے ہم سب کے پالنے والے، میں نے اپنی آل اولاد [مِن ذُرِّيَّتِي] کو تیرے قابلِ احترام نظریاتی مرکز [بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ] کے پاس ایک ایسی سوچ اور مسلک رکھنے والوں میں [بِوَادٍ] بسا دیا ہے جہاں تیری ہدایت کا بیج ڈالنے کے لیے زمین تیار نہیں کی گئی ہے [غَيْرِ ذِي زَرْعٍ]۔ اے ہمارے رب یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ یہاں کے لوگوں میں تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر دیں [لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ]۔ پس تجھ سے گذارش ہے کہ تُو یہاں کے لوگوں کے شعوری رجحانات [أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ] کو ان کے مشن کی جانب پھیر دے، اور پھر انہیں اس کے خوشگوار نتائج سے بہرہ ور فرما دے [وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ] تا کہ ان کی کوششیں بار آور ہوں [يَشْكُرُونَ]۔"

سورۃ الحج: 22/25-34

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۚ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٥﴾ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ

بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ۖ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾

"وہ لوگ جنھوں نے انکار کی روش اپنائی اور اللہ کے اس راستے سے (عَن سَبِيلِ اللَّهِ) اور واجب التعمیل احکاماتِ الٰہی کی بجا آوری (وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کے اس فریضے سے روکتے ہیں جو ہم نے انسانوں کے فائدے کے لیے پیش کیا ہے، اور جو اس مشن کے نظم و ضبط سنبھالنے کے ذمہ داروں (الْعَاكِفُ فِيهِ) اور یہاں تعلیم کی شروعات کرنے والوں سب کے لیے مساوی اہمیت کا حامل ہے، سو وہ جان لیں کہ جو بھی اس معاملے میں ناحق طریقہ کار استعمال کرتے ہوئے (بِظُلْمٍ) کج روی

اختیار کرے گا، یعنی صحیح راستے سے ہٹنے کا ارادہ کرے گا، ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے ﴿۲۵﴾۔"

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾

"اور یاد کرو جب ہم نے ابراھیم کے لیے مرکزِ فکر و ہدایت کے قیام (مَكَانَ الْبَيْتِ) کا تعین کر دیا تھا تاکہ میری ذات کے ساتھ یعنی میری اتھارٹی و وحدانیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے، اور میرے مرکزِ فکر وہدایت (بَيْتِيَ) کو اس کی نگرانی / نگہبانی کرنے، اس کو صحیح شکل میں قائم رکھنے اور اس کے سامنے جھکنے اور عاجزی کرنے والوں کے لیے غیر الٰہی نظریات سے پاک رکھا جائے۔"

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾

"اور حکم دیا تھا کہ انسانوں کے درمیان حجیت کا [بِالْحَجِّ] اعلانِ عام کر دو۔ وہ سب تمہارے پاس ہر دور دراز کے مقام سے [مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ] دلیری کے ساتھ [رِجَالًا] آئیں اور ہر ایک اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئے [وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ]۔"

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾

"تاکہ اس نظریہ حیات میں وہ اپنے لیے منفعت کا بذاتِ خود مشاہدہ کر لیں اور تحصیلِ علم وتربیت

کے ایک دورانیئے[فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ] میں اللہ کی صفات عالی کو ذہن نشین کرتے رہیں تا کہ اس کی روشنی میں ان تعلیمات پر حاوی آ جائیں[عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم] جس نے انہیں جانوروں کی مانند غیر یقینی اور مبہم روشِ زندگی[بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ] اختیار کرنے پر لگا دیا تھا۔ پس وہ اسی علم کی روشنی سے استفادہ کریں اور جو اس سے محروم اور بدحال ہیں انہیں بھی مستفید کریں۔"

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾

"پھر اس کے بعد اپنی ذہنی الائشوں سے پاکیزگی [تَفَثَهُمْ]کا کام تکمیل تک پہنچائیں[لْيَقْضُوا]، اپنے اوپر واجب کیے ہوئے عہد کو پورا کریں[وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ]اور حکومتِ الٰہیہ کے محترم و متقدم مرکز (الْبَيْتِ الْعَتِيقِ)کی نگہبانی اور حفاظت[وَلْيَطَّوَّفُوا]کا فریضہ انجام دیں۔"

ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ۖ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾

"اس کے علاوہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی متعین کردہ ممنوعات [حُرُمَاتِ اللَّهِ]کی تعظیم کا رویہ اختیار کرے گا تو وہ اللہ کے نزدیک اس کے حق میں خیر کا باعث ہو گا۔ نیز تمہارے لیے اللہ کی عطا کردہ تمام نعمتیں اور عطیات [الْأَنْعَامُ] حلال کر دیے گئے ہیں ماسوا ان مخصوص امور کے جن کی پیروی / اتباع کرنے کے لیے تم پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے، یعنی جن کا تمہیں پابند کیا گیا ہے۔ پس پرستش اور عقیدت کے مراکز بنانے [الْأَوْثَانِ] کی برائی سے اجتناب کرو اور اجتناب کرتے رہو ایسی زبان بولنے سے جو جھوٹ سے پُر ہو۔"

سورہ الحج: ۳۲ سے ۳۸

ذَٰلِكَ ۔۔۔۔۔۔ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾

"اور جو لوگ اللہ کے ہدایت کردہ راستے یا طور طریق کی عظمت کو بلند کریں گے، وہ اسے تقویتِ قلوب کا ذریعہ پائیں گے۔"

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾

"اسی راستے میں تم سب کے لیے ایک معینہ مدت تک منفعت ہے۔ پھر اس ہدایت کا مستقل مرکز و منبع اللہ کا محترم و متقدم مرکزِ ہدایت [الْبَيْتِ الْعَتِيقِ] ہے۔"

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٤﴾

"نیز ہم ہر قوم کے لیے پاکیزگیِ ذات کے ذرائع / طریقے / اصول [مَنسَكًا] پیش کر دیے ہیں تاکہ وہ اللہ کی صفاتِ عالی کو ذہن نشین کریں [لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ] اور اس کی روشنی میں جانوروں کی مانند غیرِ یقینی یعنی مبہم روشِ زندگی [بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ] پر حاوی آ جائیں جس کی انہیں تربیت دی گئی تھی [مَا رَزَقَهُم]، یعنی جو کچھ انہوں نے سابقہ زندگی میں سیکھا تھا۔ اور وہ یہ سمجھ لیں کہ تمہارا اللہ ہی اصل حاکم ہے۔ اس لیے اسی کی ہدایات پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔ جو اس معاملے میں عاجزانہ اور تابعدارانہ روش رکھتے ہوں ان کو فوری نتائج کی خوشخبری دے دو۔"

الحج:22/40-41

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّـهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّـهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّـهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّـهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّـهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّـهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ﴿٤١﴾

"-------- یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بستیوں سے ناحق نکال دیے گئے تھے صرف اس بنا پر کہ وہ کہتے ہیں اللہ ہمارا پروردگار ہے۔ عمومی طور پر تو انسانوں کی صورتِ حال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کی ایک جماعت کا دوسری جماعت کے ذریعے دفاع نہ فرماتا تو ،،،،،محبت بھرے اصرار، منت والتجا سے روک لینا(صَوَامِعُ)،،،،،،وفاداری اور وابستگی کے عہد و پیمان کرنا(بِيَعٌ)،،،،، ستائش / رحمت / تحسین و آفرین (صَلَوَاتٌ) کرنا، اور،،،،،،تعظیم / فرماں برداری / عاجزی / انکساری (مَسَاجِدُ) کا شعار اختیار کرنا جیسی اعلیٰ انسانی اقدار کی عظیم عمارت منہدم کر دی جاتی جن کے رواج و پیروی میں کثرت سے اللہ کی صفات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ پس اللہ ان کی ضرور مدد فرماتا ہے جو اس کے مقاصد کی تکمیل میں مددگار ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ طاقتور اور مقتدر ہے۔ مذکورہ لوگ تو وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم نے انہیں زمین پر تقرر / قیام عطا کر دیا تو یہ احکامِ الٰہی کی اطاعت و پیروی کا نظام قائم کریں گے، عوام کو سامانِ پرورش و نشوونما فراہم کریں گے، اچھائی کا حکم دیں گے اور برائیوں کو ممنوع کر دیں گے۔ اور اس نظام میں تمام امور کی نگرانی اللہ کے احکامات کے مطابق ہوگی۔"

الفتح:48/25:

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٢٥﴾

"یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کی روش اپنا ئیتھی، تمھیں احکاماتِ الٰہی (الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کی پیروی سے روکا، اور حسنِ سیرت کے قیمتی اصولوں (الْهَدْيَ) کو اپنی صحیح جگہ تک پھیل جانے سے روکا تھا۔ کیونکہ وہاں ایسے مومن مرد و خواتین تھے جنہیں تم نہیں جانتے تھے، اس لیے اندیشہ تھا کہ نادانستگی میں وہ تمہارے ہاتھوں نقصان اٹھا کر تمھیں ندامت کا شکار بنا دیتے۔ اللہ تعالیٰ تو لازمی طور پر ہر ایک کو جو بھی ایسا چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمالیتا ہے، لیکن اگر یہ لوگ دوسروں سے علیحدہ کیے جاسکتے تو ان میں سے باقی جو کفر کرنے والے رہ جاتے انہیں ہم نے ضرور دردناک عذاب میں مبتلا کیا ہوتا۔"

موضوع کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ذیل میں "حج" سے متعلق وہ آیات مندرج ہیں جن کا تراجم کی قسط نمبر 8 میں قبل ازیں ترجمہ ہو چکا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ بعد ازاں تحقیقی مقاصد کے لیے بریکٹ زدہ الفاظ کے مستند معانی بھی دے دیے گئے ہیں۔

البقرۃ:2/189

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ

وَاتَّقُوا اللَّـهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٨٩﴾

"وہ تم سے دین اللہ سے متعلق اصولوں کی بلند آواز میں کھلے عام تبلیغ [الْأَهِلَّةِ] کی حکمت کے بارے میں سوال کریں گے۔ انہیں بتادو کہ وہ وقت آ گیا ہے جب کھلے اعلانات کے ذریعے انسانوں کے روحانی ارتقاء کیلیے ان کو اکٹھا کیا جائے [مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ] اور دلائل و حجت کے ذریعے ابدی سچائی کے یقین تک پہنچا جائے [الحج]۔ اس لیے اطاعت و احسان کا عملی ثبوت یہ نہیں کہ تم ان تعلیمات کو معاشرے کے اشراف یا اعلیٰ خاندانوں [الْبُيُوتَ] تک چور دروازوں سے [ظُهُورِهَا] یعنی خاموش اور خفیہ انداز میں لے کر جاءو۔ بلکہ اطاعت و احسان کا عملی راستہ تو اس کا ہے جس نے پرہیز گاری سے کام لے کر اپنے نفس کو مضبوط رکھا۔ پس اپنی اشرافیہ میں دلیری کے ساتھ اپنا پیغام سامنے کے دروازوں کے ذریعے یعنی کھلے اعلان کے ذریعے لے جاءو۔ بلند درجات تک پہنچنے کا راستہ یہی ہے کہ اللہ کی راہنمائی کو ذہن میں رکھو تا کہ تم کامیابیاں حاصل کر سکو۔"

البقرۃ:2/196-200

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّـهِ ۚ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّـهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّـهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾

"نیز اللہ تعالیٰ کی منشاء پوری کرنے کے لیے [لِلّٰہِ] اُسکے عطا کردہ نظریہ حیات کے بارے میں اپنی بحث و دلائل مکمل کرلو [وَأَتِمُّوا الْحَجَّ] اور پھر اس کی ترویج و ترقی کے لیے زندگی گزارو [الْعُمْرَةَ]۔ لیکن اگر ایسا ہو کہ ناساز گار حالات کے حصار میں قید ہو جاو اور یہ فریضہ ادھورا رہ جائے تو پھر سیرت و کردار کے جو بھی محترم اور قیمتی اصول [الْهَدْيِ] میسر ہوں ان پر عمل پیرا رہو۔ اور ان حالات میں اپنے سرکردہ لوگوں کا گھیراو بھی نہ کرو جب تک کہ راہنمائی کے قیمتی اصول و قواعد پھیل نہ جائیں [يَبْلُغُ] اور مضبوطی سے اپنی جگہ نہ بنالیں [مَحِلَّهُ]۔ اس کے باوجود اگر تم میں سے کوئی ابھی اپنے ایمان و یقین کے معاملے میں کسی کمزوری یا شبہ میں مبتلا ہو، یا اپنے سربراہ کی طرف سے کسی تکلیف یا سزا کا مستوجب ہوا ہو تو وہ اس کی تلافی [فَفِدْيَةٌ] اس طرح کرے کہ پرہیز کی تربیت حاصل [صِيَامٍ] کرے، یا اپنے برحق موقف کو ثابت کر دکھائے [صَدَقَةٍ]، یا اپنی ذات کی پاکیزگی کا عمل [نُسُكٍ] سرانجام دے۔ جب تم امن و سکون کی صورتِ حال میں واپس آ جاو، تو پھر جس نے حق کی پیروی اور ترقی میں زندگی گزاری اور دلائل و حجت تک کے عمل سے فائدہ اٹھالیا ہو تو اس کو جو بھی راہنمائی کے قیمتی اصول میسر آ گئے ہوں وہ ان پر کاربند رہے۔ اور جس کو یہ سب حاصل نہ ہوا ہو تو وہ حجت کے عمل کے ضمن میں تین ادوار کی پرہیز گاری کی تربیت حاصل کرے۔ اگر تم اس مشن سے رجوع کر چکے ہو یعنی اس فریضے کو ترک کر چکے ہو تو پھر از سرِ نو متعدد بار [سَبْعَةٍ] کی پرہیزی تربیت ضروری ہوگی۔ معاشرے کے ارتقائی مرحلے کی تکمیل [عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ] کا یہ ہی طریقہ ہے۔ یاد رہے کہ یہ تمام طریق کار اُن مخصوص افراد کے لیے تجویز کیا گیا ہے جن کی اہلیت یا استعداد ابھی واجب التعمیل احکامات الٰہی کو تسلیم کرنے [الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ] یا ان کی مکمل اطاعت پر کاربند رہنے [حَاضِرِي] کے لیے کافی نہیں ہے۔ البتہ تم سب اجتماعی طور پر اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرتے رہو اور یہ جان لو کہ اللہ کی گرفت شدید ہوتی ہے۔"

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾

"اللہ کی راہنمائی کو سمجھنے کے لیے تحقیق و حجت کرنے [الْحَجُّ] کا طریقہ کار بہت معروف ہے [أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ] اور جو بھی اس طریقہ کار کی رُو سے حجت و تحقیق خود پر واجب کر لے تو یاد رہے کہ حجیت / بحث و تحقیق کے معاملے میں نہ قانون شکنی، نہ ہی لڑائی جھگڑا اور نہ ہی بدزبانی کی اجازت ہے۔ پس اس معاملے میں تم جو بھی اچھائی کا طریق کار اختیار کروگے وہ اللہ کے ریکارڈ میں درج ہو جائیگا۔ تو آو آگے بڑھو کیونکہ بہترین ارتقاء کا راستہ تقویٰ میں ترقی ہے۔ پس اے اہلِ علم و دانش تقویٰ اختیار کرو۔"

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾

"اس فریضے کی تمام کاروائیوں کے دوران تم پر قطعا ممنوع نہیں اگر تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے رہو یعنی معاشی سرگرمیوں میں مصروف رہو۔ جب تم اعتراف و اقرار کے مرحلے [عَرَفَاتٍ] تک پہنچ کر صدقِ بسیط سے مالا مال ہو جاو [أَفَضْتُم] تو ایسے طور طریق یا رسومات کا سامنا کرنے پر جو ممنوع / ناجائز ہوں (عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ) اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پیشِ نظر رکھو اور اُن سے اُسی طرح نصیحت حاصل کرو جیسے اس نے تمہیں راہنمائی دی ہے، خواہ قبل ازیں تم اس ضمن میں گمراہی میں رہے تھے۔"

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّـهَ ۚ إِنَّ اللَّـهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٩﴾

"بعد ازاں اپنے حاصل کردہ علم کو پھیلا دو (أَفِيضُوا) ایسے کہ جس کیفیت میں انسان پھیلے ہوئے، زمین پر آزادی سے نقل و حرکت کرتے ہیں۔ اور اللہ سے تحفظ مانگتے رہو۔ بیشک اللہ تحفظ اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔"

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّـهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾

"پھر اگر تم نے اپنی ذات کی تطہیر کا عمل سرانجام دے لیا تو اس کے بعد بھی اللہ کے قوانین کو یاد کرتے رہو جیسے کہ تم اپنے اسلاف / مشاہیر کو یاد کیا کرتے ہو، یا اس سے بھی زیادہ شدت سے یاد کرو۔ اس لیے کہ تم لوگوں میں ایسے بھی انسان موجود ہیں جو اصرار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں ہی تمام مال و متاع حاصل ہو جائے۔ تو یاد رہے کہ ایسے لوگوں کے لیے اگلے بلند تر درجہِ زندگی میں کوئی حصہ نہیں ہے۔"

سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر ۳ اور ۴

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّـهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّـهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّـهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣﴾ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ

الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ

"اللہ اور رسول کی جانب سے تمام انسانیت کے لیے، اللہ کے دین کی اتمامِ حجت کے لیے عطا کیے گئے اس عظیم موقع (يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ) پر یہ اعلان عام کیا جاتا ہے کہ اب اللہ اور اس کا رسول مشرکین کی جانب سے عائد تمام اخلاقی اور تزویراتی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے اب اگر تم صحیح راستے کی جانب لوٹ آتے ہو تو وہ تمہارے لیے خیر، یعنی امن اور خوشحالی کا باعث ہو گا۔ لیکن اگر تم اب بھی اس جانب سے اپنا منہ موڑ لیتے ہو، تو یہ اچھی طرح جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے۔ اے نبی، حق کا انکار کرنے والوں کو دردناک سزا کی نوید دے دو، سوائے ان مشرکین کے جن کے ساتھ تم نے عہد نامے کیے ہیں، اور جنہوں نے بعد ازاں تمہارے ساتھ ان عہد ناموں کی پابندی میں کوئی کمی نہیں کی ہے، اور نہ ہی ان میں سے کسی نے تم پر فوقیت یا غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ تم اب بھی پابند ہو کہ اپنے عہد نامہ کی مدت کو پورا کرو۔"

اور اب بریکٹ زدہ الفاظ کے مستند معانی:-

[الْأَهِلَّةِ]: پکار، اعلانات؛ معرف باللام ہونے کی جہت سے دین اللہ سے متعلق مخصوص اصولوں کی بلند آواز میں تشہیر۔

[مَوَاقِيتُ]: واحد: میقات؛ اکٹھا کیے جانے کا وقت / وعدہ / مقام، کسی کام کے لیے مقررہ جگہ / وقت۔

[الْبُيُوتَ]: معرف باللام؛ اشراف، اعلیٰ خاندان / حکمران خاندان / ادارے، عبادت گاہیں؛ عمومی معنی بیت کی جمع، وغیرہ۔

[ظُھُورِھَا]: بیک ڈور سے یعنی چور دروازے سے۔

[عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ]: مقدس، محترم، واجب التعمیل / پابندی والے احکاماتِ / معاہدے۔

[الشَّھْرُ الْحَرَامُ]: پابندیوں لاگو ہونے کی معلوم کیفیت یا حالات یا شرائط۔

[لِلَّـهِ]: اللہ کی منشاء پوری کرنے کے لیے۔

[وَ أَتِمُّوا الْحَجَّ]: حج: حجت تمام کرنا؛ الحج: اللہ کے عطا کردہ نظریے کے بارے میں اپنی حجت یعنی دلیل وبرہان مکمل کرنا۔

[الْعُمْرَةَ]: عمرہ: زندگی / عمر گذارنا؛ العمرۃ: ایک خاص نظریے کی ترویج وترقی کے لیے زندگی گزارنا۔

[فَفِدْيَةٌ]: بدل / تلافی۔

[صِيَامٍ]: پرہیز / اجتناب / بچنے / رکنے کا نظام وتربیت۔

[صَدَقَةٍ]: اپنے برحق موقف کو ثابت کر دکھانا۔

[الھدیُ]: عمومی: وہ قربانی جو جانور کی صورت میں حرم میں کی جاتی ہے۔ قرآن کی اس آیت: حتّٰی یبلغ الھدیُ محلہ: میں الھدی کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ اس کا واحد ھدیۃ اور ھدِیۃ ہے۔ کہا جاتا ہے: ما احسن ھدیتہ: اس کی سیرت کس قدر اچھی ہے۔ مزید معانی: تحفہ، نذرانہ، عطیہ، اسیر، قیدی، صاحبِ عزت، سیرت، طریقہ، بھیجنا، anything venerable or precious۔

[نُسُكٍ]: اپنی ذات کی پاکیزگی کا عمل، purify/wash oneself, to lead a devout life, be pious.

[الْحَجَّ]: دین اللہ پر یقین لانے کے لیے تحقیق، دلائل وحجت

[أَشْهُرٌ]: بہت معروف طریق کار، best known, apparent, conspicuous, manifest, notorious

[عَرَفَاتٍ]: پہچاننا، تسلیم کرنا، اقرار کرنا، سوسائٹی کا رسم و رواج، شائستہ، صحیح، اعتراف، رکنے کی جگہ۔

[أَفِيضُو]: بھر جانا، بھر کر باہر گرنا، کھل جانا، واپس آنا، انڈیلنا، پھیلانا، آزادی سے بہنا، بھیڑ کیساتھ ایک سے دوسری جگہ جانا۔

* * * * *

تحقیق: کیا واقعی کعبہ بیت اللہ ہے؟ کیا مسجد الحرام کا معنی کعبہ ہے؟

استفسارات کے جواب میں مزید آیات کا علمی اور عقلی ترجمہ، جو روایتی بے ربط اور غیر شعوری تراجم کو کالعدم قرار دیتا ہے۔

آیات: 5/94 – 97

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴿٩٥﴾ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي

الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾

اے اہلِ ایمان، اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور ان قیدیوں کے معاملے میں آزمائش میں ڈالے گا جو تمہاری فوجی طاقت کے ذریعے تمہارے قبضے میں آتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ یہ خوب جان لے کہ کون آنے والے نتائج کے حوالے سے اللہ کا خوف رکھتا ہے۔ پس اس کے بعد جو بھی حدود سے تجاوز کرے گا اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔﴿۹۴﴾

اے اہلِ ایمان، گرفتار شدگان [الصَّيْدَ] کے ساتھ ظلم و بے رحمی کا سلوک کرتے ہوئے انہیں ذلیل و حقیر نہ کرو [تَقْتُلُوا] جب کہ تم پر ایسا کرنے کی ممانعت [حُرُمٌ] بھی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی تم میں سے ارادتاً ان کے ساتھ اس زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کی سزا اسی کے مطابق ہے جس قدر کہ اس نے قیدی کو آرام و سہولیات سے محروم کیا ہے [قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ]۔ اس سزا کا فیصلہ تم میں سے دو اصحابِ عدل کریں گے۔ یہ وہ ہدایت ہے جو نہایت بلند مقام [الْكَعْبَةِ] کی حامل ہے۔ بصورتِ دیگر اس کا کفارہ مساکین کے لیے معاش کے اسباب مہیا کرنا ہے، یا اس کا مساوی بدل [عَدْلُ ذَٰلِكَ] پرہیزگاری کے ایک کڑے تربیتی نظام سے گذرنا ہے۔ تا کہ وہ اپنی اس روش کے برے نتیجے کا ذائقہ چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ سب معاف کر دیا ہے جو کچھ ماضی میں گذر چکا ہے۔ لیکن جو اب بھی اس کا اعادہ کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔ یاد رہے کہ اللہ غلبہ رکھنے والا ہے اور انتقام کی قدرت بھی رکھتا ہے۔﴿۹۵﴾

تمہارے لیے ایسا قیدی رکھنا جائز ہے جو کوئی مال و دولت کی کثرت والا بڑا / مشہور آدمی ہو (صَيْدُ الْبَحْرِ) اور جس کے وسائل تمہارے لیے اور تمہارے لوگوں کی نقل و حرکت کے لیے اسباب مہیا کریں۔ اور پرہیزگار، نیک طینت و نیک سیرت قیدی (صَيْدُ الْبَرِّ) رکھنا تمہارے لیے ممنوع ہے

جب تک کہ تمہیں ایسا کرنے سے روکا گیا ہے۔ پس ان معاملات میں اللہ کے احکامات کی پرہیز گاری کرو جس کے پاس تم نے جمع ہو کر پیش ہونا ہے۔﴿۹۶﴾

بڑے بلند مقام کا حامل (الْكَعْبَةَ) بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محترم مرکزِ ہدایت کو (الْبَيْتَ الْحَرَامَ)، جو انسانوں کو ایک ہمہ گیر استحکام عطا کرتا ہے، خواہ وہ معاہدوں کی رو سے عائد شدہ پابندیوں کی صورتِ حال یا کیفیت [الشَّهْرَ الْحَرَامَ] میں ہو، حسنِ سیرت کے قیمتی اصولوں [الْهَدْيَ] کی پیروی میں ہو، یا تم پر عائد دیگر ذمہ داریوں [الْقَلَائِدَ] کی بطریق احسن ادائیگی میں۔﴿۹۷﴾

صَيْدُ الْبَحْرِ: ب ح ر: Ba-Ha-Ra

Slit, cut, divide lengthwise, split, enlarge or make wide man of great wealth, abundance and generosity; ocean, sea, a large expanse of water, a great river, etc.

صید البر: ب ر ر Ba-Ra-Ra =

Being pious, kind, good, gentle, affectionate, beneficent, just, righteous, virtuous, honest, true, veracious, sweet of speech, merciful

Sinlessly performing something

Recompensing, rewarding for obedience, accepting and/or approving

Driving or calling sheep/goats

Verifying or proving an oath true

One who overcomes, overcoming someone with good actions or speech

Overcoming an adversary or overcoming by evil

Talking too much, confused clamor, noise, crying out, talking in anger or confusion, talking unprofitably

Ampleness, largeness or extensiveness

Land or elevated ground open to view, out of doors or exposed to view

Wheat, grain/s of wheat or coarsely ground flour

Obedience

Good, sweet or pleasant word expression or saying

Of, belonging to or relating to the land and or the desert/waste

External, outward, apparent or public

A truly and honestly executed sale

صید: captured, caught, trapped, usually in game hunting؛ پکڑا، گرفتار کیا ہوا، قیدی۔

الْكُعْبَةَ: بڑے بلند مقام کا حامل۔

الْبَيْتَ الْحَرَامَ: قابلِ احترام نظریاتی مرکزِ

الشَّهْرَ الْحَرَامَ: ممنوعہ / پابندیوں کی صورتِ حال / کیفیت

الْهَدْيَ:

الْقَلَائِدَ:

آیات:9/19، 28

آیت:9/19

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ اللذين اٰمنو و هاجروا و جاهدُوا فی سبیل الله باموالهم و انفُسهم،اعظمُ درجة عند الله۔ و اُولٰئك هم الفآئزون۔(۲۰)

کیا دلائل کے ساتھ اتمامِ حجت چاہنے والوں [الحاج] کی علمی پیاس کو سیر اب [سقایۃ] کرنے، اور واجب الاحترام مرکزِ اطاعت و عبودیت [المسجد الحرام] میں فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے اسے آباد رکھنے [عمارۃ] کے عمل کو تم اُن لوگوں کے عمل کی مانند بنانے کی کوشش کرتے ہو [اجعلتم] جنہوں نے اللہ پر ایمان اور دورِ آخرت پر یقین رکھتے ہوئے، اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے عملی جہاد کیا؟؟؟ نہیں، وہ اللہ کے نزدیک مساوی نہیں ٹھہرتے۔ یہ حق کے ساتھ ناحق کرنا ہے اس لیے یاد رہے کہ اللہ کا قانون حق تلفی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ در حقیقت جو لوگ اللہ کی راہنمائی پر ایمان لائے، اور اس کی خاطر ہجرت کا دکھ برداشت کیا، اور اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنے اموال اور اپنی جانوں کی قربانی دے کر جدوجہد کی، انہی کا درجہ اللہ کے نزدیک عظیم تر ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب و کامران ہوئے۔

بریکٹوں میں دیے ہوئے مشکل الفاظ کے مستند معانی:

سقایۃ: پانی دینے کا یا آبپاشی کا نظام، اس نظام کا آفس، وہ مقام یا مرکز جہاں سے پیاس کو سیر اب کیا جائے، وہ برتن جس میں کچھ پینے کو دیا جائے، {استعارہ} سقاک اللہ = اللہ تجھے خوب سیر اب کر دے۔ کسی کمی کو فراوانی دے کر سیر اب کر دینا۔

[حاج] حج: وہ اس پر دلائل سے غالب آیا؛ دلائل دینا، حجت کرنا، الزام کو دلیل سے ثابت کرنا، ثبوت، شہادت یا گواہی۔

ایسا کرنے والا = حاج۔

[عمارۃ]: ع م ر: پھلنا پھولنا، خوشحال ہونا، ترقی کرنا، آبادی کرنا، لوگوں سے بھرنا، آباد کرنا، تہذیب یافتہ ہونا، فراوانی کا مالک ہونا، زندگی سے بھرپور ہونا، ترقی کا باعث بننا، خوشحال کرنا، تعمیر کرنا، جوڑ کر فٹ کرنا، بنانا، بحال کرنا، جینے دینا، محفوظ کرنا

آیت:9/28:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾

اے اہلِ ایمان دراصل یہ مشرکین روحانی پاکیزگی کے حامل نہیں ہیں۔ فلہذا بہتر ہو گا کہ وہ اپنے اس ثابت شدہ طریقِ کار اور رویہ (عَامِهِمْ هَٰذَا) کے مظاہرے کے بعد واجب الاحترام مرکزِ حکومتِ الٰہیہ (الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ) کے قریبی تعلق میں (يَقْرَبُوا) نہ آنے دیے جائیں۔ اگر اس صورت حال کی وجہ سے تمہیں لوگوں کی کمیابی (عَيْلَةً) کا اندیشہ ہو، تو اللہ اپنے فضل سے اور اپنی مشیت

سے تمہیں ایسی احتیاجات سے مستغنیٰ فرمادے گا۔ بے شک وہ سب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(عَامِهِمْ هَـٰذَا) : ان کا ثابت شدہ رویہ / کردار- ع و م : عام : تیرنا؛ ایک خاص رویہ، طریقِ کار / راستہ / کردار اختیار کر لینا۔ اس کو سنہ یعنی سال کے معنی میں بھی اسی لیے لیتے ہیں کیونکہ سورج سال کے دوران اپنے ایک مخصوص راستے کو اختیار کرتے ہوئے گذرتا ہے۔

(عَيۡلَةٌ): Destitution; to bcome in want؛ویرانہ؛لوگوں کی کمیابی؛بھلادیا جانا۔

بھائی منظور صاحب کے سوالات کے جواب میں ،،، جن کے ذریعے وہ کعبہ، بیت اللہ اور حج کی حقیقت جاننا چاہتے ہیں۔

ان کے سوالات اس طرح ہیں:

ا] "**رب ھذا البیت**" ؟؟؟؟ کیا یہ کعبے کی جانب واضح اشارہ نہیں؟؟؟ اس کے ضمن میں سورۃ قریش کا ترجمہ پیش کیا جا چکا ہے جہاں "ھذا البیت" کے معانی کی تشریح کر دی گئی ہے۔ اس کا اشارہ کعبے کی جانب نہیں۔ حضرت ابراہیم کے وطن میں قائم شدہ کسی مرکز کی جانب اشارہ ہے۔

۲] "**ھذا البلد الامین**" ؟؟؟؟ کیا اس سے مراد مکہ اور کعبہ نہیں؟؟؟ اس ضمن میں سورۃ التین کا ترجمہ کیا جا چکا ہے، ذیل میں [۲] پر موجود ہے۔ یہاں بھی روایتی کعبے کی جانب اشارہ نہیں۔ بلکہ حضرت ابراہیم کے وطن کی جانب اشارہ ہے۔

۳] ۱/۱۷ : "**من مسجد الحرام الی مسجد الاقصیٰ**" ؟؟؟؟؟ کیا یہاں مسجد الحرام سے مراد کعبہ نہیں؟ اس ضمن میں سورۃ اسریٰ کی متعلقہ آیات کا ترجمہ ذیل میں [۳] پر موجود ہے۔ یہاں بھی

مسجد الحرام سے مراد روایتی کعبہ نہیں۔

۴] **"واد غیر ذی زرع،،،،،، عند بیتک المحرم،،"**؟؟ کیا یہاں بھی مکہ اور کعبہ مراد نہیں؟؟؟ اس ضمن میں ترجمہ سورۃ ابراہیم کے عنوان کے تحت ذیل میں [۴] پر موجود ہے۔ یہاں کہیں بھی کعبہ یا مکہ یا اس کے تقدس یا مرکزی مقام ہونے کی جانب کوئی اشارہ نہیں ہے۔

۵] ایک بہت اہم آیت، جس سے کعبے کی توثیق کا حتمی ثبوت ملتا ہے: اجعلتم ثقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام، کمن آمن باللہ والیوم الآخر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بارے آپ کیا کہیں گے؟
نہیں، یہاں سے بھی یہ توثیق نہیں ہوتی۔ ترجمہ نمبر ۵] پر ملاحظہ فرمائیں۔

۶] **پھر مکہ میں کعبے کا حج کیوں ہوتا ہے؟؟؟**

لفظ "حج" کے معانی و مفہوم کی تشریح کافی و شافی طور پر ان تراجم کی سیریز میں "قسط نمبر 18" کے ساتھ کی جا چکی ہے۔ جہاں مستند طور پر ثابت کر دیا گیا ہے کہ حج سے مراد مغفرت کے لیے یا بین الاقوامی اجتماع کے لیے زیارت یا بڑا اجتماع نہیں ہے۔ بلکہ دینِ الٰہی کی تفہیم و تسلیم کے لیے کسی بھی قریبی نظریاتی مرکز میں بحث و مباحثہ، یا اتمام حجت ہے۔ اگر ہم مسلمان اندھی تقلید کے خوگر اور بغیر تحقیق کیے بڑے بڑے کام کرنے کے عادی ہیں تو حج کی موجودہ شکل اختیار کرنے میں خود ہماری ہی غلطی ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی قصور نہیں ہو سکتا۔ "صوم و حج" کے عنوان کے تحت قسط نمبر 8 اور حج کے عنوان کے تحت قسط نمبر 18 طلب فرمائیں۔
اب درج بالا پوائنٹ نمبر ۲ سے وضاحتیں پیشِ خدمت ہیں۔

۲]سورۃ التین:

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿١﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿٢﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ﴿٥﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٦﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ﴿٧﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾

۹۵/۱-۳ : وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ﴿١﴾ وَطُورِ سِينِينَ ﴿٢﴾ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ

قسم ہے انجیر اور زیتون جیسی نعمتوں کی، اور شان و شوکت، نام و نمود والے اس مرحلے کی [وَطُورِ سِینِینَ] جہاں تم پہنچ چکے ہو، اور قسم ہے اس مامون و محفوظ کیے گئے خطہء زمین کی [الْبَلَدِ الْأَمِينِ]جواب تمہیں حاصل ہو چکا ہے،

۹۵/۴: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۔ ۹۵/۵: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ

کہ ہم نے تو انسان کی تخلیق بہترین ترتیب و توازن کے ساتھ انجام دی تھی۔ لیکن تمہیں اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے انسانوں کے ہاتھوں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس سبب سے تھا کہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی نے انہیں پست ترین درجے میں واپس بھیج دیا تھا۔

۹۵/۶: إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ۔

سوائے تمہاری اس جماعت کے جنہوں نے یقین و ایمان کی دولت پالی اور معاشرے کی فلاح کے لیے صلاحیت افروز اور تعمیری کام کیے۔ پس ان سب کے لیے ایسا انعام مقرر کیا گیا ہے جو انہیں بغیر احسان مند ہوئے خود کار انداز میں مل جائے گا۔

۹۵/۷: فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ

اب اس کامیابی کے مرحلے کے حصول کے بعد ہمارے تجویز کردہ نظامِ زندگی [ضابطہِ کردار] کے بارے میں تمہیں کیسے جھٹلایا جا سکے گا؟

۹۵/۸: أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ﴿٨﴾

تو کیا اب یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ اللہ ہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے؟

اور اب رواں ترجمہ:

قسم ہے انجیر اور زیتون جیسی نعمتوں کی، اور شان و شوکت، نام و نمود والے اس مرحلے جہاں تم پہنچ چکے ہو، اور قسم ہے اس مامون و محفوظ کیے گئے خطہ ءِ زمین کی جو اب تمہیں حاصل ہو چکا ہے، کہ ہم نے تو انسان کی تخلیق بہترین ترتیب و توازن کے ساتھ انجام دی تھی۔

لیکن تمہیں اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے انسانوں کے ہاتھوں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ صرف اس سبب سے تھا کہ ہمارے قوانین کی خلاف ورزی نے انہیں پست ترین درجے میں واپس بھیج دیا تھا۔ سوائے تمہاری اس جماعت کے جنہوں نے یقین و ایمان کی دولت پالی اور

معاشرے کی فلاح کے لیے صلاحیت افروز اور تعمیری کام کیے۔ پس ان سب کے لیے ایسا انعام مقرر کیا گیا ہے جو انہیں بغیر احسان مند ہوئے خود کار انداز میں مل جائے گا۔ اب اس کامیابی کے مرحلے کے حصول کے بعد ہمارے تجویز کردہ ضابطۂ کردار کے بارے میں تمہیں کیسے جھٹلایا جا سکے گا؟ تو کیا اب یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ اللہ ہی تمام حاکموں سے بڑا حاکم ہے؟

بریکٹوں میں دیے گئے مشکل الفاظ کا مستند ترجمہ:

[وَطُورِ سِينِينَ]: طور: گرد گھومنا، قریب جانا، وقت یا ایک خاص وقت؛ متعدد مرتبہ؛ تعداد/پیمانہ/حد/پہلو/شکل و صورت/حلیہ/طور طریقہ/ تہذیب و آداب/قسم/طبقہ/مرحلہ/درجہ؛ سینا پہاڑ، زیتون کا پہاڑ؛ بہت سے دوسرے پہاڑ، وہ پہاڑ جہاں درخت پیدا ہوتے ہوں؛ خود کو انسانوں سے علیحدہ کر لینا، اجنبی، آخری حد، دو انتہاؤں کا سامنا۔
سینین: س ن و: سنا: شان و شوکت، رحمتیں اور انعامات، ناموری۔ بعض اسے سیناء سے ملاتے ہیں جو صحرائے سینائی میں ایک پہاڑ ہے۔ مگر جس کی کوئی ٹھوس توجیہ یا لسانی بنیاد نہیں ہے۔
[الْبَلَدِ الْأَمِينِ]: البلد: زمین کا ایک خطہ، حدود مقرر کردہ قطعۂ اراضی، آبادی کا علاقہ، آباد شہر۔ البلد الامین = وہ خطۂ زمین جسے مامون و محفوظ کر لیا گیا ہو۔

۳] سورۃ اسراء

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

بلند و بے عیب ہے وہ ذات جس نے تاریکیوں کے تسلط کی کیفیت میں [لَيْلًا] اپنے فرماں بردار بندے کو سفر ہجرت کے قصد کی ہدایت دی [أَسْرَىٰ]، ایک ممنوع کیے گئے مقام اطاعت و

عبودیت[الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ] سے، بہت دور کے ایک دوسرے مرکزِ اطاعت و عبودیت [الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی]کی جانب کہ جس کے اطراف و جوانب کو، یعنی عمومی ماحول و فضا[environment] کو[حَوْلَهُ] ہم نے ما قبل ہی سے ذریعِہِ فیض و برکات، یعنی ساز گار بنا دیا تھا[بَارَكْنَا]، تاکہ ہم اسے وہاں اپنی خوش آئند نشانیاں دکھائیں۔ در حقیقت وہ ذاتِ پاک تمہاری جدوجہد کے تمام معاملات کی مسلسل سماعت فرماتا اور ان پر ہمہ وقت بصیرت کی نظر رکھتا ہے۔

اور اب رواں ترجمہ:

بلند و بے عیب ہے وہ ذات جس نے تاریکیوں کے تسلط کے درمیان اپنے فرماں بردار بندے کو سفر ہجرت کے قصد کی ہدایت دی، ایک ممنوع کیے گئے مقامِ اطاعت و عبودیت سے، دُور کے اُس مرکزِ اطاعت و عبودیت کی جانب کہ جس کے اطراف و جوانب کو، یعنی عمومی ماحول و فضا [environment] کو ہم نے ما قبل ہی سے اس کے مشن کے لیے ذریعِہِ فیض و برکات یعنی مکمل ساز گار بنا دیا تھا۔ اور یہ اس مقصد کے تحت کہ ہم اسے وہاں اپنی خوش آئند نشانیاں دکھا دیں۔ در حقیقت وہ ذاتِ پاک تمہاری جدوجہد کے تمام معاملات کی مسلسل سماعت فرماتا اور ان پر ہمہ وقت بصیرت کی نظر رکھتا ہے۔

بریکٹ شدہ الفاظ کے مستند تراجم:

[لَيْلًا]: تاریک رات مین، ایک شب و روز میں، سورج کے غروب ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک؛ the civil day from sunset to sunset، اندھیروں میں۔

[أَسْرَىٰ]: بلند ترین مقام، چوٹی، پانی کا نشمہ، ندی، قوم کا سربراہ، رات کا سفر: سفر؛ رخصت ہونا، کسی کو رات کے سفر کے لیے کہنا؛ بلند مقام کی طرف لوٹنا یا ہجرت کر جانا؛ travel during

night, to depart, ; to make anyone to travel by nation, repair to an upland; highest point; summit; rivulet; fountain,; stream; chief of the

[الْمَسْجِدِ]: س ج د: برتری، اتھارٹی تسلیم کر لینا؛ جھک جانا، خود کو حقیر کرنا؛ تعظیم دینا، اطاعت کرنا، انکساری/عاجزی کرنا، سلوٹ کرنا؛ احکامات کے سامنے جھک جانا؛ [مفرداتِ راغب: اصل معنی فروتنی اور عاجزی ہیں]

مسجد: سجد سے اسم ظرف اور اسم مفعول: وہ جگہ یا مرکز جہاں جھکنا، اطاعت کرنا ہے، یا وہ احکامات جن کے سامنے جھکنا اور جن کی اطاعت کرنا ہے۔

[الْحَرَامِ]: [یہ لفظ متضاد معانی پر محیط ہے یعنی حرام اور ممنوع بھی اور محترم یا قابلِ احترام بھی۔ استعمال سیاق و سباق کے مطابق ہوگا۔] ممنوعہ، جرم، غیر قانونی، ناقابلِ خلاف ورزی،، لعنتی، انکار کرنا، پابندیوں والا؛ محترم، مقدس، حرمت والا،۔

[الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى]: ق ص و: دور دراز، فاصلے پر، دور چلے جانا، انتہا۔ اقصیٰ: زیادہ دور، زیادہ فاصلے پر

[حَوْلَهُ]: اس کا ماحول، اس کے اطراف و جوانب؛ اس کے گرد اگرد۔

[بَارَكْنَا]: ہم نے برکت دی، ساز گار، محکم، مضبوط بنا دیا۔

4] سورۃ ابراہیم: 14/۳۵--

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾

اور یاد کرو وہ وقت جب ابراھیم نے عرض کیا کہ اے رب اس خطۂ زمین [الْبَلَدَ] کو امن والا بنا دے اور میری اور میرے بیٹوں [بَنِيَّ] یعنی جانشینوں کی مدد فرما کہ ہم ان تمام خود ساختہ خیالات و

نظریات [الْاَصْنَامَ] سے دور رہیں جو ہمیں اللہ کی محکومیت سے بیگانہ کر دیں [اَن نَّعْبُدَ]۔

آیت:۱۴/۳۶

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾

اے رب، یہ وہ خود ساختہ نظریات ہیں جنہوں نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس جو بھی صرف میرا اتباع کرے گا صرف وہ ہی میری جماعت سے ہو گا، اور جس نے بھی میری معصیت کا ارتکاب کیا تو اس کی نجات کے لیے تُو سامانِ حفاظت اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔

آیت:۱۴/۳۷

رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾

اے ہم سب کے پالنے والے، میں نے اپنی آل اولاد [مِن ذُرِّيَّتِي] کو تیرے قابلِ احترام نظریاتی مرکز [بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ] کے پاس ایک ایسی سوچ اور مسلک رکھنے والوں میں [بِوَادٍ] بسا دیا ہے جہاں تیری ہدایت کا بیج ڈالنے کے لیے زمین تیار نہیں کی گئی ہے [غَيْرِ ذِي زَرْعٍ]۔ اے ہمارے رب یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ یہاں کے لوگوں میں تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر دیں [لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ]۔ پس تجھ سے گذارش ہے کہ تُو یہاں کے لوگوں کے شعوری رجحانات [اَفْئِدَةً مِّنَ

النَّاسِ] کو ان کے مشن کی جانب پھیر دے، اور پھر انہیں اس کے خوشگوار نتائج سے بہرہ ور فرما دے [وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ] تا کہ ان کی کوششیں بار آور ہوں [يَشْكُرُونَ]۔

آیت:۱۴/۳۸

رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾

اے ہمارے رب بیشک تو وہ بھی جانتا ہے جو ہمارے باطن میں پوشیدہ ہے، اور وہ بھی جو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ سے اس کائنات میں موجود کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

آیت:۱۴/۳۹

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾

اور حمد و ثنا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے کبر سنی میں اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔ بیشک میرا رب خواہشات کو سنتا اور پورا فرماتا ہے۔

آیت:۱۴/۴۰

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾

اے رب مجھے اس قابل بنا دے کہ میں اور میری آل اولاد تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر سکیں۔ اے ہمارے رب تُو ہماری یہ دعا ضرور قبول فرما لے۔

آیت:۱۴/۴۱

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾

اور اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور تمام امن وایمان کے ذمہ داران کو احتساب کی سٹیج قائم ہونے کے مرحلے میں [يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ] تحفظ عطا فرمادے [اغْفِرْ]۔

اب رواں ترجمہ:

اور یاد کرو وہ وقت جب ابراھیم نے عرض کیا کہ اے رب اس خطۂ زمین کو امن والا بنادے اور میری اور میرے بیٹوں یعنی جانشینوں کی مدد فرما کہ ہم ان تمام خود ساختہ خیالات و نظریات سے دور رہیں جو ہمیں اللہ کی محکومیت سے بیگانہ کر دیں۔

اے رب، یہ وہ خود ساختہ نظریات ہیں جنہوں نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس جو بھی صرف میرا اتباع کرے گا صرف وہ ہی میری جماعت سے ہو گا، اور جس نے بھی میری معصیت کا ارتکاب کیا تو اس کی نجات کے لیے تُو سامانِ حفاظت اور رحمت عطا کرنے والا ہے۔

اے ہم سب کے پالنے والے، میں نے اپنی آل اولاد کو تیرے قابلِ احترام نظریاتی مرکز کے پاس ایک ایسی سوچ اور مسلک رکھنے والوں میں بسا دیا ہے جہاں تیری ہدایت کا بیج ڈالنے کے لیے زمین تیار نہیں کی گئی ہے۔ اے ہمارے رب یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ یہاں کے لوگوں میں تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر دیں۔ پس تجھ سے گذارش ہے کہ تُو یہاں کے لوگوں کے شعوری رجحانات کو ان کے مشن کی جانب پھیر دے، اور پھر انہیں اس کے خوشگوار نتائج سے بہرہ ور فرمادے تاکہ ان کی کوششیں بار آور ہوں۔

اے ہمارے رب بیشک تو وہ بھی جانتا ہے جو ہمارے باطن میں پوشیدہ ہے، اور وہ بھی جو ہم ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ سے اس کائنات میں موجود کوئی بھی شے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اور حمد و

ثنا ہے اللہ تعالی کے لیے جس نے مجھے کبر سنی میں اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔ بیشک میرا رب خواہشات کو سنتا اور پورا فرماتا ہے۔ اے رب مجھے اس قابل بنا دے کہ میں اور میری آل اولاد تیرے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کر سکیں۔ اے ہمارے رب تُو ہماری یہ دعا ضرور قبول فرما لے۔

اور اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین اور تمام امن و ایمان کے ذمہ داران کو اُس مرحلے میں بھی تحفظ عطا فرما دے جب تیرے احتساب کی سٹیج قائم ہو گی۔

اور اب بریکٹ شدہ اہم الفاظ کے مستند تراجم، جن کے لیے دو عدد مستند لغات سے مدد لی گئی ہے۔

[الْبَلَدَ]: خطہِ زمین، ایسا علاقہ جو حدود کے اندر واقع ہو، ایک آباد علاقہ، ایک شہر۔

[بَنِيَّ]: baniyya: بیٹے، اولاد، جانشین: جمع کا صیغہ ہے۔ اسی کا واحد ہے: banayya: میرا بیٹا

[الْأَصْنَامَ]: الراغب: وہ تمام چیزیں جو انسان کو خدا کی طرف سے موڑ دیں؛ ہر چیز جو انسان کی توجہ کو دوسری جانب منعطف کر دے؛ جس کی بھی اللہ کے علاوہ اطاعت کی جائے؛ نیز پتھر یا لکڑی کی کوئی بھی صورت جو پرستش کے لیے بنائی گئی ہو۔

[أَن نَّعْبُدَ]۔ کہ ہم اطاعت و فرماں برداری نہ کریں۔

[مِن ذُرِّيَّتِي]: میری اولاد؛ میری نسل؛ یا میری اولاد میں سے۔

[بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ]: تیرا قابلِ احترام نظریاتی مرکز؛ تیرے احکامات کی تعمیل کا مرکز؛ تیرا محترم ادارہ؛ مرکزِ حکومتِ الٰہیہ۔

[بِوَادٍ]: واد؛ ودی؛ ودیان: طریقہ، مذہب، اسلوب، طرز، سوچ، وادی، دریا کی وادی یا گذر گاہ، نشیب، کیمپ؛ [الراغب: فلاں فی واد غیر وادیک = فلاں کا مسلک تجھ سے جداگانہ ہے- قاموس الوحید: ھما من واد واحد = وہ دونوں ایک ہی اصل سے یا طریقے یا مسلک سے ہیں]

[غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ]: بیج نہ ڈالا گیا، فصل نہ بوئی گئی، جہاں زمین تیار نہ کی گئی، بیج ڈالنے اور فصل اگانے کے لیے۔

[لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ]: تاکہ وہ اللہ کے احکامات کی پیروی کا نظام قائم کریں۔

[أَفۡئِدَةً مِّنَ النَّاسِ]: لوگوں کے رحجاناتِ قلب، میلانِ طبع، سوچ و فکر۔

[وَارۡزُقۡهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ]: ثمرات: صرف پھل نہیں بلکہ خوشگوار نتائج، اجر، ثواب، انعامات

[يَشۡكُرُونَ]۔ ان کی کوششیں بھرپور نتائج پیدا کریں۔ شکر: کوششوں کے بھرپور نتائج پیدا ہونا۔

[يَوۡمَ يَقُومُ الۡحِسَابُ]: وہ وقت، دور یا سٹیج جب انسانوں کے اعمال پر احتساب کی کاروائی عمل میں لائی جائیگی۔ اور سزا و جزا کا فیصلہ ہو گا۔ [استعاراتی اسلوب]

[اغۡفِرۡ]۔ غ ف ر: تحفظ اور بچاو کے اسباب عطا کرنا۔

* * * * *

سورۃ القدر

بسلسلہ قرآنی مباحثِ رمضان

رمضان ہی کے ضمن میں سورۃ القدر کا جدید ترین علمی / ادبی / منطقی ترجمہ، خالص قرآنی مقصود کے سیاق و سباق میں، بہت سے ساتھیوں کی باصرار فرمائش پر، پیش خدمت ہے۔
روایتوں سے ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ لیلۃ القدر رمضان کے مہینے میں آخری عشرہ کے دوران کسی طاق رات میں واقع ہوتی ہے اور اُس رات کی عبادت تمام عمر کے ارتکاب شدہ گناہ و جرائم سے انسان کو پاک کر دیتی ہے۔ افسوس کہ قرآنِ پاک کی نصوصِ صریحہ کے مطابق رمضان کا مہینہ بھی ایک ڈھونگ، کھانے پینے کا روزہ رکھنا بھی ایک ڈھونگ اور نجات کا ایک رات کا فارمولا، یا شارٹ کٹ، بھی ایک ڈھونگ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔
متعلقہ لٹریچر طلب فرما کر صدیوں پرانے ملوکیت کے نافذ کردہ اس بڑے دھوکے سے نجات حاصل کریں۔

In RAMADHAN's perspective, the Chapter Al-Qadr, with its latest academic/literary/logical translation, in the context of great Quranic goals, is presented upon insistant demand by friends.

Islamic Traditions hold it that the "Night of Virtues" occurs during one of the odd nights in the last 10 days of the Month of

Ramadhan; and that worship during that night can fetch Salvation from the life-long sins and crimes, and the sinner gets cleansed. Unfortunately, according to Quran's precise testimony, the 'Month of Ramadhan", the "Fasting" during the month and the formula/short-cut of "Salvation within one night", are nothing but a clear deception. Please call for the relevant literature and be free from the clutches of this big sacred Scam of the Arab Malookiat.

سورۃ القدر - ۹۷

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ﴿٥﴾

ترجمہ:

درحقیقت ہم نے اس قرآن کو ایک ایسے تاریک دور (لیلۃ) میں نازل کیا ہے (انزلناہ) جہاں کوئی اخلاقی قدر / قانون / پیمانہ / کسوٹی / معیار (قدر) اپنا وجود ہی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن آپ کو ابھی اس امر کی آگہی نہیں (ماادراک) کہ اقدار کی تاریکی کا دور کس اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ دراصل، اقدار کی تاریکی کا دور برائیوں کی تمام معلوم و معروف (الفِ) صورتِ حالات (شہر) کے باوجود اس لیے بہتر و برتر (خیر) باور کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے دوران خاص مقتدر قوتوں (الملائکۃ) اور مضبوط الہامی اقدار کی حامل ایک مخصوص ذات / نفس (الروح) کا پروردگار کی منشاء کے مطابق نزول

ہوتا ہے جو تمام امور و معاملات میں امن و تحفظ و سلامتی (سلام) کا نقیب ہوتا ہے۔ اور سلامتی کا یہ عمل (ھی) جاری رہتا ہے تا کہ / یہاں تک کہ (حتیٰ) ہدایت کی روشنی پھوٹ کر اس تاریک دور کو روشن کر دے (مطلع الفجر)۔

Indeed we have presented this Quran in a Dark Time Zone where no moral value/principle/yardstick/criterion/standard was in existence. But you are not aware as to what great importance this Dark Era possessed. In fact, the Era of Darkness of Values is to be taken as a blessing in spite of the prevalent well known state of infamous depravity; because in its wake, descend Divine Powers and an august human Self with their Nourisher's permission, heralding the message of peace and security in all the human affairs. And this enforcement of peaceful conditions continues till the divine guidance enlightens the earth with its blessings.

بغیر رکاوٹ، رواں ترجمہ:

درحقیقت ہم نے اس قرآن کو ایک ایسے تاریک دور میں نازل کیا ہے جہاں کوئی اخلاقی قدر / قانون / پیمانہ / کسوٹی / معیار اپنا وجود ہی نہیں رکھتا تھا۔ لیکن آپ کو ابھی اس امر کی آگہی نہیں کہ اقدار کی تاریکی کا دور کس اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ دراصل، اقدار کی تاریکی کا دور برائیوں کی تمام معلوم و معروف صورتِ حالات کے باوجود اس لیے بہتر باور کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے دوران خاص مقتدر قوتوں اور مضبوط الہامی اقدار کی حامل ایک مخصوص ذات / نفس کا پروردگار

کی منشاء کے مطابق نزول ہوتا ہے جو تمام امور و معاملات میں امن و تحفظ و سلامتی کا نقیب ہوتا ہے۔ اور سلامتی کا یہ عمل جاری رہتا ہے تا کہ / یہاں تک کہ، الہامی ہدایت کی روشنی پھوٹ کر اس تاریک دور کو روشن کر دے۔

ترجمے کی وثاقت کے ثبوت میں مستند عربی لغات سے معانی کی تفصیلات:

Lailun لیل / Lailatun لیلۃ:

Both mean night, but according to Marzuqi the word Lailun is used as opposed to Nahar and theword Lailatun (لیلۃ) is used as opposed to Yaum. Lailatun possesses a wider and more extensive meaning than Lailun; just as the word Yaum has a wider sense than Nahar.

Shiin-ha-Ra شہر =

Make it notable/known/manifest/public/infamous (in a bad or good sense), hire/contract for a month, stay a month, month old, month, new moon, moon, full moon, any evil thing that exposes its author to disgrace, a vice/fault or the like, big & bulky, reputable/eminent.

Alif-Lam-Fa الف:

Become a thousand. A certain rounded number that is well known.

Alif-Lam-Fa الف = he kept or clave to it, he frequented it, resorted

to it habitually, he became familiar with it or accustomed/habituated, became sociable/companionable/friendly with him, liked/approved/amicable, protect/safeguard, covenant/obligation involving responsibility for safety. to unite or bring together, state of union/alliance/agreement, to cause union or companionship, to collect/connect/join/conjoin. Become a thousand. A certain rounded number that is well known.

iilaaf: Unity; Compact; Alliance; Covenant for the purpose of trade; Obligation involving responsibility for safety and protection; Attachment.

Miim-Lam-Kaf م ل ک

= to rule/command/reign, be capable, to control, power/authority, king, kingdom.

Lam-Alif-Kaf ل ا ک

= To send, to send a message, to send anyone towards.

malak n.m (pl. *malaikah*), see also *malak* (Miim-Lam-Kaf) To send a message, send anyone towards. Mal'akatun ملئکۃ: Message mission. Malakun ملک Angel. According to Raghib and

Abu Hassan its root is Mim, Lam, Kaf, Malaka ملک: plu. Mala'ikatun ملائکۃ: To havepower or dominion over, be capable of, able to do, rule over, give a support, control. All the six variation of the root indicate the meaning of power and strength, courage, intensity and hardness (Raazi).

❊❊❊❊❊

اصحابِ کہف و اصحابِ رقیم

سورۃ الکھف سے ماخوذ

قرآن کے موضوعاتی تراجم کے جاری سلسلے کی یہ ایک اور کوشش ہے جس کی اساس عقلیت پر مبنی جدید ترین علوم اور انسان کے شعوری ارتقاء کی موجودہ بلند ترین سطح پر رکھی گئی ہے۔ قرآن میں ملاوٹ کردہ اسرار و افسانے کے عنصر کی تطہیر کی کوشش کی گئی ہے۔اور قرآنی تعلیمات کے مجموعی پیغام سے، جو ایک اعلیٰ انسانی قدروں پر مبنی سیرت و کردار کی تعمیر کا نقیب ہے، مطابقت قائم رکھنے کو راس المال ٹھہرایا گیا ہے۔ اس مرتبہ موضوع "اصحاب الکھف اور الرقیم" کا وہ واقعہ ہے جو قرآنِ کریم کی سورۃ الکھف میں مرقوم ہے، اور جسے کرشماتی رنگ دینے کی سازش کی گئی ہے۔

افسانوی تراجم و تفاسیر میں مذکور بے بنیاد محیر العقول واقعات:

نوجوان مجاہدین کی جماعت کا کسی نامعلوم غار میں پناہ لینا۔ کسی خزانے کا ہمراہ ہونا۔ سینکڑوں سال خوابیدہ رہنا۔ سورج کا انہیں پریشان کیے بغیر "دائیں بائیں سے" گذر جانا، سونے کے دوران اللہ کا اُن کے پہلو بدلتے رہنا، "کتے" کا بھی سینکڑوں سال چوکیداری کرنا، لوگوں کا "کتے کے خوف سے" ڈر کر بھاگ جانا، بالآخر حالات بدل جانے پر بیدار ہو جانا۔ قدیمی "سکے" دے کر ساتھی کو "کھانا" لانے کے لیے بھیجنا۔ شہر کے لوگوں کا ان کی یاد میں مسجد یعنی عبادت گاہ تعمیر کرنا، وغیرہ۔

عیسائیت کا پسِ منظر:

سات (7) سونے والوں کی یہ دیومالائی رنگ میں رنگی ہوئی کہانی دراصل اپنا ماخذ عیسائی مذہبی کہانیوں میں رکھتی ہے جو اُس دور سے تعلق رکھتی ہیں جب عیسائی مذہب ابھی سرکاری طور پر

قبولیتِ عام کا درجہ حاصل نہ کر پایا تھا اور عیسائیت کے پیروکاروں اور مبلغین کو رومن سلطنت کے جبر و استبداد کا سامنا تھا۔ اپنی نوعیت کے پیش نظر یہ کہانی اُن کے ہاں معجزات میں بھی شامل کی جاتی ہے اور قریب ترین روایات کے مطابق یہ رومن شہنشاہ ڈیسیس (Decius) کے عہد میں سن 250 عیسوی میں شہر ایفی سس (Ephesus) کے پرجوش اور صالح عیسائی (یعنی مومن) نوجوانوں کے ایک گروپ کی جدوجہد کی کہانی ہے۔ زیادہ تر بنیادی ماخذات شامی (Syrian) اصل و بنیاد رکھتے ہیں۔ عیسائی سینٹ، گریگری (Gregory of Tours) نے اس کہانی کو اپنی چھٹی صدی میں مرتب کیے مجموعہِ معجزات کے ذریعے پوری عیسائی دنیا میں مقبول عام کیا۔ بعد ازاں آنے والے عیسائی مذہبی لکھاریوں نے بوجوہ اس واقعے میں مزید افسانوی رنگ کا اضافہ کیا۔ نیز اس وقوعے کا مقام اور اس کی تفصیلات میں بلاروک ٹوک ترمیمات کی گئیں اور ہر مرتبہ کچھ مزید مبالغہ آرائیوں سے کام لیا گیا۔ قرآن میں اسی کہانی کی بگاڑی ہوئی افسانوی شکل کو ملاوٹ سے پاک اور وضاحت سے بیان اس لیے کیا گیا کہ ہمارے رسولِ کریم ﷺ کی اس کے متماثل مشنری جدوجہد میں یہ ایک ہمت افزا اور سبق آموز واقع کے طور پر سامنے لایا جائے۔

مسلم مفسرین کی ملاوٹ:

لیکن وائے افسوس، قرآن کے مفسرین نے بھی اُسی غلامانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِس مثالی واقعے کی تمام عقلی اور دینی جواز و بنیاد کو پھر ایک بار افسانوی اور معجزاتی لبادے میں لپیٹ کر ایک غیر عقلی اور فوق الفطرت روپ عطا کر دیا۔ حالانکہ قرآن سے زیادہ خوش اسلوب اور روشن اندازِ بیان اور کس کا ہو سکتا تھا، اگر صرف اُس کے پیش کردہ عربِی معلّیٰ کے بلند ادبی و علمی درجے کو پیش نظر رکھ کر تفہیم کی جاتی اور،،،،، یا پھر،،،،، نیتوں میں فتور نہ ہوتا۔

جدید عقلی و علمی ترجمے کی مہم:

تو آیئے اب اس واقعے کا، قرآن کے عظیم ادبی استعاراتی اسلوبِ بیان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، عقلی اور منطقی نچوڑ پر مبنی تحقیقی ترجمہ سامنے لانے کی ایک کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں اب تک کی گئی اُن معدودے چند ہم عصروں کی جدید عقلی کاوشوں کو بھی زیرِ مطالعہ لایا گیا ہے جنہوں نے مسخ کردہ افسانوی تراجم سے گریز کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ البتہ نہ تو قرآنی متن کا مافی الضمیر کامل طور پر واضح کر سکے اور نہ ہی ایک مکمل ذہنی اور روحانی آسودگی پیدا کرنے والا، سیاق و سباق سے مربوط، آسان فہم ترجمہ پیش کر سکے۔ البتہ اُن کی ایک نئی جہت میں کاوشوں اور جذبوں کو قابلِ قدر گردانا جائیگا۔ نیز جو بھی مواد اس سلسلے میں دستیاب ہو سکتا تھا اُس سے، ایک کڑے خالص عقلی و علمی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے، بلحاظِ صحت و درستگی، استفادہ حاصل کیا گیا ہے یہ ترجمہ قرآن کے ایک جزء کو اس کے خالص حقیقی معانی میں آشکار کرنے کی ایک جدید اور ترقی یافتہ کوشش ضرور ہے، لیکن اسے "حرفِ آخر" یا "قولِ فیصل" وغیرہ، یا اسی قماش کی کوئی دیگر چیز، ہرگز قرار نہیں دیا گیا۔ قرآنی تراجم میں خالص علمی تحقیق کرنے والے فاضلین کو دعوتِ عام ہے کہ اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں۔ کوئی بھی واضح غلطی نظر آئے تو باوثوق سند کے ساتھ تصحیح فرمائیں۔ انتہائی شکر گذار رہوں گا۔ کسی بھی سہو و خطا کی تمامتر ذمہ داری بلا جھجھک قبول کرتا ہوں۔

قرآنی سیاق و سباق:

سب سے قبل واقعے کا پسِ منظر جو آیات 1 سے 8 تک محیط ہے، قرآن کی خصوصیت کے باوصف نفسِ مضمون سے جڑا ہے اور وجہِ تحریر سے آگاہ کر رہا ہے:-

18/1-3 : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًاؕ۝۱ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًاۙ۝۲ مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًاۙ۝۳

ترجمہ: تعریف ہے اللہ کے لیے جس نے اپنے بندے پر ایک مخزونہِ علم نازل کیا جس کے ذریعے وہ اپنے بندے کے راستے میں کوئی مشکل، الجھاؤ یا کجی باقی نہیں چھوڑتا۔ یہ استحکام بخشنے والا علم اس لیے ہے کہ پیش آگاہ کیا جائے اُس شدید عذاب کے بارے میں جو اللہ کی جانب سے آنے والا ہے اور اُن ایمان لانے والوں کو بشارت دی جائے جو اصلاحی اعمال سرانجام دیتے ہیں کہ ان کے لیے خوبصورت اجر مقرر کر دیا گیا ہے۔ اسی کیفیت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

18/4-8 : وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًاۗ۝۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىٕهِمْؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۝۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا۝۶ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۝۷ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًاؕ۝۸

اور پیش آگاہ کیا جاتا ہے اُس خاص گروہ کو جو یہ موقف رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا یا جانشین ٹھہرایا ہے۔ دراصل وہ اور ان کے اکابرین سب علم و آگہی سے محروم ہیں۔ یہ ایک بڑا غلط کلمہ ہے جو ان کی زبانوں سے نکلتا ہے۔ یہ سب جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں بولتے۔ تو اے نبی، اگر وہ لوگ

اس کلام پر ایمان نہیں لاتے تم کیوں تاسف کے ساتھ ان کی باقیات و روایات پر اپنی ذات کو پریشان کرتے ہو۔ دیکھو کہ ہم نے زمین پر جو کچھ بھی اس قسم کا منفی اور مثبت تشکیل کیا ہے وہ سب اس زمین کو انسانی زندگی کے مخصوص لوازمات سے مزین کرنے کے مقصد سے کیا ہے تاکہ ہم انسانوں میں سے ہر ایک کو ارتقائے ذات کا موقع دیتے ہوئے حسین اعمال کے پیمانے پر آزما لیں۔ اور جو کچھ بھی یہاں وجود رکھتا ہے اسے ہم بالآخر ضرور ایک بڑے بلند پیمانے کی تباہی کے ذریعے فنا کے گھاٹ اتار دیں گے۔

18/9: اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡـكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ ۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾

اگر تم نے بھی مذکورہ بالا گروہ کی مانند یہ قیاس کیا ہے کہ سابقہ زمانے میں ہجرت کر کے اللہ کی تعلیمات میں پناہ لینے والوں (اصحاب الکھف) اور ان کے مقابلے میں معاشرے میں صاحبِ اقتدار اور بلند حیثیت والوں (الرقیم) کے مابین کشمکش کی قدیمی کہانی ہماری نشانیوں میں سے کوئی تعجب انگیز یا حیران کن نشانی تھی، تو ایسا نہیں ہے (9)۔

18/10-12: اِذۡ اَوَى الۡفِتۡيَةُ اِلَى الۡـكَهۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبۡنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمۡ فِى الۡـكَهۡفِ سِنِيۡنَ عَدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثۡنٰهُمۡ لِنَعۡلَمَ اَىُّ الۡحِزۡبَيۡنِ اَحۡصٰى لِمَا لَبِثُوۡۤا اَمَدًا ﴿۱۲﴾

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ جب اُن بہادروں نے اللہ کی تعلیمات کی جانب پناہ لی تو انہوں نے بھی یہی آرزو کی تھی کہ اے ہمارے رب ہم پر اپنی جانب سے ہماری ذات کی نشوونما کا سامان عطا فرما

(رحمۃ) اور ہمیں ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لیے دانش و ہدایت فراہم کر دے(10)۔ اس پر ہم نے کئی سال تک ان کی سماعتوں کو اپنی تعلیمات کے بیان و حصول کے لیے کھول دیا، وقف کر دیا(11)۔ بعد ازاں ہم نے انہیں ان کی تبلیغی مہم پر مامور کر دیا (بعثنا ھم)، تا کہ ہمیں اس امر کا علم ہو جائے کہ دونوں متخالف جماعتوں میں سے کس کس نے وہ فہم اپنے ذہن سے سمجھ اور محفوظ کر لیا ہے (احصیٰ) جس کے لیے وہ سب ایک طویل مدت تک کشمکش سے گذرے تھے(12)۔

18/13-15 : نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ۚ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

ہم تمہیں ان لوگوں کی وہ خبر سنا رہے ہیں جو اصل حقیقت کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ فی الحقیقت ایک دلیر نوجوانوں کا گروہ تھا جو اپنے پروردگار کی ذاتِ عالی پر ایمان لا چکا تھا اور ہم نے ان کے سیرت و کردار کو بلند کر دیا تھا۔ اور پھر ہم نے ان کی ہمتوں کو اس وقت مزید باندھ دیا جب وہ خم ٹھونک کر کھڑے ہوئے (قاموا) اور اعلان کر دیا کہ ہمارا پروردگار ہی اس کائنات کا پالنے والا ہے۔ اور کہا کہ ہم اس کے علاوہ کسی اور کو اتھارٹی نہیں مانتے۔ اگر ہم نے اس کے برعکس کہا تو یہ بڑی غلط کاری اور حدود فراموشی ہوگی(14)۔ انہوں نے افسوس کیا کہ دیکھو یہ ہماری قوم ہے جس نے اللہ کو ماننا چھوڑ کر دوسروں کو خدا بنا لیا اگرچہ کہ یہ اپنے اس موقف پر کوئی واضح دلیل نہیں لا سکتے۔ پس

کون اُن انسانوں سے زیادہ ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھتے ہیں(15)۔

18/16: وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

اور اے قوم اگر تم ان سے اور جن کی یہ اللہ کے ماسوا تابعداری کرتے ہیں، ترک تعلق کر لو تو آؤ اللہ کی تعلیمات کی پناہ حاصل کر لو۔ تمہارا پروردگار اپنی رحمت سے تم میں وسعت، کثرت اور فراوانی پیدا فرما دے گا اور تمہارے مشن میں تمہیں مدد اور رفاقت مہیا کر دے گا۔(16)

18/17: وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾

اور اے نبی تُو دیکھتا ہے کہ اقتدار کا سورج (الشَّمْسَ) جب بھی کبھی بلند (طَلَعَت) ہوا، تو دراصل اُن نوجوانوں کی حاصل کردہ انہی الہامی تعلیمات (كَهْفِهِمْ) سے آراستہ ہونے پر (تَّزٰوَرُ) یمن و سعادت کا حامل (ذَاتَ الْيَمِيْنِ) ہو جاتا ہے۔ اور اگر ڈوب جاتا ہے (غَرَبَت) تو اس لیے کہ اُنہی تعلیمات سے قطع تعلق ہو کر (تَّقْرِضُهُمْ) ناپسندیدہ، نفرت انگیز اور شیطان صفت ہو جاتا ہے (ذَاتَ الشِّمَالِ)۔ اور ایسی صورتِ حال میں وہ صالحین (وَهُمْ) اُس سے علیحدگی اور فاصلہ پیدا کر کے دور ہو چکے ہوتے ہیں (فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ)۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی کارفرمائیوں کی واضح نشانیاں

ہیں۔یعنی فی الحقیقت جسے اللہ کی تعلیمات ہدایت عطا کر دیں پس وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ اور جسے اس کی تعلیمات سے دوری گمراہ کر دے پھر اس کے لیے کوئی سمجھانے والا دوست نہیں رہتا۔ (17)

18/18: وَتَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ ؕ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ﴿۱۸﴾

پھر اگر تم یہ خیال کرو گے کہ یہ لوگ یا تو بے کار کر دیے گئے یا مار ڈالے گئے (اَیۡقَاظًا)، تو ایسا نہیں ہے، بلکہ ان پر ایک قسم کے خاموش انتظار کی کیفیت (رُقُوۡدٌ) طاری رہی۔ اور دریں اثناء اُن کی قوم میں ہمارا قانون یمن و سعادت (ذَاتَ الۡیَمِیۡنِ) اور بد بختی اور ذلالت (ذَاتَ الشِّمَالِ) کی حامل تبدیلیاں پیدا کرتا رہا (نُقَلِّبُھُمۡ)۔ اور اس دوران اُن دلیر نوجوانوں کے جذبوں کی شدت اور سخت کوشی پر مبنی جدوجہد (کَلۡبُھُمۡ) وسعت پذیر رہی (بَاسِطٌ) اور ان کا مشن دونوں جانب اپنے بازو مضبوطی کے ساتھ دراز کرتا رہا (ذِرَاعَیۡہِ بِالۡوَصِیۡدِ)۔ اگر تم اس وقت کہیں اُن نوجوانوں کا سامنا کرتے، تو ان کے رعب و جلال کے مارے (رُعۡبًا) اُن سے رُخ موڑ کر (لوَلَّیۡتَ مِنۡھُمۡ) راہِ فرار اختیار کرتے۔ (18)

18/19-20: وَكَذٰلِكَ بَعَثۡنٰهُمۡ لِيَتَسَآءَلُوۡا بَيۡنَهُمۡ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ ؕ فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ

بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ

لْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ

يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾

پھر اسی صورتِ حال کے درمیان ہم نے انہیں اس بات پر مائل کیا کہ وہ اپنے مابین فیصلہ کن بحث مباحثہ کریں۔ اس سلسلے میں ان میں سے ایک بولنے والے نے یہ بھی سوال اُٹھایا کہ تم نے کتنا عرصہ اس جدوجہد کی کیفیت میں گذار دیا۔ انہوں نے غیر یقینی طور پر کہا کہ ہم نے ایک خاص زمانی دور یا ایسے دور کا کچھ حصہ گذارا ہو گا۔ تب کچھ نے کہا کہ اس بات کو اپنے رب پر ہی چھوڑ دو کہ وہ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم نے کتنا عرصہ اس جدوجہد کے میدان میں گذار دیا۔ لیکن اب ایسا کرو کہ تم اپنی اس جماعت میں سے کسی ایک پختہ باشعور جوان کو (بِوَرِقِكُمْ) شہر کی طرف بھیجو تا کہ وہ وہاں موجود صورتِ حال کا جائزہ لے کر (فَلْيَنْظُرْ) حالات کا ایک بہترین اور سیر حاصل مطالعہ و ادراک حاصل کرے (اَزْكٰى طَعَامًا) اور پھر اسے تمہارے استفادے کے لیے (بِرِزْقٍ) پیش کر دے۔ لیکن اس مہم میں ایسی نرم خوئی اور باریک بینی سے کام لے (وَلْيَتَلَطَّفْ) کہ وہاں کوئی تم میں سے کسی کے بارے میں جانکاری حاصل نہ کر پائے (19)۔ اس لیے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پا لیں گے تو تمہیں سختیوں کا ہدف بنائیں گے۔ یا جبراً تمہیں اپنے راستے کی جانب لوٹا لیں گے۔ اور اس صورت میں تم کبھی کامیابی حاصل نہ کر سکو گے۔ (20)

18/21: وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا

رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ

بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿21﴾

پھر اس طرح ہوا کہ ہم نے ان کی قوم کو ان کے کارناموں کے بارے میں باخبر بھی کر دیا تاکہ وہ سب یہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور یہ بھی کہ فیصلے کی گھڑی کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب وہ آپس میں اپنے ان معاملات پر بحث مباحثہ کر رہے تھے،،، تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان دلیر نوجوانوں کے اعزاز میں ایک عمارت بنائی جائے۔ انکا پروردگار ہی خوب جانتا ہے جو ان پر گذری ہے۔ پھر ان لوگوں نے جن کی رائے ان کے معاملات میں غالب آ گئی، کہا کہ ہم تو ان کی تعلیمات کے نفاذ و اتباع کے لیے ایک مرکزِ اطاعت (مَّسْجِدًا) ضرور بنائیں گے۔(21)

18/22: سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڢ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿22﴾

لوگ تو یہ چہ مے گوئیاں ضرور کرتے رہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا، اور وہ یہ بھی کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا اور یہ وہ صرف خیالی نشانہ بازی کرتے ہوئے (رجما بالغیب) کہیں گے۔ اور یہ بھی کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ تم انہیں بتا دو کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ میرا رب ہی صحیح جانتا ہے کہ ان کی تعداد کیا تھی کیونکہ کم ہی ایسے لوگ گذرے ہیں جنہیں اُن لوگوں کے بارے میں درست علم ہو گا۔ پس تم اس معاملے میں

لوگوں سے بغیر کسی واضح دلیل کے بحث نہ کرو اور نہ ہی ان میں سے کسی سے بھی ان صالح لوگوں کے بارے میں استفسار کرو۔(22)۔

18/23-24: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۡ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

نیز تمہارے لیے اس واقعے میں یہ سبق بھی ہے کہ کسی بھی بڑی مہم کے بارے میں یہ پیش گوئی نہ کرنا کہ کل میں یہ کام ضرور کرلوں گا(23)۔ بغیر یہ کہے کہ اگر یہ اللہ کی مشیت ہوئی تو۔ اور اگر تم ایسے معاملات میں کبھی صحیح راستہ بھولنے لگ جاؤ تو اپنے پرورد گار کی صفاتِ عالی کو پیشِ نظر رکھ لیا کرو اور کہا کرو، اے کاش ایسا ہو کہ میرا رب مجھے وہ راہنمائی عطا کر دے جو سیدھے راستے سے قریب ترین ہو۔(24)۔

18/25-27: وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۗ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ڗ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی پناہ گاہ (كَهْفِهِمْ) میں تین سو سال یا اس سے بھی نو سال اوپر قیام پذیر رہے(25)۔ تم انہیں کہہ دو کہ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کتنی دیر قیام پذیر رہے۔ کائنات

کی تمام پوشیدہ چیزوں کا علم اس ہی کے پاس ہے۔ وہ یہ سب دیکھتا اور سنتا ہے۔ ان لوگوں کے پاس اُس کے علاوہ کوئی دوست و سرپرست نہیں ہے۔ اور وہ یاد رکھیں کہ وہ اپنی اتھارٹی یعنی اختیار و اقتدار میں کسی کو شریک نہیں کرتا(26)۔ اور پڑھ کر سنا دو جو کچھ کہ تمہاری طرف تمہارے رب کی کتاب میں وحی کیا گیا ہے۔ اس کے کلمات یا قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اور تم اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں پاؤ گے۔(27)

اب پیش ہے رواں ترجمہ، تسلسل میں کسی دخل اندازی کے بغیر:-

""" تعریف ہے اللہ کے لیے جس نے اپنے بندے پر ایک مخزونہِ علم نازل کیا جس کے ذریعے وہ اپنے بندے کے راستے میں کوئی مشکل، الجھاؤ یا کجی باقی نہیں چھوڑتا۔ یہ استحکام بخشنے والا علم اس لیے ہے کہ پیش آگاہ کیا جائے اُس شدید عذاب کے بارے میں جو اللہ کی جانب سے آنے والا ہے اور ان ایمان لانے والوں کو بشارت دی جائے جو اصلاحی یا تعمیری کام سرانجام دیتے ہیں کہ ان کے لیے خوبصورت اجر مقرر کر دیا گیا ہے۔ اسی کیفیت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور پیش آگاہ کیا جاتا ہے اُس خاص گروہ کو جو یہ موقف رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا یا جانشین ٹھہرایا ہے۔ دراصل وہ اور ان کے اکابرین سب علم و آگہی سے محروم ہیں۔ یہ ایک بڑا غلط کلمہ ہے جو ان کی زبانوں سے نکلتا ہے۔ یہ سب جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں بولتے۔ تو اے نبی، اگر وہ لوگ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے تم کیوں تاسف کے ساتھ ان کی باقیات و روایات پر اپنی ذات کو پریشان کرتے ہو۔ دیکھو کہ ہم نے زمین پر جو کچھ بھی اس قسم کا منفی اور مثبت تشکیل کیا ہے وہ سب اس زمین کو انسانی زندگی کے مخصوص لوازمات سے مزین کرنے کے مقصد سے کیا ہے تاکہ ہم انسانوں میں سے ہر ایک کو ارتقائے ذات کا موقع دیتے ہوئے حسین اعمال کے پیمانے پر آزما لیں۔ اور جو کچھ بھی یہاں وجود رکھتا ہے اسے ہم بالآخر ضرور ایک بڑے بلند پیمانے کی تباہی کے

ذریعے فنا کے گھاٹ اتار دیں گے۔

اگر تم بھی مذکورہ بالا گروہ کی مانند یہ قیاس کرتے ہو کہ سابقہ زمانے میں ہجرت کر کے اللہ کی تعلیمات میں پناہ لینے والوں اور ان کے مقابلے میں معاشرے میں صاحبِ اقتدار اور بڑی حیثیت والے لوگوں کی کشمکش کی قدیمی کہانی ہماری نشانیوں میں سے کوئی تعجب انگیز یا حیران کن نشانی تھی، تو ایسا نہیں ہے۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ جب ان بہادروں نے اللہ کی تعلیمات کی جانب پناہ لی تو انہوں نے بھی یہی درخواست کی تھی کہ اے ہمارے رب ہم پر اپنی جانب سے ہماری ذات کی نشوونما کا سامان عطا فرما اور ہمیں ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لیے دانش و ہدایت فراہم کر دے۔ اس پر ہم نے کئی سال تک ان کی سماعتوں کو اپنی تعلیمات کے بیان و حصول کے لیے کھول دیا / وقف کر دیا۔ بعد ازاں ہم نے انہیں ان کی تبلیغی مہم پر تعینات کر دیا، تاکہ ہمیں اس امر کا علم ہو جائے کہ دونوں متخالف جماعتوں میں سے کس کس نے وہ فہم اپنے ذہن سے سمجھ اور محفوظ کر لیا ہے جس کے لیے وہ سب ایک طویل مدت تک کشمکش سے گذرے تھے۔

ہم تمہیں ان لوگوں کی وہ کہانی سنا رہے ہیں جو اصل میں مبنی بر حقیقت ہے۔ وہ فی الحقیقت ایک دلیر نوجوانوں کا گروہ تھا جو اپنے پروردگار کی ذاتِ عالی پر ایمان لا چکا تھا اور ہم نے ان کے سیرت و کردار کو بلند کر دیا تھا۔ اور پھر ہم نے ان کی ہمتوں کو باندھ دیا جب وہ خم ٹھونک کر کھڑے ہوئے اور اعلان کر دیا کہ ہمارا پروردگار ہی اس کائنات کا پالنے والا ہے۔ اور کہا کہ ہم اس کے علاوہ کسی اور کو اتھارٹی نہیں مانتے۔ اگر ہم نے اس کے برعکس کہا تو یہ بڑی غلط کاری اور حدود فراموشی ہوگی۔ انہوں نے افسوس کیا کہ دیکھو یہ ہماری قوم ہے جس نے اللہ کو ماننا چھوڑ کر دوسروں کو خدا بنا لیا اگرچہ کہ یہ اپنے اس موقف پر کوئی واضح دلیل نہیں لا سکتے۔ پس کون اُن انسانوں سے زیادہ ظالم ہو گا جو اللہ پر جھوٹے بہتان باندھتے ہیں۔

اور اے قوم اگر تم ان سے اور جن کی یہ اللہ کے ماسوا تابعداری کرتے ہیں، لا تعلق ہوتے ہو تو آؤ اللہ کی تعلیمات کی پناہ حاصل کر لو۔ تمہارا پروردگار اپنی رحمت سے تم میں وسعت، کثرت اور فراوانی پیدا فرمادے گا اور تمہارے مشن میں تمہیں مدد اور رفاقت مہیا کر دے گا۔

اور اے نبی تُو دیکھتا ہے کہ اقتدار کا سورج جب بھی کبھی بلند ہوا، تو دراصل اُن نوجوانوں کی حاصل کردہ انہی الہامی تعلیمات سے آراستہ ہونے پر یمن و سعادت کا حامل ہو جاتا ہے۔ اور اگر ڈوب جاتا ہے تو اس لیے کہ اُنہی تعلیمات سے قطع تعلق ہو کر ناپسندیدہ، نفرت انگیز اور شیطان صفت ہو جاتا ہے۔ اور ایسی صورتِ حال میں وہ صالحین اُس سے علیحدگی اور فاصلہ پیدا کر کے دور ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی کار فرمائیوں کی واضح نشانیاں ہیں۔ یعنی فی الحقیقت جسے اللہ کی عطا کردہ تعلیم ہدایت عطا کرتی ہے پس وہی ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ اور جسے اس کی تعلیمات سے دوری گمراہ کر دے پھر اس کے لیے کوئی سمجھانے والا دوست نہیں رہتا۔

پھر تم یہ خیال کرو گے کہ یہ لوگ یا تو بے کار کر دیے گئے یا مار ڈالے گئے۔ جبکہ ایسا نہیں، بلکہ ان پر ایک قسم کے خاموش انتظار کی کیفیت طاری رہی۔ اور ہم دریں اثناء ان کی قوم میں یمن و سعادت اور بد بختی اور ذلالت کے ادوار تبدیل کرتے رہے۔ تاہم ان کے جذبوں کی شدت اور سخت کوشی پر مبنی جدوجہد وسعت پذیر رہی اور ان کا مشن دونوں جانب اپنے بازو مضبوطی کے ساتھ دراز کرتا رہا۔ اگر تم اس وقت کہیں اُن نوجوانوں کا سامنا کرتے، تو ان کے رعب و جلال کے مارے اُن سے رُخ موڑ کر راہِ فرار اختیار کرتے۔

پھر اسی صورتِ حال کے درمیان ہم نے انہیں مائل کیا / اکسایا کہ وہ اپنے مابین فیصلہ کن بحث مباحثہ کریں۔ اس سلسلے میں ان میں سے ایک بولنے والے نے پوچھا کہ تم نے کتنا عرصہ اس جدوجہد کی کیفیت میں گذار دیا۔ انہوں نے غیر یقینی طور پر کہا کہ ہم نے ایک خاص زمانی دور یا ایسے دور کا کچھ حصہ گذارا ہو گا۔ تب کچھ نے کہا کہ اس بات کو اپنے رب پر ہی چھوڑ دو کہ وہ ہی بہتر

جانتا ہے کہ تم نے کتنا عرصہ اس جدوجہد کے میدان میں گذار دیا۔ لیکن اب ایسا کرو کہ تم اپنی اس جماعت میں سے کسی ایک پختہ باشعور جوان کو شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ وہاں موجود صورتِ حال کا جائزہ لے کر حالات کا سیر حاصل مطالعہ و ادراک حاصل کرے پھر اسے تمہارے استفادے کے لیے پیش کر دے۔ لیکن اس مہم میں ایسی نرم خوئی اور باریک بینی سے کام لے کہ وہاں کوئی تم میں سے کسی کے بارے میں جانکاری حاصل نہ کر پائے۔ س لیے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پا لیں گے تو تمہیں لعن طعن کا ہدف بنائیں گے۔ یا جبراََ تمہیں اپنے راستے کی جانب لوٹا لیں گے۔ اور اس صورت میں تم کبھی کامیابی حاصل نہ کر سکو گے۔

پھر اس طرح ہوا کہ ہم نے ان کی قوم کو ان کے بارے میں باخبر بھی کر دیا تاکہ وہ سب یہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور یہ بھی کہ فیصلے کی گھڑی کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب وہ اپنے مابین ان معاملات پر بحث مباحثہ کر رہے تھے،،، تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ان دلیر نوجوانوں کے اعزاز میں ایک عمارت بنائی جائے۔ انکا پروردگار ہی خوب جانتا ہے جو ان پر گذری ہے۔ پھر کچھ دوسروں نے جن کی رائے ان کے معاملات میں غالب رہی، کہا کہ ہم تو ان کی تعلیمات کے نفاذ و اتباع کے لیے ایک مرکزِ اطاعت ضرور بنائیں گے۔

لوگ تو یہ چہ مے گوئیاں ضرور کرتے رہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا، اور وہ یہ بھی کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا اور یہ وہ صرف خیالی نشانہ بازی کرتے ہوئے کہیں گے۔ اور یہ بھی کہیں گے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ تم انہیں بتا دو کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ میرا رب ہی صحیح جانتا ہے کہ ان کی تعداد کیا تھی کیونکہ کم ہی ایسے لوگ گذرے ہیں جنہیں اُن لوگوں کے بارے میں درست علم ہو گا۔ پس تم اس معاملے میں لوگوں سے بغیر کسی واضح دلیل کے بحث نہ کرو اور نہ ہی ان میں سے کسی سے بھی ان صالح لوگوں کے بارے میں استفسار کرو۔

نیز تمہارے لیے اس واقعے میں یہ سبق بھی ہے کہ کسی بھی بڑی مہم کے بارے میں یہ پیش گوئی نہ کرنا کہ کل میں یہ کام ضرور کر لوں گا۔ بغیر یہ کہے کہ اگر یہ اللہ کی مشیت ہوئی تو۔ اور اگر تم ایسے معاملات میں کبھی صحیح راستہ بھولنے لگ جاؤ تو اپنے پروردگار کی صفاتِ عالی کو پیشِ نظر رکھ لیا کرو اور کہا کرو، اے کاش ایسا ہو کہ میرا رب مجھے وہ راہنمائی عطا کر دے جو سیدھے راستے سے قریب ترین ہو۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی پناہ گاہ میں تین سو سال یا اس سے بھی نو سال اوپر قیام پذیر رہے۔ تم انہیں بتا دو کہ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کتنی دیر قیام پذیر رہے۔ کائنات کی تمام پوشیدہ چیزوں کا علم اس ہی کے پاس ہے۔ وہ یہ سب دیکھتا اور سنتا ہے۔ ان لوگوں کے پاس اُس کے علاوہ کوئی دوست و سرپرست نہیں ہے۔ اور وہ یاد رکھیں کہ وہ اپنی اتھارٹی یعنی اختیار و اقتدار میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اور پڑھ کر سنا دو جو کچھ کہ تمہاری طرف تمہارے رب کی کتاب میں وحی کیا گیا ہے۔ اس کے کلمات یا قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اور تم اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں پاؤ گے۔""

آخر میں بریکٹ شدہ اہم الفاظ کے مستند معانی، جو 10 عدد لغات میں تحقیق کی مدد سے حاصل کیے گئے ہیں

(اصحاب الکھف): کہف: پناہ، پناہ گاہ، غار، آسرے کی جگہ، چھپنے کی جگہ، ہجرت کر کے آباد ہونے کا مقام، بچنے، محفوظ ہو جانے کا مقام؛ ایک مدد گار شخص۔

الکہف: ایک خاص پناہ گاہ؛ اللہ کی عطا کردہ پناہ گاہ؛ اللہ کی تعلیمات کے تحفظ و پناہ میں آ جانا۔

(الرقیم): رقم: لکھا ہوا، لکھا گیا، کتاب، تحریر، کندہ کیا ہوا کتبہ، عقل و شعور (intelligence)، ستاروں سے سجا ہوا آسمان -- الرقیم: وقت کی ایلیٹ کلاس، صاحبِ اقتدار و اختیار طبقہ۔

(رحمۃ): سامان نشو و نما، رحمت، حفاظت کرنا، مدد کرنا، فائدہ پہنچانا، محبت، نرمی، ترس کرنا، معاف

کر دینا، نسبی تعلق، رشتہ داری، عورت کا رحم، وغیرہ۔

(بعثنا ھم): بعث: جو کچھ بھی بھیجا گیا؛ اکسانا، مائل کرنا، ابھارنا، حرکت میں لانا، تقاضا کرنا، جگانا، اٹھانا، کسی کام پر مامور، تعینات کرنا، وغیرہ۔

(احصیٰ): گننا، اندازہ لگانا، حساب لگانا، احاطہ کرنا، انکار کرنا، ایک چھوٹا پتھر کسی کو مارنا، یادداشت میں محفوظ کر لینا، کسی امر کو اچھی طرح سمجھ لینا، وغیرہ۔

(الشَّمسَ): سورج؛ سورج اقتدار کا استعارہ ہے۔ یہاں یہ اسی استعارہ میں استعمال ہوا ہے۔

(طَلَعَت): طلع: طلوع ہونا، ابھر کر آنا، بلند ہونا، آگے نکل جانا، گذر جانا، وغیرہ

(کھفِھِمُ): ان کی وہ تعلیمات جس کی انہوں نے پناہ و تحفظ حاصل کیا۔

(تَّزاوَرُ): کسی کی جانب مائل ہونا، کسی کی جانب سے رخ بدلنا، مڑ جانا، ایک جانب ہو جانا، جھوٹ بولنا، ملنا، ملاقات کرنا۔

(ذَاتَ الیَمِینِ): وہ جو یمن و سعادت کا حامل ہو؛ وہ جو راست کردار کا مالک ہو؛ وہ جو سیدھی جانب چلنے والا ہو۔

(غَرَبَت): غرب: ڈوب جانا، زوال ہو جانا۔ مغرب کی سمت۔

(تَّقرِضُھُمُ): ق ر ض: علیحدہ ہو جانا، دوسری جانب مڑ جانا، قطع تعلق کرنا، چھوڑ کر گذر جانا، خلاف ہو جانا۔

(ذَاتَ الشِمَالِ): ناپسندیدہ، نفرت انگیز اور شیطان صفت کا حامل۔ بائیں جانب کا رحجان رکھنے والا۔ بد قسمتی۔ غیر مبارک۔

(فِي فَجوَةٍ مِّنہُ): علیحدگی اور فاصلہ پیدا کر کے اُس سے دور ہو جانا۔ فجوۃ: علیحدگی، وسیع فاصلہ، کشادہ جگہ، طاقت / اقتدار میں نزول، کمی، زوال۔

(أَیقَاظًا): وق ظ: وقظ: سخت مار مارنا؛ کھڑے ہونے یا اُٹھنے کے قابل نہ چھوڑنا؛ مار ڈالنا؛ ہمت،

حوصلہ توڑ دینا؛ منجمد، محفوظ کر دینا۔

(رُقُودٌ): رق د: رقد: غنودگی، نیند، ساکت / خاموش رہنا، نظر انداز کرنا، قبر، مردہ ہونا۔

(نُقَلِّبُهُمْ): قلب: تبدیلی کا عمل؛ بدل جانا، واپس ہونا، پچھتاوا اور غم کرنا، مکمل تبدیلی لانا، سمت یا رُخ کی تبدیلی، حالات کی تبدیلی۔

(كَلْبُهُم): ک ل ب: کتا، وحشی جانور، جنون کا شکار ہو جانا، انتہائی سخت اور شدید جذبے کا حامل ہو جانا، غصے میں اُٹھ کھڑا ہونا، سرکشی، غیض و غضب، ضد، تشدد، سخت کوشی، پیاس کی بیماری، پاگل پن، لالچ، وغیرہ۔

(بَاسِطٌ): بسط: پھیلانا۔ پھیلا ہوا۔ دراز کیا ہوا۔

(ذِرَاعَيْهِ): ذرع:۔۔ زراعی: وسیع پیمانے پر پھیلانا، طاقت، پیمانہ، طول، اگلے پیر، دونوں بازو، ذرائع، قابلیت / اہلیت، حدود۔

(بِالْوَصِيدِ): وصد: تیز، مضبوط، اپنی جگہ قائم رہنا، کھڑے ہونا، وسائل کا اکٹھا کرنا، مخزن، سٹور تعمیر کرنا۔

(بِوَرِقِكُمْ): ورق: کاغذ کا شیٹ، کتاب کا کاغذ، دستاویز، پتے، جوبن اور تازگی، خوبصورتی، چاندی، چاندی کا سکہ، جوان اپنے شباب پر، ایک جماعت کے جوان لوگ۔

(فَلْيَنظُرْ): نظر: وہ دیکھے، تجزیہ کرے، مطالعہ کرے، ادراک و معرفت حاصل کرے۔

(أَزْكَىٰ طَعَامًا): حالات کا ایک بہترین اور سیر حاصل مطالعہ و ادراک؛

طعام: کھانا، حاصل کرنا، انجکشن لگوانا، علم دینا، علم سے آراستہ کر دینا۔

ازکی: زکو؛ زکیٰ: بھرپور علم، طاقت، نشوونما رکھنے والا۔ ترقی یافتہ، خوشحال، بھرپور، خالص، سچائی، فراوانی، درست حالت میں ہونا، ٹیکس کے واجبات۔

(بِرِزْقٍ): رزق: پیش کر دیا، فراہم کر دیا، عطا کیا، انعام، تحفہ، حصہ، مہیا کرنا، بہم پہنچانا، گذر

اوقات کے ذرائع عطا کرنا۔

(وَلۡيَتَلَطَّفۡ)؛ل ط ف: نرم روی، لطیف انداز، شائستگی، شانداری، مہربانی، عمدگی، باریک بینی، تکلیف میں خیال کرنا/ آرام دینا۔ تحفہ دینا، نرمی، نزاکت۔

(رجمابالغیب):

رجم: قیاس آرائیاں کرنا؛ غلط اندازے لگانا؛ پتھر مارنا؛ لعنت ملامت کرنا، باہر نکال دینا، لعن طعن کرنا، زمین کو پیروں سے کچلنا۔

(غیب): غائب، نظروں سے دُور، چھپا ہوا، تصور اور حسیات سے دور، غیر مرئی، جھوٹی شکایتیں لگانا۔

*****

قرآن کے سلسلہ وار "موضوعاتی" تراجم کی قسط نمبر (22)

حضرت موسیٰ کا تربیتی سفر، حضرت خضر کی ہمراہی، ذوالقرنین کے کارنامے

سورۃ الکہف سے ماخوذ (آیات 60 سے 99)

قرآنِ کریم کے موضوعاتی تراجم کا سلسلہ جاری ہے۔ ان تراجم کی اساس اور کسوٹی عقلیت پر مبنی جدید ترین علوم، اور انسان کے شعوری ارتقاء کی موجودہ بلند ترین سطح کو ٹھہرایا گیا ہے۔ عہدِ ملوکیت کے تحت، ایک مخصوص سانچے میں ڈھالنے کا مقصد رکھنے والی قرآنِ حکیم کی وضع کردہ قدیم و جدید تفاسیر۔۔۔۔۔جو حقیقی دین اللہ کی رسوائیوں اور جگ ہنسائیوں کی منہ بولتی تصویروں کا روپ پیش کرتی ہیں۔۔۔۔۔ اور ان تفاسیر کے تابع تیار کردہ وہ تمام تراجم ----جو اسلام کے ماتھے پر داغِ تذلیل سجانے کا سامان رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ان میں ملاوٹ کردہ توہمات، اسرار و افسانے اور دیگر تمام غیر منطقی عناصر کی مکمل تطہیر کی سمت میں خالص غیر جانب دارانہ اور مخلصانہ کوشش کی گئی ہے۔ اور قرآنی تعلیمات کے اُس مجموعی آفاقی پیغام سے، جو کہ فقط ایک اعلیٰ انسانی قدروں پر مبنی سیرت و کردار کی تعمیر کا نقیب ہے، ایک حقیقی مطابقت قائم رکھنے کو راس المال ٹھہرایا گیا ہے۔ کیونکہ ایک باقاعدہ منصوبہ بند عامیانہ لفظی تراجم کرنے کی سدا سے رائج بدعت نے قرآن کے ادبِ عالی پر مبنی متون کی شکل و صورت ایک ایسے وسیع پیمانے پر بگاڑ دی ہے کہ اسے تعلیم یافتہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے ہمیشہ معذرت خواہانہ انداز اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے،،، اور اس کے جواز کے لیے متعدد غیر عقلی تاویلات پیش کرنا پڑتی ہیں،،، اس لیے اس قدیم زمانے سے رائج سازشانہ غیر علمی معیار و غیر ادبی طریقِ کار کے استعمال کی مذمت اور حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

اس مرتبہ تین یکے بعد دیگرے وارد ہونے والے اہم موضوعات پر ارتکاز کیا گیا ہے جن کے آج تک دستیاب تمام تراجم و تشریحات زمینی حقائق پر پورے نہیں اُترتے اور اس سبب سے وہ قرآن میں واقع "نا قابلِ فہم" مضامین میں شامل کیے جاتے ہیں۔ وہ موضوعات درجِ ذیل ہیں:-

اولا"، "حضرتِ موسیٰ کی ایک سفری مہم کی روداد"،،،،

ثانیا"، اسی سفر کے دوران "ایک برگزیدہ شخصیت کی معیت، اور اس معیت میں پیش آنے والے کچھ واقعات کے ذریعے حصولِ علم"،،،،

اور ثالثاً"، "ایک افسانوی تاریخی شخصیت، ذی القرنین" کے کچھ کارنامے، جن کی ذیل میں یاجوج وماجوج کا حوالہ بھی سامنے آتا ہے۔

عمومی دستیاب تراجم میں محیر العقول واقعات کا ذکر

دستیاب روایتی تفاسیر و تراجم بلا استثناء حضرت موسیٰ کے کسی بے مقصد اور نا قابلِ فہم زمینی سفر کا بیان رقم کرتے ہیں۔ ایک نامعلوم نوجوان کا ساتھ۔ کسی غیر معلوم مقام پر دو دریاؤں یا سمندروں کے ملاپ کا ذکر (مجمع البحرین)۔ سفر کے دوران کسی "مچھلی" (حوت) کا کہیں پیچھے بھول آنا۔ یہ سوچنا کہ مچھلی کو بھول جانے کے عمل کا ارتکاب شیطان نے کروایا تھا۔ "ناشتہ" طلب کرنا۔ اسی مچھلی کا پانی میں واپس لوٹ جانا، گویا کہ وہ زندہ ہو گئی ہو۔ حضرت موسیٰ کا نا قابلِ فہم انداز میں یہ کہنا کہ یہی تو ہم چاہتے تھے؟ بعد ازاں اللہ کے ایک برگزیدہ بندے کا راہ میں ہمسفر ہو جانا۔ اس بندے کو ایک افسانوی کردار، حضرتِ خضر علیہ السلام قرار دیا جانا۔ پھر اسی کردار کے ہاتھوں چند غیر معمولی اعمال کا بلا جواز سرانجام پانا۔ حضرت موسیٰ کا احتجاج کرنا اور حضرتِ خضر کا بار بار انہیں ساتھ چھوڑ دینے کا انتباہ کرنا۔ بالآخر دونوں حضرات کا جدا ہو جانے کا فیصلہ کر لینا اور حضرت خضر کا اپنے انہی خاص اعمال کی تاویل پیش کرنا۔ اس کے فوراہی بعد ایک دیگر موضوع کے تحت ذو

القرنین اور اس کے کردار اور کارناموں کا ذکر۔ ذوالقرنین کا "سورج کے غروب ہونے کے مقام" تک سفر۔ اسی طرح اس کا "سورج کے طلوع ہونے کے مقام تک " پہنچ جانے کا ذکر۔ کسی مفسد قوم ، یاجوج وماجوج، کا ذو القرنین کی مدد سے سدّ باب۔ ایک مفروضہ ، پگھلی ہوئی دھات پر مبنی، دو پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی، رکاوٹی دیوار کی احمقانہ تیاری کا اجمالی ذکر۔

عیسائی ماخذات اور تاریخی پسِ منظر

سورۃ کہف ہی میں واقع "اصحابِ کہف" کے واقعہ کی مانند۔۔۔۔۔۔جو کسی غار میں "سونے والوں " کی عیسائیت کے لٹریچر سے درآمد شدہ معجزاتی کہانی کی وضاحت کرتا ہے، (سورۃ کے اس حصے کا قرینِ عقل، ادبی و علمی ترجمہ، تراجم کے اس سلسلے کی قسط نمبر 21 کے تحت جاری کر دیا گیا ہے جس کا انٹرنیٹ پر لنک یہ ہے:-

http://ebooks.rahnuma.org/cgi-

(bin/shbkpage.pl?bkid=1431171397

"ذوالقرنین" کا واقع بھی اپنا ماخذ عیسائیت کے مذہبی لٹریچر ہی میں رکھتا ہے۔ یاجوج وماجوج کا بائبل میں مندرج حوالہ (Gog and Magog) بھی اسی ذوالقرنین کی کہانی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی ماخذ سے مشتق، ذوالقرنین کے بارے میں تاریخی تناظر کے ساتھ بہت سی عیسائی روایاتی کہانیاں، کچھ نہ کچھ اختلافِ متن کے ساتھ نبی پاک ﷺ کی اسلامی تحریک کی جدوجہد کے دوران مشہورِ عام تھیں۔ جس انداز میں حضور ﷺ کے علم کا امتحان لینے کے لیے یہود و نصاریٰ نے اصحابِ کہف کے بارے میں بحیثیتِ نبی آپ کی معلومات کو جانچنے کی کوشش کی تھی، اسی کی مانند وہ ذو القرنین کے بارے میں پھیلی ہوئی مذہبی کہانیوں پر بھی حضور کے علم کو آزمانا چاہتے تھے اور سوالات کیا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس ضمن میں باخبر کرنے کے لیے چند موٹے

موٹے حقائق سے آگاہ کر دیا جو بعد ازاں اہلِ کتاب کے سامنے بیان کر کے ان کی تسلی و تشفی کر دی گئی۔ بیشتر مسلم مفسرین و مورخین نے بھی، ایک قرینِ عقل ترجمہ کرنے کی بجائے، انھی عیسائی مذہبی کہانیوں سے متاثر ہو کر قرآن میں ذوالقرنین کے ذکر کو یونانی فاتح سکندر اعظم سے منسوب قرار دے دیا۔ لیکن اسے سکندر اعظم قرار دینے میں سب سے بڑی قباحت یہ پیش آتی رہی کہ قرآنِ حکیم میں ذوالقرنین کو خدائے واحد کا ماننے والا ایک صالح بندہ ظاہر کیا گیا ہے۔ جب کہ سکندر یونانی تو حتمی طور پر دیوتاؤں پر ایمان رکھتا تھا۔ اسی عدم تطابق کے پیش نظر کچھ مسلم مفسرین نے مسئلے کا حل یہ دریافت یا ایجاد کیا کہ یہ ذکر سکندر یونانی سے متعلق باور نہ کیا جائے، بلکہ اسے قدیم ایرانی شہنشاہ سائرسِ اعظم کی جانب اشارہ قرار دے دیا جائے۔ یہ وہ سائرسِ اعظم ہے جس کی رحم دلی کے باوصف یہودی قوم کو یروشلم سے Nebuchadnezzar II of Babylon() شاہ نبوکد نضار، یا "بونصر" کے ہاتھوں ملی چھٹی صدی قبل مسیح کی عظیم تاریخی جلا وطنی (Jewish Diaspora) کے عذاب سے نجات حاصل ہوئی تھی، اور جس نے انہیں عراق (بابل) سے یروشلم لوٹ جانے کے لیے آزادی اور آسانیاں فراہم کی تھیں۔ بہر حال قرآن میں بیان کردہ یہ واقعہ، کسی نہایت باوسائل اور صاحبِ ایمان بادشاہ، جس کا نام قرآن نے مروجہ روایات کے عین مطابق "ذوالقرنین" ہی درج کیا ہے، کے علاوہ کسی بھی دیگر کردار کی جانب کوئی راہنمائی نہیں کرتا۔ عمومی طور پر ذوالقرنین کو قدیم عیسائی لٹریچر میں "دو سینگوں والا" (The Two-horned One) کہا جاتا ہے، جس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہ بادشاہ ایسا تاج سر پر پہنتا تھا جس میں دو سینگ بنے ہوئے تھے۔

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت موسیٰ کے سفر کے دوران ساتھ دینے والے نوجوان کا نام عیسائی لٹریچر میں Joshua یعنی "یوشع بن نون" بتایا گیا ہے۔ یہ وہ مسلّمہ تاریخی کردار ہے جو حضرت موسیٰ کا نائب تھا اور آپ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کا لیڈر اور سپہ سالار بنا۔

استعاراتی تراجم کی کوششیں

ہم یہاں روایتی تراجم کو توزیر بحث لانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے کیوں کہ اُن تراجم کی رُو سے تو قرآن کا مافی الضمیر آج کے دن تک روشن نہیں ہو پایا۔ جبکہ قرآن رمز و ایمائیت سے بھرپور ایک ایسا اختصار نویسی کا شاہکار ہے جو اپنے اختصار کے پردے میں بھی الہامی حکمت اور معنی و بیان کے مفصل اور بے حد و نہایت خزانوں سے بھرا پڑا ہے۔ روایتی لفظی تراجم کا انداز تو بدنیتی پر مبنی نادانی، کم فہمی اور کوتاہ اندیشی کا ایک کھیل ہے جو کبھی وہم و گمان میں بھی قرآنی حکمت کے خزانوں تک پہنچ جانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ یوں بھی آج کے مصروف دور میں تحریروں کے سلسلے میں طوالت سے گریز کرنا ایک بہتر روش سمجھی جاتی ہے۔

تاہم عہدِ جدید کے کچھ مترجمین کی کوششوں پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالنا نہایت اہم سمجھا گیا ہے۔ ان فاضل مترجمین نے زیرِ بحث عربی متون کا مفہوم اور ربط و تسلسل اپنے حیطہِ فہم و ادراک میں نہ آ سکنے کے باعث ان کا استعاراتی یا مجازی مفہوم متعارف کرانے کی اپنی اپنی کوششیں کی ہیں۔ لاہور کے ایک حال ہی میں مرحوم ہو جانے والے نامور عالمِ قرآن کے نظریات سے متاثر ہونے والے انہی کے شاگردوں میں سے ایک گروپ نے، انہی کوششوں کے تحت، حضرت موسیٰ کے ذکر کو "حضرت موسیٰ کی قوم" کے ذکر سے تعبیر کیا ہے۔ اسی مفروضہ تھیوری کی تطبیق میں اُن کے سفر کو،،، "اُن کی یہودی تہذیب کا عصری سفر"،،، تعبیر کیا گیا ہے۔۔۔ جو بتدریج عیسائی تہذیب کے منصہِ شہود پر آ جانے کے زمانے کی جانب طے کیا گیا۔ مچھلی (حوت) کی بھی تمثیلی و استعاراتی تعبیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حضرت خضر باور کیے جانے والے بزرگ سے ملاقات کو موسوی تہذیب کا غالب طور پر عیسائی تہذیب سے، بلکہ بعض مواقع پر حضرت محمد ﷺ سے ملاپ یا ملاقات تصور کیا گیا۔ بالآخر ذوالقرنین کے ایک یکسر مختلف موضوع کو اسی کہانی کے تسلسل سے بلا جواز جوڑتے ہوئے، اُس کی شخصیت کو بھی، دُور از کار قیاس آرائیاں کرتے ہوئے، حضرت

محمد ﷺ کی شخصیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی حضرت محمد کے دور میں پہنچ جانے پر سابقہ دونوں مذہبی گروپس کو، یعنی یہودی و عیسائی تہذیبوں کو، سورۃ کہف کے اس متن کے حوالے سے، ایک طول طویل عصری سفر کے تناظر میں اسلامی تہذیب میں مدغم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس نوعیت کی علامتی یا تمثیلی تعبیرات کی رُو سے، مذکورہ موقر عالمِ قرآن کے نظریات کی مطابقت میں لاہور کے اس ذیلی مکتب نے "ذوالقرنین" کا معنی دو قرنوں، یا دو زمانوں اور تہذیبوں کو ملانے والا، یعنی رسالتمآب ﷺ کی شخصیت کو قرار دیا ہے۔

اس نوعیت کا جوڑ توڑ ایجاد و اختراع کرنے والوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر حضرتِ خضر اور ذوالقرنین ، دونوں مجازی شخصیات سے مراد حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد، یا صرف حضرت محمد ﷺ بذاتِ خود ہی ہوتے، تو پھر آپ رسالتمآب کا اپنے ہی بارے میں مذکور ان تاریخی واقعات سے لاعلم ہونا،،،، اور اللہ تعالیٰ کا اُنہیں پہلی بار اس موضوع پر معلومات بہم پہنچانا،،،، کیسے سمجھ میں آسکتا ہے ؟؟؟ نیز، انہیں خود ذوالقرنین ہوتے ہوئے بھی، ذوالقرنین ہی کے بارے میں ایک غائب کے صیغے میں (as a third person) اسے ایک غیر شخصیت مانتے ہوئے، لوگوں کے سوالات کے جوابات دینے کے لیے کچھ معلومات سے آراستہ کیوں کیا جاتا؟؟؟ یعنی خود ماضی کے واقعے کے ایک کردار (ذوالقرنین) کو قدیمی صحیفے سے نکال کر موجودہ زمانے میں موجود ایک شخصیت کی شکل میں بارز کرنا،،،،، اور اُس شخصیت کو اُسی کی ذات کے بارے میں ماضی کی کچھ کہانیاں سنانا،،،، تاکہ وہ سوالات کرنے والوں کو جواب دے سکے،،،،، اس سارے طریق کار میں عقل و خرد کا دخل کہاں سے پایا جائے گا؟؟؟ یہ بھی بڑا سوال ان فاضل مترجمین کے اذہان میں نہ اُبھرا کہ قرآن میں خود حضور ﷺ سے، سوالات کے جواب میں، یہ کیوں نہ کہلوایا گیا کہ "وہ ذو القرنین تو خود میں ہی ہوں" اور یہ "میرا ہی ذکر ہے"؟؟؟؟ ظاہر ہے کہ حقیقتِ حال ایسی ہر گز نہ تھی۔ اور فقط اندھیرے میں بلا جواز ایک بے تُکا تیر چلایا گیا۔

قابلِ غور امر یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ کے اس امکانی تحصیل علم کے تجرباتی سفر کو،،،، خواہ مخواہ پوری یہودی تہذیب کا "عصری سفر "،،،، قرار دینے کی آخر ضرورت کیا تھی، جبکہ حضرت موسیٰ نے تو قرآن کی رُو سے واقعی خود کو علم و عرفان کے سفروں کی بھٹی سے گذارا، اور ایک بیش قیمت تجربات و کارہائے نمایاں سے بھرپور زندگی بسر کی۔ اور اس کا حتمی ثبوت خود قرآن نے بزبانِ متکلم حضرت موسیٰ سے یہ کہ کر پیش کر دیا کہ:

(40/20) وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾

"ہم نے تمھیں بہت سے امتحانوں کی بھٹی سے گذارا۔ بعد ازاں تم نے زندگی کے بہت سے برس مَدیَن کے خطے کے لوگوں کے درمیان بھی بسر کیے۔ اِن تمام تربیاتی مہمات کے بعد ہی، اے موسیٰ، تم ہمارے پیمانے پر پورے اُترے۔ پس پھر ہم نے تمھیں خاص اپنی خدمات کے لیے چن لیا"۔

راقم الحروف تو، درجِ بالا قرآنی سند کی روشنی میں، صرف اسی ایک تجزیے تک پہنچ سکتا ہے کہ یہ فاضل مترجمین قرآن کی مجموعی تعلیم کے تناظر کو سامنے نہ رکھ سکنے کے باعث اُس کے متون کا ایک قرار واقعی اور مکمل نمائندگی کرنے والا ترجمہ کرنے میں ناکام ہو گئے۔۔۔ لہٰذا اُن کی اس کمزوری نے، انہیں ایک انتہائی دور از کار مجازی انداز اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اور اس تحقیقی کام کے دوران وہ اپنے اس انداز کے خلاف موجود قرآنی ثبوتوں اور حقائق کا خاطر خواہ احاطہ نہ کر سکے۔ کیونکہ یہ تو طے ہے کہ ایک مجازی یا استعاراتی ترجمے کو بھی ہر حال میں قرآن کے الفاظ سے ایک انتہائی اصولی سختی کے ساتھ وابستہ و پیوستہ رہنا ضروری ہے۔

ایک اور تمثیلی بیانیہ حضرت موسیٰ کے سفر کو ان کی قبل از نبوت، روحانی یا "باطنی" تعلیم و تربیت کا سفر قرار دیتا ہے، جہاں انہیں ایک مرشدِ کامل کی ضرورت پڑنے پر حضرتِ خضر علیہ السلام سے

ملا دیا جاتا ہے۔ پھر جو بھی حوادث و قوع پذیر ہوتے ہیں وہ سب ان کی روحانی تربیت کے ضمن میں مختلف مراحل تصور کیے جاتے ہیں۔ کشتی میں سوراخ کر دیا جانا دراصل شاگرد کے دل میں اپنے استاد کی عظمت کا اُتر جانا ہے۔ ظالم حاکم جو کشتیاں ضبط کر لیتا ہے، دراصل شیطان ہے جو روحانیت کا سفر میں رکاوٹ (hinderer) بن جاتا ہے۔ گرتی ہوئی دیوار، جسے سہارا دے کر قائم کر دیا جاتا ہے، اس دیوار کے نیچے خزانہ "معرفت" کا خزانہ ہے۔ دو یتیم بچے "طریقت" اور "شریعت" کا علم ہیں۔ قارئین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک خاصی مجہول الحال اور صوفیانہ رجحانات کی عکاس، تخیل کی بے تکی بلند پروازی ہے۔

تاہم ان تمام جدید تعبیرات میں سب سے نمایاں قباحت یہ ہے کہ یہ تمام کے تمام اِن مترجمین حضرات کے ذاتی نظریات ہی باور کیے جاسکتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہ نظریات صرف اُن مترجم حضرات کے مباحث میں،،،، یا تراجم کے تابع جن تفسیرات کا عموما" ذاتی تصورات و ذاتی فہم کی بنیاد پر اضافہ کیا جاتا ہے، اُن میں بیان کیے گئے ہیں۔۔۔۔اور قرآنی الفاظ سے کوئی مس یا ربط ہرگز نہیں رکھتے۔ ایسی کوششیں کرنے والے سب لوگ فقط قرآنی الفاظ کے معانی کی رُو سے، یا اُن الفاظ کے کسی اعلیٰ وارفع خالص ادبی ترجمے کی رُو سے، اپنے ان ذاتی نظریات کی وثاقت بالکل بھی ثابت نہیں کر پائے۔۔۔۔۔ یعنی مذکورہ تمام استنباطات قرآن کی حاکمیت کو بروئے کار لائے بغیر،،،،،اُس کے اپنے متن کے الفاظ کے عقلی، علمی و ادبی تراجم کی رُو سے نہیں،،،،بلکہ صرف ذاتی تصرف کے ذریعے ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔۔۔اس لیے نہ تو قرینِ عقل ہیں اور نہ ہی کوئی سند رکھتے ہیں۔

جدید عقلی و علمی (Rational) ترجمے کی مہم:

تو آیئے اب اس واقعے کا، قرآن کے عظیم (Classical) ادبی اسلوبِ بیان کو پیشِ نظر رکھتے

ہوئے، عقلی اور منطقی نچوڑ پر مبنی تحقیقی ترجمہ سامنے لانے کی ایک کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں ہر حال میں قرآن کی حاکمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، اُس ہی کے الفاظ کے ساتھ من و عن پیوستہ رہتے ہوئے، ایسے قرین عقل معانی تلاش کرنے کی سعی کی گئی ہے جو الہامی عبارت کا ایک روشن اور واضح مافی الضمیر سامنے لا سکیں۔۔ سیاق و سباق میں فٹ بیٹھ سکیں۔۔۔ نیز قرآن کے مجموعی پیغام کے ساتھ مطابقت ثابت کر دیں۔ بات کو سمجھانے کے لیے ذاتی خیالات یا تصورات کے اظہار یا استعمال کی یہاں کوئی گنجائش نہیں چھوڑی گئی، بلکہ حسبِ سابق اس عمومی طور پر رائج، لیکن اللہ کی جانب سے ممنوعہ رجحان کی مکمل نفی اور حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ (اس ضمن میں دیکھیے راقم کا حالیہ مضمون "تحقیقِ تفاسیر قرآنی - تفسیر نویسی ایک فن یا حدود فراموشی کا جرم"۔ انٹرنیٹ پر لنک یہ ہے:

http://ebooks.rahnuma.org/cgi-bin/shbkpage.pl?bkid=1431171384

یہ ترجمہ قرآن کے ایک جزء کو اس کے خالص حقیقی معانی میں آشکار کرنے کی ایک جدید اور ترقی یافتہ کوشش ضرور ہے، لیکن اسے "حرفِ آخر" یا "قولِ فیصل" وغیرہ،،، یا اسی قماش کی کوئی دیگر چیز، ہرگز قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس، قرآنی تراجم میں خالص علمی تحقیق کرنے والے فاضلین کو دعوت عام دی جاتی ہے کہ اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں۔ کوئی بھی واضح غلطی نظر آئے تو باوثوق سند کے ساتھ تصحیح فرمائیں۔ کسی بھی سہو و خطا کی تمامتر ذمہ داری بلا جھجھک قبول کرتا ہوں۔

کھوکھلی تنقید اور لایعنی اعتراضات و سوالات کی بجائے، بہتر ہوگا کہ زیرِ نظر کاوش سے بڑھ کر کی گئی کوئی تحقیقی کاوش، یعنی زیرِ بحث قرآنی متن کا اُردو زبان میں ایک اِس سے بھی برتر اور ارفع طریق پر نمائندگی کرنے والا کوئی ترجمہ پیش کرنے کی علمی کوشش کی جائے۔۔۔ کہ یہی ایک

تعمیری رویہ ہے۔ پس یہ عاجز کسی بھی علمی راہنمائی کے لیے از حد شکر گذار ہو گا۔

یہاں یہ یاد رہے کہ قصہِ "ذوالقرنین" ایک علیحدہ حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا کوئی واقعاتی تعلق اس سے فوری ما قبل میں مذکور سابقہ "سفر موسیٰ" کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ہاں یہ البتہ واضح ہے کہ قرآن کے مجموعی پیغام کے ضمن میں دونوں قصے ایک ہی سیاق و سباق رکھتے ہیں۔ قرآن میں اِس مخصوص مقام پر ذوالقرنین کا یہ قصہ تو صرف اُس معروف کہانی کے چند حقائق کی درستگی اور اثبات کے لیے مندرج کیا گیا ہے جو ما قبل ہی سے رائج العام تھی اور جس کے بارے میں حضور کے علم کو پرکھنے کے لیے سوالات کیے جاتے تھے۔ ورنہ یہ دونوں علیحدہ اور منفرد واقعات ہیں۔ بہر حال، دونوں کا سبق ایک ہی ہے یعنی اللہ کے راستے میں جدوجہد اور اس کے نیک نتائج۔۔۔ بنا بریں، ہمارے دورِ جدید کے مذکورہ بالا عقلی مترجمین کی جانب سے دونوں واقعات میں اشتراک پیدا کرنے اور ان کی باہم جڑی ہوئی تشریحات پیش کرنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ البتہ اِس درجِ ذیل ترجمے کی کاوش میں ذوالقرنین کے متعلق بیان کردہ واقعات کا اس کے موضوع کی مناسبت سے قرآنی تعلیمات کے سیاق و سباق میں فٹ بیٹھ جانے والا معانی پیش کرنے کی پوری سعی کی گئی ہے۔ اس ترجمے میں جس بھی اہم لفظ کے معانی پر اختلاف محسوس ہو، مضمون کے اواخر میں دیے گئے اُس لفظ کے مستند معانی کی پوری وسعت ملاحظہ فرمالیں۔

تمہید

سورۃ الکہف مجموعی طور پر ایمان نہ لانے والوں اور بد فطرت انسانوں کے لیے ان کی بداعمالی کی بنیاد پر عذاب کی وارننگ اور صالح فطرت، اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والوں کے لیے اجر کی بشارتوں کی بات کرتی ہے–اس میں شامل اصحابِ کہف کا پہلا واقعہ بھی خیر و شر کی کشمکش کا قدیمی واقعہ تھا جس میں آخری فتح اور انعام اللہ کا پیغام بلند کرنے والوں کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ اسی

ضمن میں یہاں بھی اللہ کے کچھ دیگر با اختیار بندوں کی شر کے خلاف اور خیرِ عمومی پر مبنی سبق آموز مہمات کا ذکر ہے، جن میں ایک قدیمی تاریخ سے تعلق رکھنے والی شخصیت، ذوالقرنین کے کارناموں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ شَر کا سدّ باب، مغرور اور شیطانی اعمال کے مرتکبین کی سزاؤں کا ذکر، اور غلط کار معاشروں کے زوال پذیر ہو جانے کی وعید کا اعلان کیا گیا ہے۔ اسی ضمن میں حضرت موسیٰ کی ایک مہم کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ جو اسطرح بیان کی گئی ہے:-

ترجمہ:

آیات 18/59-61

وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِم مَّوْعِدًا ﴿٥٩﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾

اور یہ وہ انسانی آبادیاں تھیں جنہیں عدل و انصاف کا خون کرنے (لما ظلموا) کی بنا پر ہمارے قوانین نے زوال کا شکار (اھلکنا ھم) کر دیا کیونکہ اِن قوانین کے مطابق ان کے زوال کا وقت مقرر و متعین ہو گیا تھا۔ پھر اسی ضمن میں یاد کرو وہ واقعہ جب موسیٰ نے اپنے نوجوان نائب سے یہ کہا تھا کہ میں اپنی جدوجہد سے ہر گز پیچھے نہیں ہٹوں گا (ابرح) جب تک کہ اُس مرحلے تک نہ پہنچ جاؤں (ابلغ) کہ قوم کے دو دھڑوں میں واقع افتراق و تقسیم (البحرین) کو ایک جماعت یا وحدت کی شکل میں (مجمع) نہ لے آؤں۔ یا بصورتِ دیگر اس کام کی تکمیل کے لیے پوری توجہ کے ساتھ، رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہوئے (حقبا) آگے بڑھتا رہوں (امضی)۔ پس ان کوششوں کے نتیجے میں آخرِ کار جب دونوں گروہ اپنے درمیان (بینھما) ایک اتحاد کے قیام کی منزل (مجمع) تک پہنچ

گئے (بلغا) تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ دراصل دونوں فریق اپنے نصب العین یا تعلیمات و ہدایات (حوتھما) کو فراموش کر چکے تھے۔ لیکن بعد ازاں، حضرت موسیٰ کی کوشش اور جدوجہد کے نتیجے میں، ان ہی تعلیمات نے افتراق و انتشار والے ان معاملات میں اپنا راستہ بنا کر بہ عجلت تمام (سَرَبا) اپنے قدم جما لیے۔

آیات 18/62-64:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدۡ لَقِيۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيۡتَ اِذۡ اَوَيۡنَاۤ اِلَى الصَّخۡرَةِ فَاِنِّىۡ نَسِيۡتُ الۡحُوۡتَ ۡ وَمَاۤ اَنۡسٰنِيۡهُ اِلَّا الشَّيۡطٰنُ اَنۡ اَذۡكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِى الۡبَحۡرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾

اس کے بعد جب موسیٰ اور ان کا نائب اِس مرحلے سے گذر گئے (جاوزا)، تو موسیٰ نے نوجوان ساتھی سے کہا کہ اب ہمارا آئندہ کا لائحہ عمل (غداءنا) ہمارے سامنے لاؤ۔ کیونکہ ہم اب اپنے اس سفر کے حوالے سے (من سفرناھذا) اپنا نصب العین اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ ساتھی نے یاد کروایا کہ کیا آپ نے نوٹ نہیں کیا تھا کہ جب ہم نے اپنے اس مشن کی تکمیل کی خاطر سختی اور ثابت قدمی کے رویے کو اپنی ڈھال اور پناہ بنایا تھا (اوینا الی الصخرۃِ) تو اس وقت میں بھی وقتی طور پر اس نصب العین (الحوتَ) کو بھول گیا تھا۔ اور ان خدائی تعلیمات کو سوائے سرکشی اور جارحیت کے جذبات کے (الشیطانُ) اور کون بھلا سکتا ہے تاکہ وہ پیشِ نظر ہی نہ رکھے جا سکیں (ان

اذکرہُ)۔ تاہم اُن الہامی تعلیمات نے تفریق و انتشار کے اس بحران میں بھی حیران کن انداز میں قوم کے درمیان اپنا راستہ پکڑ لیا، یعنی اپنے قدم جما لیے۔ اس پر موسیٰ نے اطمینان ظاہر کیا کہ یہ تو بعینہی وہی ہوا جو ہم چاہتے تھے، یا جو ہمارا مشن و مقصد تھا (ما کنّا نبغِ)۔ بعد ازاں وہ دونوں اپنے سابقہ راستے کی جانب واپس لوٹے۔

آیات 18/65-70:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾

پھر ایسا ہوا کہ انہیں ہمارے بندوں میں سے ایک ایسا برگزیدہ بندہ مل گیا جسے ہمارے جانب سے وسائل و اسباب کی فراوانی (رحمۃ) عطا ہوئی تھی اور جسے ہم نے بذاتِ خود علم و فضل سے آراستہ فرمایا تھا (من لّدنّا علما)۔ موسیٰ نے یہ امر جان کر اس بزرگ سے درخواست کی کہ کیا ہم اس سفر میں آپ کا اتباع کر سکتے ہیں تاکہ آپ کے حصول کردہ علم سے رشد و ہدایت پا سکیں۔ اس بزرگ نے موسیٰ سے کہا کہ آپ اس کی استطاعت نہیں رکھتے، (یا نہیں رکھ سکیں گے،) کہ میرے اقدامات پر صبر و ضبط سے کام لے کر خاموش رہ سکیں۔ اور یوں بھی آپ ایسے امور میں کیسے خاموش رہ سکتے ہیں جن کی وجوہات و تاویلات آپ کے علم و فہم کے احاطے سے باہر ہوں! موسیٰ نے ان سے کہا کہ اگر اللہ کی مشیت ہوئی تو آپ مجھے صبر و استقامت والا پائیں گے، اور میں کسی بھی

معاملے میں آپ کی سر تابی نہ کروں گا۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ اگر آپ میری پیروی کرنا ہی چاہتے ہیں تو میری شرط یہ ہے کہ آپ میرے کسی بھی اقدامات پر قبل از وقت استفسار نہ کریں، جب تک کہ میں اس بارے میں آپ کو خود ہی آگاہ نہ کر دوں۔

آیات 18/71-76:

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔـا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔـا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَىْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِىْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّىْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

پس انہوں نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ راہ میں انہوں نے ایک بستی (السفینۃِ) پر چڑھائی کی (رکبا) اور پھر وہاں کے لوگوں اتنا پریشان اور دِق کیا کہ وہ کوئی کام کے کرنے کے قابل نہ رہے (اخرقتھا) ۔ حضرت موسیٰ اس پر خاموش نہ رہ سکے اور احتجاج کیا کہ آپ نے انہیں بے کار کیوں کر دیا کہ ان لوگوں کا معاشی طور پر بیڑا ہی غرق ہو جائے (تغرق)۔ یہ تو آپ نے بڑا غلط کام کر دیا۔ بزرگ ہستی نے جواب دیا کہ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم میری ہمراہی میں صبر و ضبط کا مظاہرہ نہ کر سکو گے؟ حضرت موسیٰ نے کہا کہ میری بھول پر گرفت نہ کریں اور اس پر مجھے مشکل میں نہ

ڈالیں۔ تب وہ آگے روانہ ہوئے، یہاں تک وہاں ایک بد کردار نوجوان (غلاما) سے ملاقات ہوئی۔ بزرگ نے اُس کی ایسی تذلیل و تحقیر کی کہ اس کی کوئی اہمیت یا قدر و قیمت باقی نہ رہے (فقتلہٗ)۔ موسیٰ نے کہا کہ آپنے بغیر کسی قصور کے ایک جان کو ذلیل و حقیر کر دیا۔ یہ آپ نے ایک ممنوعہ کام کیا ہے۔ بزرگ نے پھر کہا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم صبر و ضبط کی استطاعت نہیں رکھ سکو گے۔ اس پر حضرت موسیٰ نے کہا کہ اب اگر میں اس کے بعد کوئی سوال کروں تو آپ بیشک میری مصاحبت سے انکار کر دیں۔ اب میری جانب سے عذر کی انتہا ہو چکی ہے۔

آیات 18/77-82:-

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَاۤ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾

پھر وہ دونوں آگے روانہ ہوئے، یہاں تک کہ ایک بستی میں جا پہنچے جہاں دونوں نے مل کر اہالیانِ شہر کو تعلیم دینے کا اہتمام کیا (استطعما)۔ لیکن انہوں ان کی پذیرائی کرنے سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں انہوں نے وہاں ایک قابل اور اہلیت کی حامل جماعت (جدارا) دیکھی، لیکن ان کی قوت ختم ہوا چاہتی تھی (ینقضّ)۔ پس ان بزرگ نے ان لوگوں کو تعلیم و تربیت دے کر مضبوط و مستحکم کر دیا (فاقامہ)۔ اس پر پھر حضرت موسیٰ نے سوال کر دیا کہ اگر آپ چاہتے تو اس بڑے کام کی انجام دہی پر کوئی مراعات حاصل کر سکتے تھے۔ اس پر بزرگ نے کہا کہ تم میں اور مجھ میں یہی فرق ہے۔ اور اب میں تمہیں ضرور بتاؤں گا کہ جن امور پر تم صبر وضبط کا مظاہرہ نہ کر سکے ان کے پسِ پردہ کیا حکمت پنہاں تھی۔ جہاں تک اُس خاص بستی کا معاملہ تھا، تو وہ ایک غریبوں کی بستی تھی جو اپنی زمین کے ٹکڑے پر (فی البحر) محنت کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ ان کی زمین کو وقتی طور پر غیر پیداواری یعنی بے کار بنا دوں (اعیبھا)، کیونکہ ان کے پیچھے ایک ایسا بادشاہ لگا ہوا تھا جو آباد بستیوں / زمینوں کو غصب کر کے قبضے میں لے لیتا تھا۔ جہاں تک برے کردار کے نوجوان (الغلامُ) کا تعلق ہے تو اس کے والدین اصحابِ امن وایمان تھے۔ ہمیں ڈر تھا کہ وہ ان دونوں کے ساتھ حدود فراموشی اور کفر کا سلوک کرتا۔ پس ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار ایسی تبدیلی پیدا کر دے کہ ان کی اولاد نشوونما میں زیادہ برتر اور صلہ رحمی میں زیادہ بہتر ہو جائے۔ اور جہاں تک بستی کے مضبوط کردار والوں کی جماعت کا تعلق ہے، تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں (لغلامینِ یتیمینِ) کی سرپرستی کے لیے کام کر رہے تھے اور ان کی تحویل میں ان دونوں کے لیے علم و حکمت کا ایک خزانہ جمع کیا ہوا رکھا تھا کیونکہ ان کا مرحوم والد ایک مصلحِ قوم تھا۔ اس لیے تمہارے پروردگار

نے چاہا کہ وہ اپنی پختہ عمر کو پہنچ جائیں اور اس ہدایت کے خزانے کو بر سرِ عام لے آئیں جس میں تمہارے پروردگار کی جانب سے عطا کردہ ارتقاء و نشو و نما کے وسائل و اسباب تھے۔ نیز یہ بھی جان لو کہ میں نے یہ سارے اقدامات اپنی مرضی یا خواہش سے نہیں کیے۔ پس یہ ہے مآلِ کار ان سب واقعات کا جن کے بارے میں تمہیں صبر و ضبط کی استطاعت نہیں تھی۔

آیات 18/83 -88:

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۸۳ۭ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۸۴ۙ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝۸۵ حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝۸۶ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝۸۷ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝۸۸ۭ

اور یہ لوگ آپ سے ذی القرنین کی تاریخی شخصیت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ انہیں کہہ دیں کہ اس کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے اس کے حقائق مَیں تمہاری راہنمائی کے لیے ضرور بیان کروں گا۔ انہیں بتا دو کہ وہ ایک ایسی شخصیت تھی جسے ہم نے اقتدار و اختیار عطا کیا تھا اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے تمام اسباب و ذرائع مہیا کر دیے تھے۔ پس وہ اپنے مقاصد کی پیروی میں مہم جوئی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک قوم موجود تھی جس کی بداعمالیوں کے باعث ان کا عروج و خوشحالی کا سورج غروب (مغرب الشمس) ہو کر تنزل کے تاریک گڑھے (عین حمئۃ) میں گر چکا تھا۔ ہم نے اسے یہ اختیار عطا کیا کہ وہ چاہے تو انہیں ان کی

غلط کاریوں پر سزا دے اور چاہے تو ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ اِس اختیار پر اُس نے یہ اعلان کیا کہ اِن میں سے جس نے عدل و انصاف کا خون کرتے ہوئے (ظلم) اپنی قوم کو اس زوال کا شکار کیا ہے اسے ہم ضرور سزا دیں گے۔ اور بعد ازاں جب وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹے گا تو وہ بھی انہیں بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ البتہ ان میں سے جو اللہ کی برتری پر ایمان لے آیا اور اصلاحی روش پر عمل پیرا ہو گیا تو اس کا اجر خوبصورت ہو گا۔ یعنی ہم اس کے لیے اپنے ارادے و خواہش سے آسانیاں / فراوانیاں پیدا کر دیں گے۔

آیات 18/ 89 -95:-

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾

بعد ازاں وہ اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسی قوم تک جا پہنچا جن پر عروج کا سورج طلوع (مطلع الشمسِ) ہو رہا تھا۔ لیکن اس ایک مثبت امر کے سوا (دونھا) ہم نے انہیں ابھی تک کوئی دیگر سامانِ تحفظ اور بردباری کا شعور (سترا) مہیا نہیں کیا تھا۔ پھر اسی طرح ہوا

، یعنی انہیں ضروری تربیت و راہنمائی فراہم کر دی گئی(کذلک)۔ جو کچھ بھی اصلاحی اور انسانی خیر کے کام وہ کرتا رہا، ہم اسکے تمام احوال سے باخبر رہے۔ وہ اپنے مقاصد کی پیروی میں مصروفِ کار رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقدس مشن کی راہ میں موجود دو بڑی رکاوٹوں یعنی دو فسادی قوموں کے درمیان جا پہنچا(بلغ بین السدّین)۔ ان دونوں کے علاوہ اس نے وہاں ایک ایسی قوم بھی دیکھی جو کسی سمجھ بُوجھ یا علم و تربیت کی حامل نہ تھی یعنی مکمل طور پر پسماندہ تھی۔ انہوں نے اُسے مطلع کیا کہ کہ اے ذوالقرنین یہاں ہمارے درمیان مفسدین کے گروہ ہیں جو زمین کے امن کو برباد کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے پیش کش کی کہ اگر ہم آپ کے لیے کچھ خراج کی ادائیگی مقرر کر دیں تو کیا ہمارے تحفظ کے لیے آپ ان کے اور ہمارے درمیان ایک روک بنا دیں گے۔ اُس نے جواب دیا کہ جو کچھ اختیار اور وسائل میرے رب نے مجھے دیے ہیں وہ کثیر ہیں۔ بس تم لوگ اپنی تمام تر قوت سے میری اعانت کرو تو میں ان کے اور تمہارے معاملے کا سدباب کر دیتا ہوں۔

آیات 18/96-97:-

اٰتُوۡنِیۡ زُبَرَ الۡحَدِیۡدِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیۡنَ الصَّدَفَیۡنِ قَالَ انۡفُخُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوۡنِیۡۤ اُفۡرِغۡ عَلَیۡهِ قِطۡرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡهَرُوۡهُ وَ مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا ﴿۹۷﴾

پھر اس نے حکم دیا کہ میرے پاس خدائی حدود و احکامات پر مبنی صحیفہ، یعنی کتاب اللہ لاؤ (زُبرَ الحدید)۔ پھر اس نے انہیں کتاب اللہ کی تعلیم و تربیت کے ذریعے نظم و قوت میں اتنا بڑھا دیا کہ دونوں متخالف محاذوں (الصدفینِ) کے مابین برابری پیدا ہو گئی (ساویٰ)۔ تو اس نے کہا کہ اب اپنی کامیابی پر اطمینان کا سانس لو۔ تربیت جاری رہی یہاں تک کہ اُس نے اِس قوم کو علم و عمل کا

ایک روشن و درخشاں نمونہ (نارا) بنا دیا۔ اس مرحلے پر اس نے حکم دیا کہ انہیں میرے سامنے پیش کرو تا کہ میں انہیں نصیحت کر کے اس بات سے روک دوں (افرغ علیہ) کہ وہ دوبارہ قطرہ قطرہ ہو کر یعنی اپنی وحدت پارا پارا کرتے ہوئے کمزور ہو جائیں (قطرا)۔ پس اس کے بعد اُن مفسدوں کے گروہ میں اِس قوم کا مقابلہ کرنے، یا اِس پر غالب آنے کی استطاعت نہ رہی اور نہ ہی وہ اِس کی قوت کو توڑنے کی استطاعت پیدا کر سکے۔

آیات 18/99-100:-

وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾

ذو القرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی جانب سے رحمت ہے۔ جب بھی بعد ازاں میرے پروردگار کا مقرر کردہ وقت آ پہنچا تو وہ یہ سب فنا کے گھاٹ اتار دے گا۔ کیونکہ میرے پروردگار کا وعید کردہ ہمیشہ حقیقت بن جایا کرتا ہے۔ اور مستقبل میں جس دور میں بھی وہ وقت آ پہنچا تو صورتِ حال یہ ہوگی کہ ہم نے انسانوں کو ایک وحشت کے عالم میں ایک دوسرے کے بارے میں چیخ و پکار کرنے کے لیے (یموج) چھوڑ دیا ہوگا۔ آخری فیصلے کے صادر ہونے کا نقارہ بجا دیا گیا ہوگا۔ اور ہم نے سب کو اپنی عدالت میں حاضر کر لیا ہوگا۔ اور وقت کے اُس مرحلے پر جہنم کی زندگی اُن انسانوں کے سامنے پیش کر دی گئی ہوگی جو ہمارے اقتدار و اختیار کا اور ہماری ہدایت و راہنمائی کا انکار کرنے والے تھے۔

اور اب بغیر کسی رکاوٹ، ایک مسلسل اور رواں ترجمہ

اور یہ وہ انسانی بستیاں تھیں جنہیں عدل و انصاف کا خون کرنے کی بنا پر ہمارے قوانین نے زوال کا

شکار کر دیا کیونکہ اِن قوانین کے مطابق ان کے زوال کا وقت مقرر و متعین ہو گیا تھا۔ پھر اسی ضمن میں یاد کرو وہ واقعہ جب موسیٰ نے اپنے نوجوان نائب سے یہ کہا تھا کہ میں اپنی جدوجہد سے ہر گز پیچھے نہیں ہٹوں گا جب تک کہ اُس مرحلے تک نہ پہنچ جاؤں کہ قوم کے دو دھڑوں میں واقع افتراق و تقسیم کو ایک جماعت یا وحدت کی شکل میں نہ لے آؤں۔ یا بصورتِ دیگر اس کام کی تکمیل کے لیے پوری توجہ کے ساتھ، رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہوں۔ پس آخرِ کار جب دونوں گروہ اپنے درمیان ایک اتحاد کے قیام کی منزل تک پہنچ گئے تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ دراصل دونوں فریق اپنے نصب العین یا تعلیمات و ہدایات کو فراموش کر چکے تھے۔ لیکن بعد ازاں، حضرت موسیٰ کی کوشش اور جدوجہد کے نتیجے میں، ان ہی تعلیمات نے افتراق و انتشار والے ان معاملات میں اپنا راستہ بنا کر بہ عجلت تمام اپنے قدم جما لیے۔

اس کے بعد جب موسیٰ اور ان کا نائب اِس مرحلے سے گذر گئے، تو موسیٰ نے ساتھی سے کہا کہ اب ہمارا آئندہ کا لائحہ عمل ہمارے سامنے لاؤ۔ کیونکہ ہم اب اپنے اس سفر کے حوالے سے اپنا نصب العین اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ ساتھی نے یاد دلایا کہ کیا آپ نے نوٹ نہیں کیا تھا کہ جب ہم نے اپنے اس مشن کی تکمیل کی خاطر سختی اور ثابت قدمی کے رویے کو اپنی ڈھال اور پناہ بنا لیا تھا تو اس وقت میں بھی وقتی طور پر اپنی خدائی تعلیمات کو بھول گیا تھا۔ اور ان تعلیمات کو سوائے سرکشی اور جارحیت کے جذبات کے اور کون بھلا سکتا ہے، تاکہ وہ پیشِ نظر رکھے ہی نہ جا سکیں۔ تاہم اُن الہامی تعلیمات نے تفریق و انتشار کے بحران میں حیران کن انداز میں قوم کے درمیان اپنے قدم جما لیے۔ اس پر موسیٰ نے کہا کہ یہ تو بعینہٖ وہی ہوا جو ہم چاہتے تھے، یا جو ہمارا مشن تھا۔ بعد ازاں وہ دونوں اپنے سابقہ راستے کی جانب واپس لوٹے۔

پھر ایسا ہوا کہ انہیں ہمارے بندوں میں سے ایک ایسا برگزیدہ بندہ مل گیا جسے ہمارے جانب سے وسائل و اسباب کی فراوانی عطا ہوئی تھی اور جسے ہم نے بذاتِ خود علم و فضل سے آراستہ فرمایا تھا۔

موسیٰ نے یہ امر جان کر اس بزرگ سے درخواست کی کہ کیا ہم اس سفر میں آپ کا اتباع کر سکتے ہیں تاکہ آپ کے حصول کردہ علم سے رشد و ہدایت پا سکیں۔ اس بزرگ نے موسیٰ سے کہا کہ آپ اس کی استطاعت نہیں رکھتے کہ میرے اقدامات پر صبر و ضبط سے کام لے کر خاموش رہ سکیں۔ اور یوں بھی آپ ایسے امور میں کیسے خاموش رہ سکتے ہیں جن کی وجوہات و تاویلات آپ کے علم و فہم کے احاطے سے باہر ہوں! موسیٰ نے ان سے کہا کہ اگر اللہ کی مشیت ہوئی تو آپ مجھے صبر و استقامت والا پائیں گے، اور میں کسی بھی معاملے میں آپ کی سر تابی نہ کروں گا۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ اگر آپ میری پیروی کرنا ہی چاہتے ہیں تو میری شرط یہ ہے کہ آپ میرے کسی بھی اقدامات پر قبل از وقت استفسار نہ کریں، جب تک کہ میں اس بارے میں آپ کو خود ہی آگاہ نہ کر دوں۔

پس انہوں نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ راہ میں انہوں نے ایک بستی پر چڑھائی کی اور پھر وہاں کے لوگوں اتنا پریشان کیا کہ وہ کوئی کام کے کرنے کے قابل نہ رہے۔ حضرت موسیٰ اس پر خاموش نہ رہ سکے اور احتجاج کیا کہ آپ نے انہیں بے کار کیوں کر دیا کہ ان لوگوں کا معاشی طور پر بیڑا ہی غرق ہو جائے۔ یہ تو آپ نے بڑا غلط کام کر دیا۔ بزرگ ہستی نے جواب دیا کہ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم میری ہمراہی میں صبر و ضبط کا مظاہرہ نہ کر سکو گے؟ حضرت موسیٰ نے کہا کہ میری بھول پر گرفت نہ کریں اور اس پر مجھے مشکل میں نہ ڈالیں۔ تب وہ آگے روانہ ہوئے، یہاں تک وہاں ایک بد کردار نوجوان سے سامنا ہوا۔ بزرگ نے اس کی ایسی تذلیل و تحقیر کی کہ اس کی کوئی اہمیت یا قدر و قیمت باقی نہ رہے۔ موسیٰ نے کہا کہ آپنے بغیر کسی قصور کے ایک جان کو ذلیل و حقیر کر دیا۔ یہ آپ نے ایک ممنوعہ کام کیا ہے۔ بزرگ نے پھر کہا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم صبر و ضبط کی استطاعت نہیں رکھ سکو گے۔ اس پر حضرت موسیٰ نے کہا کہ اب اگر میں اس کے بعد کوئی

سوال کروں تو آپ بیشک میری مصاحبت سے انکار کر دیں۔ اب میری جانب سے عذر کی انتہا ہو چکی ہے۔

پھر وہ دونوں آگے بڑھے، یہاں تک کہ ایک بستی میں جا پہنچے جہاں دونوں نے مل کر اہالیانِ شہر کو تعلیم دینے کا اہتمام کیا۔ لیکن انہوں ان کی پذیرائی کرنے سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں انہوں نے وہاں ایک قابل اور اہلیت کی حامل جماعت دیکھی، لیکن ان کی قوت ختم ہوا چاہتی تھی۔ پس ان بزرگ نے ان لوگوں کو تعلیم و تربیت دے کر مضبوط و مستحکم کر دیا۔ اس پر پھر حضرت موسیٰ نے سوال کر دیا کہ اگر آپ چاہتے تو اس بڑے کام کی انجام دہی پر کوئی مراعات حاصل کر سکتے تھے۔ اس پر بزرگ نے کہا کہ تم میں اور مجھ میں یہی فرق ہے۔ اور اب میں تمہیں ضرور بتاؤں گا کہ جن امور پر تم صبر و ضبط کا مظاہرہ نہ کر سکے ان کے پسِ پردہ کیا حکمت پنہاں تھی۔ جہاں تک اُس خاص بستی کا معاملہ تھا، تو وہ ایک غریبوں کی بستی تھی جو اپنی زمین کے ٹکڑے پر محنت کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ ان کی زمین کو وقتی طور پر غیر پیداواری بنا دوں کیونکہ ان کے پیچھے ایک ایسا بادشاہ لگا ہوا تھا جو آباد بستیوں / زمینوں کو غصب کر کے قبضے میں لے لیتا تھا۔ جہاں تک برے کردار کے نوجوان کا تعلق ہے تو اس کے والدین اصحابِ امن و ایمان تھے۔ ہمیں ڈر تھا کہ وہ ان دونوں کے ساتھ حدود فراموشی اور کفر کا سلوک کرتا۔ پس ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار ایسی تبدیلی پیدا کر دے کہ ان کی اولاد نشوونما میں زیادہ برتر اور صلہ رحمی میں زیادہ بہتر ہو جائے۔ اور جہاں تک بستی کے مضبوط کردار والوں کی جماعت کا تعلق ہے، تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کے لیے کام کر رہے تھے اور ان کی تحویل میں ان دونوں کے لیے علم و حکمت کا ایک خزانہ جمع کیا ہوا رکھا تھا کیونکہ ان کا مرحوم والد ایک مصلحِ قوم تھا۔ اس لیے تمہارے پروردگار نے چاہا کہ وہ اپنی پختہ عمر کو پہنچ جائیں اور اس ہدایت کے خزانے کو برسرِ عام لے آئیں جس میں تمہارے پروردگار کی جانب سے عطا کردہ ارتقاء و نشوونما کے وسائل و اسباب تھے۔ نیز یہ بھی جان لو کہ میں نے یہ سارے اقدامات

اپنی مرضی یا خواہش سے نہیں کیے۔ پس یہ ہے مآلِ کار ان سب واقعات کا جن کے بارے میں تمہیں صبر وضبط کی استطاعت نہیں تھی۔

اور یہ لوگ آپ سے ذی القرنین کی تاریخی شخصیت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ انہیں کہہ دیں کہ اس کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے اس کے حقائق مَیں تمہاری راہنمائی کے لیے ضرور بیان کروں گا۔ انہیں بتا دو کہ وہ ایک ایسی شخصیت تھی جسے ہم نے اقتدار و اختیار عطا کیا تھا اور اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے تمام اسباب و ذرائع مہیا کر دیے تھے۔ پس وہ اپنے مقاصد کی پیروی میں مہم جوئی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک قوم موجود تھی جس کی بداعمالیوں کے باعث ان کا عروج و خوشحالی کا سورج غروب ہو کر تنزل کے تاریک گڑھے میں گر چکا تھا۔ ہم نے اسے یہ اختیار عطا کیا کہ وہ چاہے تو انہیں ان کی غلط کاریوں پر سزا دے اور چاہے تو ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ اِس اختیار پر اُس نے یہ اعلان کیا کہ اِن میں سے جس نے عدل و انصاف کا خون کرتے ہوئے اپنی قوم کو اس زوال کا شکار کیا ہے تو اسے ہم ضرور سزا دیں گے ۔ اور بعد ازاں جب وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹے گا تو وہ بھی انہیں بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ البتہ ان میں سے جو اللہ کی برتری پر ایمان لے آیا اور اصلاحی روش پر عمل پیرا ہو گیا تو اس کا اجر خوبصورت ہو گا۔ یعنی ہم اس کے لیے اپنے ارادے و خواہش سے آسانیاں / فراوانیاں پیدا کر دیں گے۔

بعد ازاں وہ اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک ایسی قوم تک جا پہنچا جن پر عروج کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ لیکن اس ایک مثبت امر کے سوا ہم نے انہیں ابھی تک کوئی دیگر سامانِ حفاظت اور بردباری کا شعور مہیا نہیں کیا تھا۔ پھر اسی طرح ہوا، یعنی انہیں ضروری تربیت و راہنمائی فراہم کر دی گئی۔ جو کچھ بھی اصلاحی اور انسانی خیر کے کام وہ کرتا رہا، ہم اسکے تمام احوال سے باخبر رہے۔ وہ اپنے مقاصد کی پیروی میں مصروفِ کار رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقدس مشن

کی راہ میں موجود دو بڑی رکاوٹوں یعنی دو فسادی قوموں کے درمیان جا پہنچا۔ ان دونوں کے علاوہ اس نے وہاں ایک ایسی قوم بھی دیکھی جو کسی سمجھ بُوجھ یا علم و تربیت کی حامل نہ تھی یعنی مکمل طور پر پسماندہ تھی ۔ انہوں نے اُسے مطلع کیا کہ کہ اے ذو القرنین یہاں دو فسادی اقوام، یاجوج و ماجوج ہیں جو زمین کے امن کو برباد کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے پیش کش کی کہ اگر ہم آپ کے لیے کچھ خراج کی ادائیگی مقرر کر دیں تو کیا ہمارے تحفظ کے لیے آپ ان کے اور ہمارے درمیان ایک روک بنا دیں گے۔ اُس نے جواب دیا کہ جو کچھ اختیار اور وسائل میرے رب نے مجھے دیے ہیں وہ کثیر ہیں۔ بس تم لوگ اپنی تمام تر قوت سے میری اعانت کرو تو میں ان کے اور تمہارے درمیان ایک مضبوط دیوار قائم کر دیتا ہوں۔

پھر اس نے حکم دیا کہ میرے پاس خدائی حدود و احکامات پر مبنی صحیفہ ،یعنی کتاب اللہ لاؤ۔ پھر اس نے انہیں کتاب اللہ کی تعلیم و تربیت کے ذریعے نظم و قوت میں اتنا بڑھا دیا کہ دونوں متخالف محاذوں کے مابین برابری پیدا ہو گئی۔ تو اس نے کہا کہ اب اپنی کامیابی پر آزادی و اطمینان کا سانس لو۔ تربیت جاری رہی یہاں تک کہ اُس نے اِس قوم کو علم و عمل کا ایک روشن و درخشاں نمونہ بنا دیا۔ اس مرحلے پر اس نے حکم دیا کہ انہیں میرے سامنے پیش کرو تا کہ میں انہیں نصیحت کر کے اس بات سے روک دوں کہ وہ دوبارہ قطرہ قطرہ ہو کر یعنی اپنی وحدت پارا پارا کرتے ہوئے کمزور ہو جائیں۔ پس اس کے بعد اُن مفسد قوموں میں اِس قوم کا مقابلہ کرنے، یا اِس پر غالب آنے کی استطاعت نہ رہی اور نہ ہی وہ اِس کی قوت کو توڑنے کی استطاعت پیدا کر سکے۔

ذو القرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی جانب سے رحمت ہے۔ جب بھی بعد ازاں میرے پروردگار کا مقرر کردہ وقت آ پہنچا تو وہ یہ سب کچھ فنا کے گھاٹ اتار دے گا۔ کیونکہ اُس کا وعید کردہ ہمیشہ حقیقت بن جایا کرتا ہے۔ اور مستقبل میں جس دور میں بھی وہ وقت آ پہنچا تو صورتِ حال یہ ہو گی کہ ہم نے انسانوں کو ایک وحشت کے عالم میں ایک دوسرے کے بارے میں چیخ و پکار

کرنے کے لیے چھوڑ دیا ہو گا۔ آخری فیصلے کے صادر ہونے کا نقارہ بجا دیا گیا ہو گا۔ اور ہم نے سب کو اپنی عدالت میں حاضر کر لیا ہو گا۔ اور وقت کے اُس مرحلے پر جہنم اُن انسانوں کے سامنے پیش کر دی گئی ہو گی جو ہمارے اقتدار و اختیار کا اور ہماری ہدایت و راہنمائی کا انکار کرنے والے تھے۔

بریکٹ شدہ اہم الفاظ کے معانی جو کم از کم 10 عدد مستند لغات سے اخذ کیے گئے ہیں

(لما ظلموا): ظلم: حق تلفی، عدل و انصاف کا خون؛ میرٹ کا خون؛ زیادتی؛ اندھیرا؛ گمنامی؛ سایہ، تحفظ؛ غلط کاری، بد سلوکی، نقصان پہنچانا، طاقت سے کچل دینا، استحصال، بد عملی، زخمی کرنا،

(اھلکناھم): ہلک: مر جانا، برباد ہو جانا، ضائع ہو جانا، گم ہو جانا، بگڑ جانا

(ابرح): ب ر ح: چھوڑ کر چلے جانا؛ روانہ ہو جانا؛ ہتھیار ڈال دینا، کسی کام سے رک جانا، ترک کر دینا، تنگ ہو جانا، مشکل یا مصیبت میں پڑ جانا۔

(ابلغ): بلغ: پہنچنا، حاصل کرنا، آ جانا، کسی راستے کے آخری مقام تک چلا جانا، خواہش کی تکمیل تک پہنچنا۔ اطلاعات، اعلانات یا خبریں لانا، دینا، پہنچانا، وغیرہ، وغیرہ۔

(البحرین): بحر: زمین کا ایک وسیع ٹکڑا، جو آباد ہو؛ ایسا شہر جس میں پانی کا کوئی ذخیرہ ہو؛ کاٹ دینا، تقسیم کر دینا، ٹکڑے کر دینا، انتشار، تفریق کو وسیع کر دینا، پانی کا کوئی بھی بڑا منبع یا ذخیرہ۔

(مجمع): جمع: جمع کرنا، اجتماع، جلسہ، سلسلہ قائم کرنا، اتحاد و اتفاق میں لے آنا، یکسانیت پیدا کرنا، تعین کرنا، فیصلہ کر دینا، کسی بات یا رائے پر اتحاد و رضامندی کر دینا۔

(حقبا): حقب: روکنے یا رکنے میں مشکل ہونا؛ موخر ہو جانا یا روک لیا جانا، گمراہ ہو جانا، غیر منظم ہو جانا، جبر کے تحت آ جانا، وغیرہ۔

(امضی): مضٰی: آگے بڑھنا، گذرنا، جانا، دور چلے جانا، مسلسل آگے بڑھتے رہنا، عمل درآمد کرنا، ادائیگی کرنا، کسی چیز کی تکمیل حاصل کرنا؛ کاٹنا یا داخل ہو جانا، کسی کام میں بڑھ جانا، دوسروں سے

آگے گذر جانا۔

(حوتھما): ح وت؛ح ات: کسی مرکز کے گرد اُڑنا، تیرنا، یا گھومنا؛ کسی مقصد کے لیے جدوجہد یا کوشش کر کے کسی انسان کی سوچ بدل دینا۔ کسی انسان کو کسی نظریے سے موڑ لینے کی تعلیم دینا، کوشش کرنا؛ کسی کو مسحور کر لینا، کشش کی جانب کھینچ لینا۔ ایسی تعلیمات، ایسا مقصد یا نصب العین جس کی طرف انسانوں کو موڑا جائے۔ الحوت: قرآن کے تناظر میں قرآن کی وہ الہامی تعلیمات یا احکامات جو انسان کی توجہات کا مرکز ہیں۔

(سَرَبا"): نظری دھوکا؛ سراب؛ آزادی سے آنا جانا، بہنا، بھاگنا، تیزی دکھانا۔

(جاوزا): تجاوز کرنا؛ آگے گذر جانا۔ آگے بڑھ جانا۔ کسی بھی مرحلے سے آگے نکل جانا۔

(غداءنا): غداء: دُور کا وقت؛ آنے والا وقت؛ توشہِ آخرت؛ کل کا یا آئندہ کا پروگرام؛ فیڈ بیک؛ لائحہ عمل؛ آئندہ کا / کل کا / مستقبل کا لائحہ عمل / ایجنڈا؛ خوراک، ناشتہ۔

(اوینا الی الصخرۃِ): صخرۃ: چٹان؛ چٹان کی سختی؛ سخت گیری؛ پہاڑی؛ گھاٹی؛ پتھر؛ ثابت قدم ہونا، وغیرہ۔

(الشیطانُ): شطن: سرکشی؛ سرکشی کے جذبات؛ حدود فراموشی؛

(رحمۃ): رحم، ترس، معافی، محبت، نرمی، احسان، تمام اسباب و وسائل جو اچھائی کے کام آئیں؛ رشتہ داری، شکمِ مادر، وغیرہ۔

(من لّدنّا علما): اللہ کی جانب سے براہ راست تعلیم جو انبیاء ورسل کے لیے مخصوص ہے۔

(السفینۃِ): سفن: مجسمہ بنانا، تراش کر شکل دینا، پتھر یا چٹان کو کوئی صورت دینا؛ کشتی، جہاز، چھلکا، کاٹتے ہوئے، راستہ بناتے ہوئے چلنا۔ مجازی معنی: ایک تراشا ہوا، ترقی دیا گیا، تہذیب یافتہ انسانی معاشرہ یا بستی۔

(رکبا): اوپر چڑھنا، سواری کرنا، شروعات کرنا، لے جائے جانا، جہاز ہر چڑھنا، سفر پر نکلنا، سڑک پر واک کرنا، غلطی کا ارتکاب کرنا، قافلہ، سوار ہو جانا، سوار، ڈھیر کی صورت میں ڈال دینا، ایک دوسرے پر چڑھا دینا، تہ در تہ۔

(اخرقتھا): خرق: پار نکل جانا، سوراخ کر دینا، پریشان اور دِق ہو جانا یہاں تک کی حرکت کی سکت نہ رہے؛ عقل و شعور میں کمی یا نقص ہو جانا؛ آزاد خیال، فراوانی اور سخاوت والا ہو جانا؛ کسی نفع، اچھائی یا خوشحالی سے محروم کر دینا۔

(لتغرِقَ): غرق: ڈوب جانا؛ معاشی طور پر تباہ ہو جانا، وغیرہ۔

(غلاما): غلم: شہوت کا شکار، جذباتی طور پر ہیجان میں مبتلا، جارحانہ، کنفیوزڈ اور غیر یقینی کیفیت؛ نوجوان؛ جوان آدمی؛ لڑکا۔

(فقتلہُ): قتل: مار ڈالنا، لڑنا، جنگ کرنا، مشکلات میں ڈالنا، لعنت پھٹکار کرنا؛ تفتیش کرنا، تربیت دینا، بہت سخت محنت کا کام کرنا۔ مجاز: غیر اخلاقی خواہشات کو مارنا؛ جنسی خواہشات کو مارنا، طاقت کو کم یا کمزور کرنا؛ تذلیل و تحقیر سے ایسا کر دینا کہ کوئی اس کی بات پر دھیان ہی نہ دے۔

(استطعما): استطعم: طعام، یا تعلیم و تربیت کا انتظام کر دینا۔ طعم: کھلانا، نشو نما کرنا وغیرہ۔ علمی نشو نما کرنا۔ پکا ہوا پھل۔ انسان میں ایک قابل تعریف صفت جیسے قابلیت، دور اندیشی، فیصلے کی اہلیت۔

(جدارا): جدر: احاطہ بنانا، احاطے کی دیوار تعمیر کرنا۔ سامنے آ جانا یا پھیل جانا۔ موزوں، قابل اور اہل ہو جانا- کسی چیز کو اونچا اٹھانا- کچھ مضبوطی سے بنانا اور طاقتور کرنا اور اسے بلند اٹھانا- کسی چیز کو از سرِ نو بنانا، اس کے معدوم ہو جانے کے بعد۔

(اعیبھا): عیب ڈال دینا، نقص ڈال دینا، خراب و بے کار کر دینا۔

(مغرب الشمس): ترقی و خوشحالی کا زوال

(حمئۃ): نحوست؛ منحوس نظر، سیاہی، سیاہ کیچڑ، کسی سے غصہ ہو جانا، وغیرہ

(عین): آنکھ میں تکلیف، آنسوؤں کا بہنا، جاسوسی کرنا، دیکھنا، سوراخ، گڑھا، درخت کا تنا، پانی کا چشمہ، سردار، خوبصورت، وغیرہ

(مطلع الشمسِ): عروج، ترقی، خوشحالی

(دونھا): اس کے بغیر، اس کے علاوہ

(سترا): پردہ ڈالنا، چھپانا، کپڑے لپیٹ لینا- اچھا چال چلن، حفاظت، اسبابِ حفاظت، کسی کا خود کو چھپانا، سامنے روک لگانا، معذرت کرنا، بہانہ کرنا، ایک حفاظتی چار دیواری۔

(زبر الحدید): حدید: حد: ایک حد مقرر کرنا، تعین کرنا، سزا دینا، پیچھے چھینک دینا، دھار تیز کرنا۔ روکنا، بچانا، پرہیز کرنا، ایک چیز کا دوسری سے الگ تعین کرنا، پابند کرنا، منع کرنا یا ممنوع قرار دینا- پسپا کرنا، واپس بھیج دینا، خطرہ دور کر دینا۔ وغیرہ وغیرہ۔

(زبر): لکھی ہوئی چیز؛ داؤد کی کتاب؛ محمد، داؤد اور موسیٰ کے صحائف۔ چیک کرنا، روکنا، منع کرنا، مہارت سے اور مضبوطی سے لکھنا- پڑھنا، تلاوت کرنا- بڑا ہو جانا، ہمت والا اور بہادر بن جانا۔ لوہے کے ٹکڑے؛ پشت کا بالائی حصہ، طاقتور اور جسیم؛ سیاہ کیچڑ، وغیرہ

(الصدفینِ): صدف: پہاڑ کی ڈھلوان سائڈ، رکاوٹ، حد بندی، واپس مڑ جانا، ایک جانب نکل جانا،

(ساوی): تناسب، کاملیت، سطح، برابری، کمی کو پورا کرنا، خلا کو بھرنا۔

(نارا): آگ، شعلے، گرمی، روشنی، چمک، جگمگاہٹ، اکساہٹ، جنگ پر اکسانا۔

(افرغ علیہ): فرغ: کسی چیز کا مکمل کرنا، کسی چیز سے روکنا، غیر مصروف ہونا، کسی کام سے آزاد ہونا، خالی ہونا، جگہ کا خالی ہونا، وغیرہ۔

(قطرا): ق ط ر: ٹپک جانا، مائع بن کر رس جانا، جوانب، علاقے، ایکطرف، پگھلا ہوا تانبہ، پگھلے ہوئے مواد کی سطح

*****

سلسلہ وار موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 23

GOG AND MAGOG-یاجوج وماجوج

قرآنِ حکیم کے ہمیں آج تمسخ شدہ غلط تراجم ہی ورثے میں ملے ہیں، خواہ وہ ورثہ قدیمی ہو یا حالیہ زمانے کا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ساڑھے چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود بھی ہمارا نظریہ حیات الجھاووں سے بھرا ہوا ہے اور ایک تسلسل کے ساتھ زیر تفتیش و تحقیق لایا جا رہا ہے۔ تفاسیر کے ناقابلِ مطالعہ بلند پہاڑ موجود چلے آ رہے ہیں، اس کے باوجود بھی ہر شہر کے ہر تیسرے چوتھے محلے میں ایک عدد مفسر بیٹھا نہایت خلوصِ نیت سے ایک اور نئی اور سابقہ تمام کتابوں سے منفرد تفسیر لکھنے میں مشغول ہے۔ سوالات، بحث و مباحث اور ایک دوسرے کی نفی، تردید یا تنقید کا سلسلہ دشنام طرازی تک، حتیٰ کہ تکفیری نعرہ بازی کی حد تک جا پہنچتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے کہ اس عالیشان الہامی صحیفے سے علم و دانش کے موتی اس طرح چن کر ہماری زبان میں سامنے لے آئے کہ اس کا حقیقی بلند و بالا پیغام ہم سب کے لیے آسان فہم ہو جائے، یہ پیغام طلسماتی اور دیومالائی افسانوں سے پاک ہو جائے، عقلی علمی اور سائنسی معیارات پر پورا اتر پائے، اور اس میں کلامِ الٰہی کے اپنے متبرک و مقدس الفاظ کے ہمراہ کسی ایک بھی انسانی لفظ یا خیال کی ملاوٹ نہ پائی جائے۔ دراصل سخت محنت اور تحقیقی مہمات ہمارے آج کے مزاج کا حصہ ہی نہیں۔

جدید علمی اور عقلی تراجم کے اس سلسلے میں درجِ بالا معیار اپناتے ہوئے یہی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے کہ "مفہوم" کے نام پر ڈیڑھ ہزار سال سے چلا آ رہا التباس و اشتباہ، اور حک و اضافے کا یہ

سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ اور قرآن اپنے اعلیٰ ادبی اسلوب کے عین مطابق دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ انتہائی سختی اور قطعیت کے ساتھ صرف متکلم کی ذاتِ عالی شان کے خالص اپنے ہی الفاظ کے اردو ترجمے کے ساتھ۔

اس ضمن میں یہ اہم نکتہ آپ کے گوش گزار کر دیا جائے تو غیر مناسب نہ ہو گا کہ ہمارے کچھ "دانشور" ساتھی، ہمارے بزرگوں کی زبان سے سنی سنائی منطق کی تقلید کرتے ہوئے یہ اعلان کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ " قرآن کا تو ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا تو صرف مفہوم دوسری زبانوں میں منتقل کیا جا سکتا ہے"!!!! یا یہ کہ قرآن کا ترجمہ کرنا سب سے بڑی حماقت (یا ایسا ہی کچھ) ہے"۔!!! عقل کو استعمال میں لائے بغیر اس قسم کے فتاویٰ کا شوق رکھنے والے ساتھیوں کے سامنے یہ دلیل لائی جائے کہ وہ خود بھی قرآن کو "اردو زبان" ہی میں پڑھ کر سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ کیسے یہ احمقانہ بیان جاری کر سکتے ہیں؟؟؟ تو اُن کے پاس ہٹ دھرمی کے علاوہ کوئی جواب نہیں ہوتا ۔۔ ۔ ۔ حد تو یہ ہے کہ ہر تفسیر، خواہ نئی ہو یا قدیم، عموماً" پہلے ترجمہ ہی کرتی ہے، اور پھر اس کی تفسیر کے نام پر اس کی تشریح و توضیح کرتی ہے۔ یعنی ترجمہ ایک لازمی امر ہے۔ اب یہ سوال کہ اگر ترجمہ کر دیا جاتا ہے، تو پھر ہر ایک طالع آزما کو تفسیر یا تشریح یا مفہوم لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے؟۔۔۔۔۔ نہایت اہم سوال ہے! جواب اس اہم سوال کا نہایت آسان ہے۔ کیونکہ ترجمہ کرنے کی صلاحیت یا اہلیت نہیں ہوتی، اور ترجمہ غیر مربوط، غیر نمائندہ، اور غیر علمی و غیر عقلی ہوتا ہے، اس لیے پھر ایسے ترجمے کا جواز بھی پیش کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔ پھر اس جواز کے لیے اپنے خیالات اور اپنے ذاتی فہم کے مطابق، اور اپنی پست شعوری سطح کے مطابق، اُسی بے ربط، عامیانہ اور دیومالائی انداز میں تشریح فرما دی جاتی ہے جو اپنی اصل میں بمعنی "تاویلات" کے ہوتی ہے۔ اور یہ تشریح یا تفسیر معاملے کو قرین عقل بنانے کی بجائے مزید گنجلک کر دیتی ہے۔

آفاقی حقیقت تو یہ ہے کہ کلامِ الٰہی "للناس" یعنی تمام انسانیت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ اس کا بعینہٖ ترجمہ، بغیر کسی تشریح و تفسیر و توضیح غیر عربی زبان بولنے والوں کے لیے، اُن کی تمام زبانوں میں کر دیا جائے، تا کہ بجائے ایک چھوٹی سے عرب قوم کے، تمام انسانیت اس سر چشمے سے فیض وہدایت حاصل کرے۔ اسی لیے قرآنِ کریم 100 فیصد ترجمے کے لائق بنایا گیا ہے ۔ اسے ترجمے کے ناقابل تصور کرنا ایک یاوہ گوئی اور فضولیات کے علاوہ کچھ نہیں، جسے کوئی قرآنی سند حاصل نہیں ہے۔ ایسی یاوہ گوئی وہی کر سکتے ہیں جن میں راست اور ہر لحاظ سے خود تشریحی اور خود مکتفی ترجمہ کرنے کی اہلیت ہی نہ ہو،،،، یا اُن کا مقصد ہی قرآن کے حقیقی معانی کو بگاڑ کر پیش کرنا ہو، جس کے لیے اپنے ذاتی خیالات اور نیت و ارادوں کا شامل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ بے ایمانی سے بھرپور کام ہے جسے تفسیروں یا مفاہیم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اب قرآنی اصطلاح یاجوج وماجوج ہی کی مثال ملاحظہ فرمالیں کہ بجائے اس کے کہ حقیقی علمی ترجمہ درج بالا معیارات سے مطابق رکھنے والا ہو، لیکن اس کے بر عکس ہمیں آج تک ایک ایسا لایعنی اور غیر مربوط ترجمہ پڑھایا جاتا رہا ہے جس میں میتھولاجی یعنی قدیمی دیومالا پوری طرح کارفرما ہے۔ اور "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی" والا معاملہ درپیش ہے۔ پہلے کچھ مروجہ تراجم آپ کے سامنے پیش کر دیے جاتے ہیں جو اپنی رُوداد خود اپنی زبانی پیش کر رہے ہیں۔ قرآن میں یہ اصطلاحات صرف دو مقامات پر مندرج ہیں اور تصریف الآیات کے قیمتی اصول کے مطابق ایک مقام دوسرے کی خود ہی تشریح وتوضیح کر دیتا ہے۔ دیکھیے روایاتی تراجم کی چند مثالیں:-

سورۃ الانبیاء: 21/95-96:

وَ حَرٰمٌ عَلٰی قَرۡیَۃٍ اَهۡلَكۡنٰهَاۤ اَنَّهُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَ مَاۡجُوۡجُ وَ هُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ ﴿۹۶﴾

مولانا مودودی: اور ممکن نہیں ہے کہ جس ہستی کو ہم نے ہلاک کر دیا ہو وہ پھر پلٹ سکے۔ یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیے جائیں گے اور ہر بلندی سے وہ نکل پڑیں گے۔

فتح محمد جالندہری: اور جس بستی (والوں) کو ہم نے ہلاک کر دیا محال ہے کہ (وہ دنیا کی طرف رجوع کریں) وہ رجوع نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں۔

احمد علی: اور جن بستیوں کو ہم فنا کر چکے ہیں ان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں۔ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے چلے آئیں گے۔

محمد جوناگڑھی: اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا اس پر لازم ہے کہ وہاں کے لوگ پلٹ کر نہیں آئیں گے۔ یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

علامہ اسد: پس یہ ناقابلِ تردید طور پر سچ ہے کہ کوئی معاشرہ جسے ہم نے کبھی تباہ کیا ہو کہ وہ (ایسے لوگ ہیں جو) کبھی واپس نہیں آئیں گے (اپنی گناہ آلود راہوں سے)۔ اُس وقت تک جب یاجوج و ماجوج کھول دیے جائیں (دنیا پر) اور وہ ہجوم کر کے (دنیا کے) ہر کونے سے نکل پڑیں۔

علامہ پرویز: اس کے برعکس جن قوموں کی صلاحیتیں نشوونما پانے سے رُک جاتی ہیں، وہ تباہ ہو کر زندگی کی شادابیوں سے محروم رہ جاتی ہیں اور پھر لوٹ کر (مرفہ الحالی کی طرف) نہیں آسکتیں۔۔ البتہ اس کی ایک شکل یوں ہو جاتی ہے کہ جب قوت و شوکت کی مالک تیز خرام قومیں اپنے ملکوں سے نکل کر ان پس ماندہ اقوام کے ملکوں میں ڈیرے ڈال دیں، تو کچھ عرصہ کے بعد بطور ردعمل ان کمزور قوموں میں زندگی کی حرارت ابھر آتی ہے اور وہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کے لیے مصروفِ تگ و تاز ہو جاتی ہیں۔ اس سے انہیں دوبارہ زندگی مل جاتی ہے۔

درج بالا تراجم میں آپ دیکھیں گے کہ صرف آخری ترجمہ بقلم استاد علامہ پرویز ہی کافی درجے

میں معقولیت کا حامل ہے، لیکن پھر بھی ان کے ذاتی فہم پر مبنی ہے۔۔۔۔ذاتی فہم کو شامل کرنے کی اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اجازت نہیں دیتا۔۔۔۔باقی تو سب الّا ماشاءاللہ ہی ہیں۔ سَروں کے اوپر سے گذر جانے والے ہیں۔ یہ آسانی سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ خود مترجمین کو ترجمہ کرتے وقت یہ مکمل ادراک تھا کہ ان کے ترجمے عقل کے کسی بھی معیار پر پورے نہیں اُترتے، کیونکہ مکمل طور پر بے معنی ہیں۔ پھر بھی ان حضرات نے ان میں کوئی قرینِ عقل معنی پیدا کرنے کے لیے مطلوبہ تحقیق یا محنت کرنا گوارا نہ کیا۔۔۔۔۔۔۔ دراصل یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون یاجوج وماجوج؟ ۔۔۔۔ آخر کہاں پائے جاتے ہیں؟۔۔۔۔۔ کس پنجرے میں قید ہیں جہاں سے "کھول" دیے جائیں گے؟۔۔۔۔ اور پھر اس خیالی مخلوق کے بلندیوں سے اُتر کر حملہ آور ہونے سے کیسے "ہلاک کی گئی" قومیں دوبارہ زندگی پا جائیں گی؟۔۔۔۔ کیا ایسی بہت سی خیالی قومیں موجود ہیں، جو ہر پستی میں گر جانے والی قوم کے ساتھ ایسا کریں گی؟؟؟؟؟۔۔۔۔۔۔۔یوروپین اقوام نے تو، سبھی جانتے ہیں، کہ کرہ ارض کی تمام پستیاں اور بلندیاں دریافت کر لی ہیں اور اس قماش کی کوئی پنجروں میں بند قوم کسی بھی "بلندی" پر ان کے مشاہدہ میں نہیں آئی، جہاں سے یہ اُتر کر کبھی حملہ آور ہوگی!۔۔۔ نیز اگر یہ قوت و شوکت کی مالک قوموں کے حملوں کا ذکر ہے (اُستاد علامہ پرویز)، تو آج تک تو ایسی قوموں کے غلام بنائے ہوئے لوگوں میں کوئی بھی حرارت اُبھرتے ہوئے نہیں دیکھی گئی۔ یوروپین قوموں کی غلامی تین صدیوں سے مسلط ہے۔ اور کسی بھی حیاتِ نو کی بجائے یہ غلام قومیں آزاد ہو جانے کے باوجود معاشی اور عسکری اور تہذیبی غلام ہیں اور مسلسل ذلتوں کے تاریک غار میں گرتی جا رہی ہیں۔ منگول قوم کے حملوں کو بھی لگ بھگ آٹھ صدیاں بیت چکی ہیں، اور ان کے تاخت و تاراج کرنے کے بعد دوبارہ اُٹھ کھڑا ہونا تو کجا، خلافتِ اسلامیہ کا شیرازہ بالکل ہی بکھر گیا۔ طوائف الملوکی کے باعث جگہ جگہ خود مختار مملکتیں اُبھر آئیں جو آپس میں دست و گریباں رہیں۔ سلجوقیوں کی غلامی، ممالیک سلاطین کی غلامی،، عثمانی ترکوں کی غلامی،

سلطنتِ ایران کی از سرِ نو حکمرانی اور خود مختاری، کابل و سمرقند اور ہندوستان میں الگ خود مختار مستبد حکومتیں اور پھر مآلِ کار،،،، یوروپین اقوام کی طویل غلامی، جو آج تک کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے۔

اور اب ملاحظہ فرمائیں سیاق و سباق کے مطابق حقیقی علمی ترجمہ جس میں وضاحت و تشریح کے نام پر ایک بھی غیر قرآنی لفظ یا خیال پیش نہیں کیا گیا، لیکن جو سارا معاملہ ایک طبعی قانون کی شکل میں آسانی سے بیان کر رہا ہے:-

وَ حَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور ممنوع ہو جاتا ہے ایسی بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا یعنی پستی میں گرا دیا ہو (اھلکناھا) کہ وہ اپنے سابقہ مقام پر واپس آ سکے (یرجعون)، جب تک کہ ایسا نہ ہو جائے کہ ان کے تمام فسادی لوگوں [یاجوج و ماجوج] پر فتح پالی گئی ہو (فُتحت) اور انہیں تمام اونچے مقامات و مناصب (حدب)سے اُکھاڑ کر ٹکڑے کر کے پھینک دیا جائے (ینسلون)۔

اب اس جدید ترین ترجمے کو تمام سابقہ تراجم سے موازنہ کر کے چیک کر لیا جائے۔ بہت سی غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔

براہِ کرم چیک کریں: مودودی، صحیح انٹرنیشنل، پکتھال، یوسف علی، شاکر، محمد سرور، محسن خان، آربری، جالندھری، علامہ اسد، علامہ پرویز۔ سب کے ہاں آپکو سمجھ میں نہ آنے والا،،،، دیو مالائی،،،، یا غیر منطقی،،،،، یا خود ساختہ مفہوم کا حامل ،،،،، ترجمہ نظر آئیگا جو یاجوج ماجوج کا معنی نہیں جانتا۔ حالانکہ وہ قرآن میں ہی سورۃ کہف میں بآسانی سمجھا دیا گیا ہے۔ مزید برآں، بلا استثناء

سب کے ہاں "فتحت" کا معنی "کھول دینا" ہی فرض کر لیا گیا ہے جب کہ اس کا معنی فتح پانا، تسخیر کر لینا، شکست دے کر زیرِ نگوں کر لینا وغیرہ بھی ہے جو تمام لغات میں مندرج ہے اور قرآن سے بھی ثابت ہے، اور اس جگہ نہایت قرینِ عقل تعبیر بھی دے رہا ہے۔ لیکن ہماری روایت ہے کہ ہمارے پاس ہر عربی لفظ کا ایک ہی معنی موجود ہے، وہ جو ہمیں ہمارے دو نمبر کے ملوکیتی اسلام سے وراثت میں ملا ہے۔ اُس سے آگے ہم سوچنا ہی نہیں چاہتے۔

دیکھیں سورۃ کہف (18/94):

" قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ "

"اے ذی القرنین، درحقیقت یاجوج وماجوج زمین میں فساد پیدا کرنے کا سبب اور ذریعہ ہیں۔"

یہاں اللہ تعالیٰ خود ہی واضح فرما رہے ہیں کہ "یاجوج و ماجوج" محاورہ ہے جو زمین میں فساد برپا کرنے والے طاقتور طبقات کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ ہر قوم میں اس کے یاجوج ماجوج موجود ہوتے ہیں۔ اور وہ بڑے بلند مناصب سے چمٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں وہاں سے بزور کھینچ کر باہر لا پھینکنا ہوتا ہے۔ تب ہی قوم دوبارہ ترقی اور مرفع الحالی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔
مکمل آیت اس طرح پیش کی گئی ہے:۔

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾

ترجمہ: "انہوں نے اُسے مطلع کیا کہ کہ اے ذوالقرنین یہاں فساد پیدا کرنے والے گروہ ہیں

جنہوں نے ہماری زمین کے امن کو برباد کر دیا ہے۔ انہوں نے پیش کش کی کہ اگر ہم آپ کے لیے کچھ خراج کی ادائیگی مقرر کر دیں تو کیا ہمارے تحفظ کے لیے آپ ہمیں ان سے الگ کرنے کے لیے کوئی روک بنا دیں گے۔ اُس نے جواب دیا کہ جو کچھ اختیار اور وسائل میرے رب نے مجھے دیے ہیں وہ بہت بھرپور ہیں۔ بس تم لوگ اپنی تمام تر قوت سے میری اعانت کرو تو میں تمہارے اور اُن کے درمیان جو معاملہ ہے اُس کا سدباب کر دیتا ہوں۔

لیکن بلا استثناء تمام قدیم و جدید مفسرین نے اسے ایک منفرد قوم سمجھ کر اس کے مادے سے عجیب و غریب مطالب اخذ کیے ہیں اور اس اصطلاح کو کسی بڑی اور خاص خیالی قوم سے منسوب کر کے معاملے کو ابہامات سے بھر دیا ہے۔ سب نے ہی بائبل (تورات) کی کتب "حزقی ایل" اور "کتابِ مکاشفات" سے لے گئے اسی اصطلاح کے، قیاسات پر مبنی، ہزاروں سال قدیم اور حیرت اور استعجاب سے بھرپور دیومالائی معانی کو بغیر سوچے سمجھے درست مان کر قرآن میں بھی استعمال کر لیا ہے۔ اور خود اپنی عقل کو استعمال کرنے کی بجائے گھاس چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ جب کہ اِن سبھی نے ہمیشہ سے موقف بھی یہ اختیار کیا ہوا ہے کہ انجیل و تورات تو محرف کتابیں ہیں! کوئی پوچھے کہ بھائی صاحب، پھر کیوں آپ نے اندھوں کی مانند ان محرف کتابوں کے کیے ہوئے تراجم سے یاجوج و ماجوج کی قیاسی تعبیر مستعار لے کر من و عن قرآن پر تھوپ دی ہے ؟؟؟ یعنی تضادات سے کھیلنا ہمارے اِن پسماندہ لکھاریوں کی فطرتِ ثانیہ ہے۔

نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یاجوج و ماجوج کی تفسیریں ایسی گھڑی گئی ہیں کہ خود ساختہ تاویلات سے بیسیوں صفحات بھرے پڑے ہیں اور اس "ماورائی قوم" کی تعریف و تعبیر قلمبند کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے گئے ہیں۔ حالانکہ ہم اور یہ سبھی مفسرین بخوبی جانتے ہیں کہ قرآن کے ترجمے میں خود سے، یا اِدھر اُدھر کے قیاسات کی مدد سے، ایک لفظ کا اضافہ کرنا بھی ناقابلِ معافی جرم کے زمرے میں آتا ہے۔ پس ہمارے اس قماش کے تراجم تو ہیں ہی "سبحان اللہ"، لیکن ہماری جملہ

موروثی تفاسیر تو اس جرم و گناہ کی زندہ اور بھاری بوجھل "وارداتیں" کہلانے کی مستحق باور ہوتی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!!!!

براہِ کرم مطالعہ فرمایئے: قرآن کے سلسلہ وار "موضوعاتی" تراجم کی قسط نمبر (22) – حضرت موسیٰ کا تربیتی سفر، حضرت خضر کی ہمراہی، ذوالقرنین کے کارنامے۔ سورۃ الکہف سے ماخوذ (آیات 60 سے 99)"۔ لنک: ebooks.i360.pk۔

خاص الفاظ کے مستند معانی:

ن س ل: نسل: ینسل: ینسلون: پیدا کرنا، پرورش کرنا، باپ (بچے)

فعل: نوچ کر اکھاڑ لینا، باہر نکال دینا، ریشہ ریشہ کر کے علیحدہ کر دینا، چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دینا، مذمت / ملامت / لعنت کرنا، گرہ کھولنا

ح د ب: حدب: نمایاں طور پر ابھرا ہوا، بلند کیا گیا، اونچے مقام پر فائز، نشوونما یا ترقی یا پرورش یافتہ۔ بڑھ کر بلندی حاصل کیا ہوا۔

N s l : نسل : to beget, procreate, sire, father (children)

Verb: to pluck out; to pluck, to ravel out, unravel(to open a knot), to fall out, to separate into fibers, to shred, undo, to fall out; to imprecate (offensive words).

H d b : حدب : noun: protuberant; raised high, elevated, grown up; grown high.

*****

اقم الصلوٰۃ کے مجوزہ اوقات

THE PRESCRIBED TIMINGS TO ESTABLISH THE DIVINE DISCIPLINE

قرآنِ حکیم کی جدید تحقیق میں دلچسپی لینے والے اذہان کے لیے اقامت الصلاۃ کے اوقات سے متعلق

چند نہایت اہم آیات کے روایتی تراجم پر بحث و دلائل اور انکا جدید ترین عقلی / شعوری ترجمہ:

حصہ اول آیت 17/ 78-79:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿٧٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿٧٩﴾

پہلے ملاحظہ فرمائیں روایتی ترجمہ۔

ابوالاعلیٰ مودودی:

"نماز قائم کرو زوالِ آفتاب سے لے کر اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو، کیونکہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے۔"

علامہ اسد:

Be constant in (thy)prayer from the time when the sun has passed its zenith till the darkness of night, and (be ever mindful of its) recitation at dawn; for, behold, the recitation (of prayer) at dawn is indeed witnessed (by all that is holy).

بحث:

یہاں ناقابلِ تاویل وتردید انداز میں اقمِ الصلوٰۃ کا مقصد،،،، "لِدلوک الشمس"،،،،، قرار دیا گیا ہے۔ یعنی "دلوک الشمس کے لیے"۔ فرمایا ہے کہ دلوک الشمس "کے لیے" اقم الصلوٰۃ کا عمل کرو۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ "دلوک الشمس" کوئی بڑا مقصد ہے جس کے لیے "اقم الصلوٰۃ" کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے احکامات کی پیروی کا ضابطہ یا نظام قائم کرو،،، اس لیے کہ،،،، دلوک الشمس ،،،، کے مقصد کا حصول کیا جائے۔ پس واضح ہے کہ یہاں دلوک الشمس کوئی بھی وقت یا زمانہ نہیں ہو سکتا بلکہ ایک مقصد ہے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ یہ ایک مقصد ہے، تو یہ بھی ظاہر ہے کہ یہاں "شمس" سورج کے لیے نہیں بلکہ استعارے کے طور پر "شان یا عروج"(glory) کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ "سورج" کا حصول تو کوئی منطقی مقصد نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی یہاں صلوٰۃ کا معنی "نماز" ہو سکتا ہے، کہ نماز "پڑھنے" سے سورج کا حصول تو ہمیشہ سے ہی سیدھا سیدھا "وہم و خیال و قیاس و گمان است" والا معاملہ ثابت ہو چکا ہے۔ دلوک الشمس ایک مرکبِ اضافی ہے، یعنی "شمس کا دلوک"۔ شمس یعنی شان یا عروج کا "دلک یا دلوک" سے مراد ،،،،، شان یا عروج کے حصول کے مقصد کا سختی سے تقاضا کرنا یا اس پر سختی سے زور دینا ہے۔

"الیٰ غسق اللیل" سے مراد ہے کہ درجِ بالا مقصد وہاں تک حاصل کرنا ہے جہاں تک اندھیرا معدوم ہو جائے کیونکہ غسق "معدوم کر دینے" کا مستند معانی بھی رکھتا ہے،،،،، اور،،،،
"قرآن الفجر" یعنی صبح کی روشنی کو،،، "قرآن"،،، یعنی کھینچ کر سامنے لے آیا جائے۔ قرآن کا معنی ،،،، سامنے لے آنا، نمودار کرنا بھی ہے۔(to bring forth, to draw forth, to cast forth)۔

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام روایتی و جدید مفسرین و مترجمین نے اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت یہی زور دیا ہے کہ یہاں یا تو۔۔۔ "سورج کے زوال کے وقت" نماز پڑھو کہا گیا ہے،،،، یا یہ کہ،،،، الصلوٰۃ کا نظام سورج کی حرکت کے ساتھ ساتھ، یعنی پورے دن کے دوران، قائم کرو۔ "لِ دلوک الشمس" کا ابتدائی "ل" سب نے ہی نہایت مجرمانہ طور پر نظر انداز کیا، جس سے مراد۔۔ "کے لیے"، "کی خاطر"۔۔۔ وغیرہ ہوتا ہے۔ پس یہاں یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ "نماز سورج کے زوال کے وقت" پڑھو،،،، یا "نظامِ صلوٰۃ سورج کے زوال یا حرکت کے ساتھ" قائم کرو۔۔۔ کیونکہ اس طرح "لِ" کو صریحا" نظر انداز کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ اور نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ "نماز سورج کے زوال کے لیے" پڑھو،،،، یا،،،، "نظامِ صلوٰۃ سورج کے زوال کے لیے، یا سورج کی چال یا حرکت کے لیے" قائم کرو۔۔۔ ظاہر ہے کہ بے ربط اور بے معنی ہو کر قرینِ عقل ہی نہیں رہتا۔ پس لازم ہے کہ "الشمس" کا لفظی نہیں بلکہ استعاراتی معنی لیا جائے۔
یہ بھی کہا گیا کہ اس کام کو "ابتدائے شب" کے دوران بھی کرو۔ حالانکہ یہاں لفظ "الیٰ" "غسق اللیل ہے۔۔۔ "غسق اللیل واقع ہو جانے تک"۔ یعنی یہاں بھی اپنی ذاتی فہم یا مرضی، یا پھر اندھی تقلید، استعمال کی گئی اور زبان دانی کے اصولوں کو خاک میں ملایا گیا۔
پھر یہ بھی لکھا گیا کہ "قرآن" کو "فجر" کے وقت پڑھا کرو (قرآن الفجر)،،،، کیونکہ زیادہ سمجھ میں آتا ہے۔ کتنی بڑی بے وقوفی ہے کہ جسے صبح کے وقت پڑھنے کی فرصت ہی حاصل نہیں، اسے

قرآن سمجھ میں ہی نہیں آسکتا،،،یا کم سمجھ میں آیگا؟؟؟ یعنی قرآن کا صرف "صبح" کے ساتھ ہی ایک احمقانہ تال میل بنا دیا گیا۔ یوں قرآنِ حکیم کا دن یا رات کے بقایا اوقات میں پڑھنا بے کار ولا حاصل بنا دیا گیا، اور عقل کی فاتحہ پڑھ لی گئی۔ حالانکہ یہاں پھر ایک عدد مرکبِ اضافی ہے۔ یعنی "الفجر کا قرآن"۔۔۔۔پو پھٹنے کی روشنی کا،،،یا،،،دن کی روشنی کا،،، کھینچ کر سامنے لے آنا۔ یہاں "دن یا صبح کے طلوع کا پڑھنا یا مطالعہ "،،،،،یا "دن یا صبح کا قرآن"،،،، کیسے قرین عقل ہو سکتا ہے؟؟؟؟ قرآن نہ تو دن کا ہوتا ہے نہ ہی صبح کا! یہ تو ایک ہمہ وقتی استفادے کا ضابطہِ کردار یا ہدایت نامہ ہے۔

پھر یہ بھی کہ "فتھجد بہ" سے نمازِ تہجد خواہ مخواہ اخذ کر لی گئی اور ایک توہم پرست امت پر بالجبر منڈھ دی گئی۔ جبکہ یہاں سابقہ جملے کی مطابقت میں جہالت کے اندھیروں (اللیل) ہی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اِن کے ہوتے ہوئے نہایت ہوشیار اور خبردار رہو، جاگتے رہو۔ بھلا سارے دن کی انقلابی مہمات کے بعد تھکے ہوئے انسان کو، جو نہ جانے کتنی رات گئے سویا ہے، اگر آدھی رات کے بعد پھر ایک بار کسی نماز کے لیے اُٹھا لیا جائے، تو اگلے دن وہ بے چارہ کس محنت یا نئی مہم کے قابل رہ سکتا ہے؟ رات کی نیند لینا تو انسانی زندگی کا فطری تقاضا ہے، اور خرچ کی گئی توانائیوں کو بحال کرتا ہے۔ اور پھر، خدا کے لیے، یہاں وہ کون سا لفظ ہے جو کسی نماز یا عبادت پر محمول کیا جا سکے؟

تو آیئے عہدِ ملوکیت کی ان طفلانہ،،،یا،،،، خواہش پرستانہ لغویات کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے، اب خالص علمی تحقیق کے ذریعے ایک ایسا قرینِ عقل ترجمہ کر لیا جائے جو کسی بھی اعلیٰ معیار پر پورا اترتے ہوئے قرآن کے حقیقی مقصد سے مطابقت بھی رکھے، اور اس کی سچی اور پاک صورت بھی دنیا کے سامنے لے آئے۔

جدید تحقیقی اور قرین عقل ترجمہ—اردو

اللہ کے احکامات کی پیروی کے ڈسپلن کو (أَقِمِ الصَّلَاةَ) مضبوطی کے ساتھ قائم کرو، اس لیے کہ عروج و شان کے حصول کا مقصد حاصل کر سکو (لِدُلُوکِ الشَّمْسِ) یہاں تک کہ جہالت کے اندھیرے مکمل طور پر معدوم ہو جائیں (إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ)، اور صبحِ صادق کی روشنی کو کھینچ کر سامنے لے آیا جائے (وَقُرْآنَ الْفَجْرِ)۔ بے شک اندھیروں کے تسلط میں صبح کی روشنی کا سامنے لے آنا ایک بڑا نمایاں کارنامہ ہوتا ہے (كَانَ مَشْهُودًا)۔ اور جب تک جہالت کا یہ اندھیرا موجود ہے، تو اس کے معاملے میں لگاتار ہوشیار اور خبر دار رہنے کی ضرورت ہے (فَتَهَجَّدْ بِهِ)۔ یہ تمہارے لیے ایک اضافی ذمہ داری ہے (نَافِلَةً لَّكَ)۔ تا کہ ایسا ممکن ہو جائے کہ تمہارا رب تمہیں عروج عطا کر کے ایک بلند اور قابلِ تعریف منصب (مَقَامًا مَّحْمُودًا) پر فائز فرمادے۔

ترجمہ—انگلش

Establish firmly the submission to Divine Commandments (الصلوٰۃ) for the pursuit (لدلوک) of Glory (عروج۔ الشمس) up to the point of total disappearance (obscuring) of darkness (غسق اللیل) and up to the drawing forth (قرآن) of the light of Dawn (الفجر). Indeed the bringing forth of the Dawn(قرآن الفجر) is alwaysa prominently manifest phenomenon (مشھودا). And while the darkness of ignorance persists (وَمِنَ اللَّيْلِ), you must,in its midst, always remain awake and vigilant (فَتَهَجَّدْ بِهِ); it's an additional obligation for you;

so that your Lord may glorify and raise you to a highly praised status/position (مَقَامًا مَّحْمُوْدًا).

خاص الفاظ کے مستند معانی

دلک: دلوک: Pressing hard, urging, to discipine, try, to prove, to render, teach, to familiarize, to habituate, the act of rubbing, pressing or squeezing, eat, consume, decline, decline after midday, of the sun, the sun becomes high، کسی مقصد کے لیے سختی سے عمل کرنا/تقاضا کرنا/منضبط کرنا/کوشش/ثابت کرنا/چھوڑ دینا/سکھانا، تعلیم دینا، مانوس کرنا، عادت ڈال دینا، رگڑنے، ملنے کا عمل، دبانا یا بھینچنا، کھانا، استعمال/خرچ کر دینا/زوال، دوپہر کے بعد زوال، سورج کا، (سورج کا) بلند ہو جانا۔

الشمس: روشن اور باصلاحیت ہو جانا، عروج اور شان والا ہونا۔ دھوپ میں بیٹھ جانا، سورج، سونا، ماخذ، چشمہ۔ to be bright, be glorious, be sunny. shams – sun, gold, source, spring.

غسق: Ice cold darkness, watery, thick purulent matter that flows or drips, dark/murky/cold fluid; sunset and nightfall, darkness/shed tears/to become obscure. سورج کا غروب ہونا/رات کا آجانا، اندھیرا/آنسو بہانا/معدوم ہو جانا

اللیل: رات؛ اندھیرا/ night, darkness of night, darkness.

قرآن الفجر: قرآن: to recite, to read, to compile, to collect, study, explanation, investigation, collected together, draw it, to draw

forth, to bring forth; to cast forth.، پڑھنا، تکمیل کرنا، مطالعہ کرنا، بیان، واضح کرنا، تفتیش کرنا، جمع کر کے اکٹھا کرنا، کھینچ کر حاصل کر لینا، سامنے لے آنا، کھینچ کر سامنے لانا، سامنے رکھ دینا۔

الفجر:.break open/cut/divide lengthwise/dawn, sunrise, daybreak، پھاڑ کر کھول دینا/کاٹ دینا/ لمبائی میں تقسیم کر دینا/ صبحِ صادق /سورج کا طلوع ہونا/دن کا نمودار ہونا

تھجد: ھجد؛ھ ج د: to sleep watch, to remain awake

نفل : give spoil, gift, voluntary gift, a deed beyond what is obligatory. اضافی ذمہ داری،

اقم الصلاۃ - حصہ دوم

اقم الصلوٰۃ ہی کے بارے ایک اور نہایت اہم آیت ہے جسے قرآنی ساتھیوں کے مطالبے پر زیر تحقیق لایا گیا ہے۔ تمام زندہ شعور کے مالک محترم بھائیوں کے لیے اس کے پرانے معنی پر بحث اور اس کا حقیقی قرآنی پیغام کے شایانِ شان اور انتہائی قرینِ عقل ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

آیت:11/114:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ﴿١١٤﴾

پہلے روایتی تراجم:

ابوالاعلیٰ مودودی

"اور دیکھو، نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر، در حقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاددہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں۔

علامہ اسد

And be constant in praying at the begining and the end of the day, as well as during the early watches of the night: for, verily, good deeds drive away evil deeds: this is a reminder to all who bear (God) in mind.

ایک مروجہ قرآنی ترجمہ:

علامہ پرویز

اپنے پروگرام کی تکمیل کے لیے تمہیں چاہیئے کہ صلاۃ کے اجتماعات کا انتظام دن کے پھوٹنے پر اور دن کے اختتام پر کرو اور رات کے ابتدائی حصے میں۔ تمہارے اچھے کاموں سے پیدا ہونے والے نتائج تمہاری خطاکاریوں کے غلط اثرات کو مٹا دیں گے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کے قوانین کی پابندی کرتے ہیں۔ (From: Exposition of the Holy Quran by Tulu-e-Islam Trust)

بحث: (یہاں یہ یاد رہے کہ بحث صرف مروجہ تراجم کو غلط ثابت کرنے کا مقصد رکھتی ہے۔ جدید عقلی ترجمہ جو اواخر میں پیش کیا جا رہا ہے، اپنی تفہیم خود ہی کرتا ہے، کسی بھی بحث کی ضرورت کے بغیر۔یہی کلامِ الٰہی کا سب سے بڑا وصف ہے، بشرطیکہ ترجمہ علم اور بصیرت کی روشنی میں کیا گیا ہو)

یہاں فرمایا گیا ہے کہ صلوٰۃ قائم کرو "طرفی النھار"،،،،، یعنی ،،،،"النھار کی دونوں اطراف" ،،،،،۔ اب یہاں یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی گئی کہ "النھار" کیا معنی دیتا ہے،،،،اور "طرف" کس قدر وسیع المعانی جہات رکھتا ہے! نہایت ہی عامیانہ، بلکہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ "بازاری" اور "گھٹیا" ترجمہ ،،،،"دن کے دونوں سِرے"،،، کر کے معاملہ نبٹا دیا گیا۔۔۔۔ نہ خوفِ خدا اور نہ ہی قرآن کے بلند و بالا علمی و ادبی اسلوب کی جانب ذرہ برابر بھی توجہ دی گئی، نہ ہی عقل و شعور کا استعمال کیا گیا۔۔۔۔ آفرین ہے امت کے اماموں کی اس ذہنی پسماندگی پر! آخر "دن" کے دو "اطراف" ہی کیوں؟ ۔۔۔ سارے دن کے لیے اس قیام کا آرڈر کیوں نہ دیا گیا؟۔۔۔ کوئی معقول وجہ؟؟؟۔۔۔ کوئی نہیں۔ شاید اس لیے کہ اسے ایک پوجا کی رسم مان لیا گیا۔ تو پھر آخر منطقی اور قابلِ فہم طریقے سے "دن کے ابتدا اور انتہاء" کا ذکر کرنے کی بجائے دن کے "اطراف" ہی کیوں کہا گیا؟ بلکہ علامہ پرویز نے ہی کچھ پیش رفت کی اور اپنے ترجمے میں "طرفی" کے معانی میں "دن کے ابتدا اور انتہاء" کا ذکر کیا۔ کیونکہ بات کہنے کا یہی ایک معقول طریقہ تھا۔ لیکن بات پھر بھی بن نہ سکی کیوں کہ "طرف" کا عربی لفظ۔۔"ابتدا اور انتہاء"۔۔ کا معانی نہیں دیتا۔

نیز یہ مسئلہ پھر بھی موجود رہا کہ دن کے صرف دونوں اطراف ہی میں، یا دونوں حصوں میں، آخر کیا خاص بات تھی؟۔۔۔۔ اور پھر یہ دونوں اطراف، وقت کی چند گھڑیوں میں ہی گذر کر تمام ہو جاتے ہیں۔ کوئی بھی کوشش وقت کی ان چند مختصر گھڑیوں میں کی جائے، یا کوئی بھی بڑی مہم چلائی جائے،،،، تو کیا نتائج پیدا کرے گی؟ ۔۔۔ یہ تو ایک چھوٹا سا پارٹ ٹائم جاب ہو گیا؟۔۔۔ چند منٹ کے لیے۔۔۔ یعنی دن کی ابتدا بھی چند منٹ تک رہتی ہے،،،، اور انتہاء بھی چند منٹ بعد رات کی تاریکی بن جاتی ہے۔!!! صرف اتنی سی دیر کے لیے ہی "اقم الصلوٰۃ" کا عمل کیا جائے؟؟؟ اور عقل و شعور کو گھاس چرنے چھوڑ دیا جائے!!!!

اور پھر "صلوٰۃ کے قیام" کو تو "طرف" کے اس ترجمے کے باعث وہی قدیمی فرسودہ۔۔۔ "نماز کا

پڑھنا"۔۔۔ قرار دینا ہی پڑا۔۔۔ یعنی تمام انسانی فلاح و شعوری ارتقاء کا عظیم فلسفہ ، نماز کے "پڑھنے"،،، اور پڑھنا بھی کہاں کا،،،،،،، صرف اُٹھک بیٹھک پر ہی ٹرخا دیا گیا ہے،،،،، کیونکہ اکثریت کہاں جانتی ہے کہ نماز میں کیا پڑھا، یا کیا کہا جا رہا ہے،،،،،،،، اور یہ سب کچھ اِس حقیقتِ ثابتہ کے باوجود کہ یہ بے سُود و بے نتیجہ نماز لگ بھگ چودہ سو سال سے پڑھی جا رہی ہے، اور 35 ہجری میں ملوکیت کے آغاز سے آج کے دن تک مسلم دنیا میں وہی کشت و خون، وہی طبقاتی امتیاز، وہی فرعونیت اور استحصالی سیاست، اور وہی غربت، افلاس، جہالت، تنگ نظری، اور انسانوں پر ہمیشہ سے اپنوں اور غیروں کی غلامی مسلط ہے۔ جب کہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ "اقامت الصلوٰۃ" تو وہ عظیم الشان الہامی ڈسپلن ہے جو خلافتِ راشدہ (حضرت عثمان تک) کے بعد کبھی آج کے دن تک نافذ ہی نہیں کیا گیا۔ ورنہ اس کے کچھ خوشگوار اور مثبت اثرات ملّت کے منجمد اور دقیانوسی ذہنوں پر کہیں نہ کہیں تو ضرور ظاہر ہوتے!!!

اور سوچیں کہ دن میں "دو نمازیں"۔۔۔ ایک صبح یعنی فجر اور ایک شام، یعنی مغرب۔۔۔ اگر بالفرضِ محال مان بھی لیا جائے، تو پھر صرف دو ہی نمازوں کا ایک جزوی آرڈر کیوں دیا گیا؟۔۔۔ اگر نمازیں پانچ تھیں، تو ان کے لیے ایک جامع، مربوط اور مکمل آرڈر کیوں صادر نہ فرمایا گیا؟۔۔۔ اور پھر آخر نمازوں کا آرڈر توڑ توڑ کر کیوں دیا جا رہا ہے؟۔۔۔ کیوں کہ دوسری جگہ سے پھر ایک بار "فجر کی نماز" اور رات میں ایک اور بھی نماز، یعنی "عشاء کی نماز" کا بھی استنباط کیا جا رہا ہے؟ (قبلِ صلاۃ الفجر،،،،، بعد صلاۃ العشاء)۔۔۔ اور پھر ایک اور جگہ ایک مزید "صلاۃ الوسطیٰ" یعنی وسطی نماز۔ یا،،،، "ظہر (اور کبھی عصر) کی نماز"،،،، مراد لی جا رہی ہے۔ اگر یہ نماز ہی ہے، اور توڑ توڑ کر پانچ نمازوں کی جانب اشارہ ہے، تو پھر بھی آخر کیا امر مانع تھا کہ وضاحت سے اور صراحت کے ساتھ ایک بار، اور متعدد بار بھی، پانچوں نمازوں کو انتہائی حتمی شکل میں روشنی میں لایا جاتا؟۔ ۔۔۔۔ ابہام اور کنفیوزن پیدا کرنے میں کیا حکمت پنہاں تھی؟ ۔۔۔۔ پَس صاف ظاہر ہے کہ

ابہامات کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں، نہ ہی اُس ذاتِ پاک کا کلام ہے، بلکہ ہمارے ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے وہ امام ہیں جو ملوکیت کے دو نمبری اسلام کو دوام بخشنے کے لیے عقل اور منطق سے عاری تراجم اور گھٹیا تاویلات کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم رکھنے پر مجبور ہیں!!! اللہ ہی سمجھے۔

"النھار" ملامت، استرداد اور سختیوں کے تسلط کو کہا جاتا ہے۔ بیشک نہار دن بھی ہوتا ہے، لیکن یہ لفظ اپنے محاوراتی اور استعاراتی معانی بھی رکھتا ہے جو ایک ادبِ عالی پر مبنی تحریر کے لازمی اوصاف ہوتے ہیں۔ "طرف" کو علمی اور ادبی اسلوب میں "دشمن کی صفوں کی انتہائی حدود" کو، اور ان پر "حملے" کو، نیز سائڈ اور پہلو کو بھی کہا جاتا ہے۔

پھر "زلفا من اللیل" کا۔۔۔ "کچھ رات گذرنے پر"۔۔۔۔ "یا ابتدائے شب"۔۔۔ کی شکل میں نہایت آسانی سے ترجمہ کر دیا گیا۔ یہ سوچنے کی زحمت بھی نہ کی گئی کہ "زلفا" قریب آنے، قربت، نزدیک، اور نزدیکی اپروچ کرنے کو کہا گیا ہے اور کئی آیات اس معنی پر شاہد ہیں جن کا حوالہ نیچے مستند تراجم میں دے دیا گیا ہے۔ اور ویسے بھی "ابتدائے شب" تو اِن کے اپنے کیے ہوئے "طرفی النھار" کے ترجمے میں بھی، "انتہائے دن" کی رُو سے پہلے ہی سے موجود ہے۔ کیونکہ انتہائے دن خود بخود "ابتدائے شب" ہو جاتا ہے - گو چند منٹ بعد ہی سہی۔۔ تو پھر کیوں ایک ہی فقرے میں دوبارہ وہی "ابتدائے شب"؟۔۔۔ اور رہ گئی "اللیل"، تو خواہ لیل ہو یا اللیل، ان کوتاہ نظروں کو صرف ایک ہی معنی سکھایا گیا ہے۔۔۔۔ وہی نہایت عامیانہ اور بازاری۔۔۔۔۔ یعنی "رات"۔۔۔۔۔ محاورے، استعارے، تشبیہ، یا ضرب المثل سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ قرآن کے ایک ادبِ عالی کا شہ پارہ ہونے سے انہیں کوئی مطلب یا تعلق نہیں! خدا غارت کرے ان قرآن کو غارت کرنے والوں کو،،،،، یا پھر اپنا جذبہ رحم حرکت میں لے آئے۔

حالیہ زمانے میں آنے والے قرآنی علماء نے، جن میں محترم استاد جناب علامہ پرویز شامل ہیں، اگرچہ اہم پیش رفت کرتے ہوئے لفظ صلوٰۃ کی تعبیر تو درست انداز میں کر دی۔ لیکن درست

سمت میں تحقیق مکمل نہ کرتے ہوئے، بقایا کام کافی ادھورا چھوڑ دیا۔ لیکن شاید یہ وقت کا تقاضا بھی تھا۔ تکمیل اور بہتری ارتقاء کے سفر کے ساتھ ساتھ ہی اپنی انتہاء تک پہنچتی ہے، اور اس سے قبل ہر نسل کے ساتھ ساتھ بتدریج آگے بڑھتی رہتی ہے۔ کیونکہ ہم اُن کے شاگرد ہیں اور انہی کی عطا کردہ لائن کو آگے بڑھانے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اس لیے، بہر حال، اِس ارتقائی کاروائی کو جاری رکھنا ہمارا اور آنے والی نسلوں میں سے دانشوروں کا اور محققین کا فرضِ منصبی ہے۔ کیونکہ بگاڑنے والے اتنی زیادہ ابتری اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے ہیں، اور اصلاح کا کام اتنی تاخیر سے شروع ہوا ہے، کہ ایک دو نسلوں کے لیے اس کی تکمیل ممکن نہیں۔۔۔۔ اس کے لیے وقت تو درکار ہے،،،،بہت ساوقت،،،،،شاید آنیوالی ان گنت نسلیں!!!

تو پھر اس عہدِ ملوکیت کی دھوکے بازی اور لغویات کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے، آیئے اس آیتِ مبارکہ کا اس کائنات کے عظیم و برتر خالق کے شایانِ شان، جو خود اس شاندار عبارت کا متکلم ہے، ترجمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جدید ترین تحقیقی اردو ترجمہ

ملامت، تردید اور سختیوں کے اِس بہتے ہوئے دھارے کے دونوں کناروں یا اطراف پر پیش قدمی کرتے ہوئے (طرفیِ النھار) اللہ کے احکامات کی اطاعت کے ضابطے کو مضبوطی سے قائم کر دو (اقم الصلوٰۃ) اور اسے جہالت کے اندھیروں کی تمام حدود کے قریب تر لے جاؤ (زلفا" من اللیل)، کیونکہ یہی وہ خوبصورت اور منفعت بخش اصول و احکامات ہیں (الحسنات) جو تمام انسانی کمزوریوں اور برائیوں (السیئات) کو رفع کر دیتے ہیں۔ یہی زندہ شعور رکھنے والے ذمہ داران کے لیے ہدایت / نصیحت / یاد دہانی ہے۔

انگلش ترجمہ:

While attacking both edges/sides of the current rapidly flowing stream of repulsion, reproach and chiding , establish firmly the Discipline embodying the pursuit of Divine Commandments, and take this mission up to close proximity of the darkness of ignorance; because this is the handsome and benificient Discipline which alleviates all human evils and weaknesses of character. For the mindful responsible people, it is but an advice and admonition.

متعلقہ الفاظ کے مستند معانی

طرف = Tay-Ra-Fa = attack the extremity of the enemy's lines, chose a thing, extremity, edge, lateral/adjacent/outward part, side, border, end, newly acquired, proximity, fringes.

leaders/thinkers/scholars, best of the fruits.

Look from outer angle of eye, twinkle in eye, putting eyelids in motion, looking, glance, blinking, raise/open eyes, hurt the eye and make it water.

descend from an ancient family, noble man in respect of ancestry.

دشمن کی آخری لائنوں پر حملہ کرنا، کسی چیز کو چننا، انتہاء، کنارہ، ملحقہ / کسی چیز کی اطراف / بیرونی حصہ، بارڈر، آخری سرا، کسی چیز کا نیا حصول، قربت، آخری حصے۔ قائدین / مفکرین / علماء، بہترین

فروٹ / نتائج۔ آنکھ کے خارجی زاویے سے دیکھنا، آنکھ کا جگمگانہ، پلکوں کو حرکت میں لانا، نظر، نظر جھپکنا، اُٹھانا / آنکھیں کھولنا، آنکھ کو نقصان پہنچالینا جس سے پانی رسنے لگے۔ کسی قدیمی فیملی کے وارث ہونا، نسلی طور پر اعلیٰ خاندان سے تعلق۔

ن ہ ر =Nuun-ha-Ra = to cause stream to flow, repulse, reproach, flow abundantly, drive back, brow beat, chide, do in the day time, day, daytime, daylight hours (from dawn to dusk). ملامت، استرداد، ندی کا بہاؤ جاری کرنا، فراوانی سے بہنا، واپس مڑنا، تنگ کرنا، دن کے وقت کرنا، دن، دن کا وقت، دن کی روشنی کا وقت۔

ز ل ف = Zay-Lam-Fa = draw near/close, advance, nearness/closeness/proximity. قربت، قریب لے آنا، پیش قدمی کرنا، نزدیک ہو جانا، نزدیکی۔

Azlafnaa (prf. 3rd. p. f. plu. IV): We brought near, caused to draw near

Uzlifat (pp. 3rd p.f. sing. IV): It is brought near

Zulafan (n. acc.): Early hours

Zulfatan (n. acc.): Night

Zulfaa (v.n.): Approach; near

zalafa vb. (1)

zulfa n.f. (pl. *zulaf*) - 11:114, 34:37, 38:25, 38:40, 39:3

zulfah n.f. (adv.) - 67:27

یہاں اُسی اقم الصلاۃ کے مشن کو" وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ "کی اصطلاح سے بیان کیا گیا ہے۔

لیجیئے، وہی ہوا جس کا اندیشہ ہم قرآنیوں کو ہمیشہ درپیش رہتا ہے۔
اقم الصلاۃ کا انتہائی قرین عقل ترجمہ ہمارے "خیر خواہوں" میں سے چند ایک کو پسند نہیں آیا۔۔۔ اُسے کالعدم تو قرار نہ دے سکے، نہ ہی انشاءاللہ دے سکیں گے۔ مگر بھرمار کر دی دیگر ہم معنی آیات کی،،،، اِس چیلنج کے ساتھ کہ ان کا بھی ترجمہ جدید علمی و ادبی انداز میں کر کے دکھایئے تو آپ کو صحیح مانیں گے۔ (راز کی بات یہ ہے کہ صحیح تو یہ پھر بھی نہ مانیں گے)
کچھ آیات درج ذیل ہیں۔ حسبِ توفیق، قرآن کے بلند و بالا علمی و ادبی اسلوب کی مکمل ترجمانی کرتے ہوئے ترجمے کی کوشش کی ہے، اس لیے کہ،،،،،، "شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات"۔
سمجھنے کی بات یہاں دراصل یہ ہے کہ یہاں " مذہبیت" (religiosity) اور " نظریے" (Ideology/Idealism) کا نزاع ہے۔ وہی تاریخی نزاع جسے حکیم الامت، علامہ اقبال نے اسلامی فقہ کی تشکیل پر روشنی ڈالتے ہوئے ثقیل الفاظ میں استخراج (Deduction) اور استقراء (Induction) کے نام سے نشان زد کیا تھا۔ ہم یہاں ایک الہامی نظریہ حیات کو اس کی عظیم آفاقی و انسانی اقدار کے ہمراہ پیش کر رہے ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس ہمارے "کرم فرما" اُسی الہامی نظریے کو مسخ کرتے ہوئے، یعنی اُس کا لفظی، عامیانہ اور بازاری ترجمہ کرتے ہوئے، اُسے ایک محدود مذہبی قالب میں ڈھال رہے ہیں۔ وہ قالب جو صرف پرستش، زبانی حمد و ثناء، زبانی عقائد و ایمان، اور لایعنی رسومات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور جہاں آپ کا عمومی سیرت و کردار

اور معاشرے میں آپ کی عملی کارکردگی ایک غیر اہم یا ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔

تو آیئے پہلے روایتی تراجم پر بحث کر لیتے ہیں، پھر چیلنج کو قبول کرتے ہوئے علمی و ادبی نظریاتی ترجمے پیش کر دیتے ہیں، جو "مذہبی" تراجم کے بالکل برعکس ہیں۔ درج ذیل آیات پیش کی گئی ہیں۔

50/39-40فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ :

ابو الاعلیٰ مودودی:

پس اے نبی، جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر صبر کرو، اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو، طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے۔ اور رات کے وقت پھر اُس کی تسبیح کرو اور سجدہ ریزیوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی۔ اور سنو جس دن منادی کرنے والا (ہر شخص کے) قریب ہی سے پکارے گا۔

علامہ اسد:

"Hence, bear thou with patience whatever they may say, and extol thy Sustainer's limitless glory and praise before the rising of the sun and before its setting; and in the night, too, extol His glory, and at every prayer's end. And (always)

listen for the day when He who issues the call (of death) shall call (thee) from close-by."

علامہ پرویز:

"بہر حال جو کچھ وہ تمہارے خلاف بولتے ہیں، تمہیں اس سے ڈسٹرب نہیں ہونا چاہیئے۔ اپنے پروگرام پر مضبوطی سے قائم رہو۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ تمہارے رب کا نظامِ ربوبیت تمام تعریفوں کے قابل ہے، تمہیں ہمیشہ سخت محنت سے کام لینا ہے (تاکہ اسے عملی طور پر قائم کیا جائے) صبح سے شام تک، رات کی تاریکی میں اور صبحِ کاذب کے گھنٹوں کے دوران۔ (اس کے بعد دشمنوں سے ٹکراؤ ہوگا)۔ وہ دن آجائے گا جب ایک قریبی مقام سے منادی کرنے والا جنگ کے لیے اعلان کرے گا (یعنی دشمن حملے کے لیے شہرِ مدینہ کے نواح میں پہنچ جائے گا)۔

بحث:

پہلے دونوں تراجم کہتے ہیں کہ رب کی تعریف کی تسبیح پھیرو۔ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے ؟؟؟؟ اور پھر تیسرے ٹائم، یعنی رات کے وقت پھر تسبیح پھیرو۔ اور پھر بار بار، جب بھی سجدوں کی حرکات سے فارغ ہو جاؤ تو تسبیح پھیرنے بیٹھ جاؤ۔۔۔۔۔۔ خواہ گھر میں فاقے پڑ رہے ہوں، خواہ دشمن کی فوجیں چڑھ دوڑی ہوں، اور خواہ اپنے شہروں اور گلی کوچوں میں دہشت گردی اور جرائم کا راج ہو۔۔۔۔۔ یا کوئی بھی گھریلو یا قومی معاشرتی، سیاسی یا اقتصادی مسئلہ درپیش ہو۔۔۔۔۔بس تسبیح پھیرتے رہو۔ اور سجدے کرتے رہو۔۔۔ اور اس "خاص آسمانی عمل" کا دورانیہ ہر مرتبہ کتنے منٹ یا کتنے گھنٹے پر محیط ہونا چاہیئے، یہ امر ہمارے ان عدیم المثال مدبرین نے، جنہیں ہم ملتِ بیضا کے بزرگ اور اکابرین کہتے ہیں، پوشیدہ رکھا ہے،،،،، کسی خاص مصلحت کے تحت!!!

گویا کہ تسبیح میں کوئی ایسا منتر پوشیدہ ہے کہ ساری ترقی اور مرفع الحالی، اور تمام مسائل کا حل بس باری باری سجدے اور تسبیح پھیرنے سے خودکار طریقے سے سامنے آ جائیگا۔ خدا کے اِن حیوان نما بندوں (کالانعام) کو، جن میں ایسے ایسے عالی مرتبت نام شامل ہیں کہ نکتہ چینی کرتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے، علم و ادراک ہی نہیں کہ بیٹھ بیٹھ کر ان کا جوڑ جوڑ کام کرنے سے فارغ ہو جائیگا۔ کھانا ہضم ہونے سے انکار کر دے گا۔ ٹانگیں چلنے سے رہ جائیں گی ۔ کسی کام کے نہیں رہ جائیں گے۔ معذوروں والی زندگی ہو گی جو خیرات اور صدقات پر کاٹنی پڑے گی۔ یعنی وہی جو آج مسلمان کے ساتھ ہو رہا ہے۔ غیروں کی غلامی، اور اُن کے قرضوں، خیراتوں ،،، اور اُنہی کی محنت سے پیدا کی گئی ایجادات اور پروڈکٹس پر گذارا۔

خدا کے واسطے ،،،،،،، تسبیح کا مادہ۔۔۔ س ب ح۔۔۔ ہوتا ہے۔ کبھی عربی لغات اُٹھا کر دیکھنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ اس کے معانی کیا ہیں ؟۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اگر آپ کو گونگا، بہرا، اندھا پیدا کیا ہوتا، تو چلو کچھ رعایت بھی ہوتی۔ عقل و شعور کی دولت تو اللہ تعالیٰ نے بلا امتیاز عطا کی ہے۔ آخر آپ نے اپنی حصے کی یہ گراں بہا متاع کہاں، کس کے ہاتھ اور کن سستے داموں بیچ ڈالی ؟؟ یا اپنے سابقہ اور موجودہ ملوکیتی حکمرانوں کے پاس گروی رکھ دی تاکہ تسبیح کرنے کے وظیفے ملتے رہیں ؟ ؟؟۔۔۔۔۔۔ کسی مشن کے لیے۔۔ "تمام تر قوت و وسائل کے ساتھ بر سرِ کار یا مصروف رہنے "۔۔ کے معنی کو آپ نے ایک انتہائی سُستی، کاہلی اور نااہلی پر مبنی کام سے تعبیر کر ڈالا ؟؟؟ کبھی سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ ،،،، کیا نبی پاک نے اپنا عظیم انسانی مشن تسبیحیں پڑھ پڑھ کر اور سجدے کر کر کے کامیابیوں سے ہمکنار کیا تھا؟۔۔۔۔ تیسرے ترجمے میں البتہ، اللہ کا شکر ہے کہ استادِ محترم پرویز صاحب نے اس "تسبیح" کی علّت کا خانہ خراب کیا اور کم از کم اس کا درست علمی ترجمہ "سخت محنت" کر کے اسلامی دنیا کو ایک نئی روشنی دکھائی۔ البتہ دن اور رات وغیرہ کے "اوقات کا تعین" کرنے والے معاملے میں وہ پھر اُسی پرستش و پوجا کے معاملات کی طرف اشارہ

دے گئے کہ جن کے ضمن میں ہی مخصوص اوقات کا تعین کرنے کی حاجت محسوس ہوا کرتی ہے۔ اس لیے کہ کسی آفاقی آئیڈیولوجی کا پھیلاؤ اور نفاذ تو ایک ہمہ وقتی فریضہ ہوتا ہے نہ کہ مخصوص اوقات کا پابند!۔۔۔ یعنی یہاں اوقات کا تعین کسی صورت میں بھی لاگو ہوتا ہی نہیں،،،،جب تک کہ کچھ پوجا پاٹ یا حمد و ثنا کی۔۔۔ تسبیح پھیرنے یا پھر نماز پڑھنے کی مانند۔۔۔رسومات نہ ادا کی جا رہی ہوں!۔۔۔۔۔۔تو اب آیئے ایک ترقی یافتہ علمی اور ادبی ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا ہے۔"گر قبولِ افتد۔۔۔۔۔۔"۔

جدید ترین علمی و ادبی ترجمہ:

50/39- 40 فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ﴿٣٩﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ :

"پس جو کچھ کہ وہ لوگ ہرزہ سرائی کرتے ہیں تم اُس پر استقامت سے کام لو اور اپنے پروردگار کی عظمت و شان کو پھیلا دینے کے مقصود کو ساتھ لیے (بِحَمْدِ رَبِّكَ) اپنے اقتدار کا سورج طلوع ہونے سے قبل (قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ) بھی پورے وسائل کے ساتھ مصروفِ کار رہو (وَ سَبِّحْ)،،، اور اس سے قبل بھی کہ اُس مقصد کے دور ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہوتا نظر آئے (الغروب)۔ اور جہالت و سرکشی کی تاریکیوں کے دوران (وَمِنَ اللَّيْلِ) اسی مقصد کے لیے مصروفِ کار رہو اور مکمل اطاعت حاصل کر لینے کے بعد کے زمانے میں بھی۔ اور تم اپنی سماعتیں اُس آنے والے دور پر لگائے رکھو جب ایک منادی کرنے والا کسی قریبی مقام سے ایک خاص اعلان کرے گا۔"

ایک اور آیتِ مبارکہ بھی بھیجی گئی ہے، جو اسی سے مماثلت رکھتی ہے۔ اسے بھی زیادہ ردوقدح

کیے بغیر اُسی علمی و ادبی انداز میں ترجمہ کر دیتے ہیں جو قرآنِ عالی شان کا خاصہ ہے۔

20/130 فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ:

"پس جو کچھ کہ وہ لوگ ہرزہ سرائی کرتے ہیں تم اُس پر استقامت سے کام لو اور جب تک تمہارے اقتدار کا سورج بلند نہ ہو جائے (قَبۡلَ طُلُوعِ الشَّمۡسِ) اور قبل اس کے کہ وہ پھر سے رخصت ہونے یا ڈوبنے لگے ،اپنے پروردگار کی عظمت و شان کو پھیلا دینے کے مقصد کو ساتھ لیے (بحمدِ ربک) مصروفِ کار (سبّح) ہو جاؤ۔ نیز جہالت کے اندھیروں کو روکنے کے لیے بھی (آناءِ اللیل) مصروفِ کار رہو (سبّح) اور ملامت، تردید اور سختیوں کے اِس بہتے ہوئے دھارے کے انتہائی کناروں یا اطراف پر حملہ کرو (طرفی النھار) تا کہ تمہارے مقاصد کی تکمیل تمہیں اطمینان کی دولت عطا کر دے۔"

الفاظ کے مستند تراجم

Siin-Ba-Ha =: س ب ح: سبح : to swim, roll onwards, perform a daily course, float, the act of swimming, occupy oneself in: the accomplishment of his needful affairs or seeking the means of subsistence, business/occupation, those who are floating, went/travel far, being quick/swift. To praise/glorify/hallow/magnify, sing/celebrate praise, holy, declaring God to be far removed or free for every

imperfection/impurity

Ghayn-Ra-Ba غ ر ب : : غرب: = went/passed away, depart/retire/remove/disappear, become remote/distant/absent/hidden/black, withdraw, western, foreign/strange, exceed, abundance, sharpness, (maghrib = sunset), black, raven-black, setting place of the sun, the west.

Qaf-Ba-Lam = ق ب ل : قبل : to accept/admit/receive/agree, meet anyone, to face/encounter someone/something, advance/approach, before, correspond, counteract/compare/requite/compensate, the front part (12:26), accept with approval, show favour.

*****

AL-ZINA AND FOHOSH

AL-ZINA-"الزنا":FIRST PART-حصہ اول

قرآنی لفظ "الزّنا" کا قدیمی روایتی ترجمہ اور تشریح غلط ہے

ERRONEOUS TRANSLATION/INTERPRETATION OF THE QURANIC TERM "AL-ZINA"

اس قرآنی موضوع پر کلیدی آیتِ مبارکہ کچھ اس طرح بیان فرمائی گئی ہے:-

24/3: الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

اس آیت کا حسبِ روایت، عقل و دانش کی توہین پر مبنی ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے:-

"زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ،،،اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک، اور یہ حرام کر دیا گیا ہے اہلِ ایمان پر۔"

A fornicator does not/may not marry except a fornicatoress or a female polytheist,,,,and nobody marries/may marry a fornicatoress except a fornicator or a polytheist. And it is forbidden for the Believers.

آیت 3/24 کے اس غیر منطقی اور بے ربط قدیمی ترجمے پر انتہائی غور و خوض اور علمی تحقیق کے بعد یہ نئی حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہاں "الزانی اور الزانیہ" کی اصطلاحات در حقیقت قرآن کے ایک اہم "نظریاتی" موضوع کو، اور "نظریے سے انحراف"،،،، یا،،،،، "نظریہ میں ملاوٹ اور بگاڑ" کرنے کے عمل کو بیان کرتی ہیں،،،، بدکاری یا جنسی اختلاط نام کے کسی ایسے انسانی عمل کو نہیں، جسے خطا یا معصیت سمجھا جاتا ہے،،، یا جسے انتہا پسندی سے کام لیتے ہوئے ایک "گناہِ کبیرہ" یا ایک "گالی" بنا دیا گیا ہے۔۔۔۔۔! لیکن اُسی غارت گر ملوکیتی دست بُرد کی وجہ سے، جس نے قرآن کی شکل کو مکمل طور پر بگاڑ دیا تھا، اِن اصطلاحات کو بالعموم صرف بطور ایک،،،،، "اخلاقی جرم اور ایک گناہِ کبیرہ"،،،،،، کے طور پر لے لیا جاتا ہے۔۔۔۔ اُس پر مستزاد یہ کہ،،،، پھر عقل کو خیر باد کہتے ہوئے اُسی اخلاقی جرم و گناہ کو شرک جیسے سنگین نظریاتی انحراف کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے اُس کے مساوی لے آیا جاتا ہے اور اُس کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے!۔۔۔۔ خود ہی سوچیے کہ کیا ایک خطا یا گناہ یا معصیت کا ارتکاب ایک اللہ کے ماننے والے بندے کو ایک مکمل غیر الٰہی ضابطۂ حیات کی پیروی (شرک) کا مجرم بنا سکتا ہے؟؟؟؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا،،، کیونکہ شرک سے مراد اپنی زندگی میں اپنے خالق کی بلا شرکتِ غیرے بالا دستی و حکمرانی کو ترک کرتے ہوئے کسی بھی انسانی فلسفے یا نظریہ حیات کو اختیار کر لینا ہوتا ہے۔ فلہذا صرف ایک وقتی جرم و گناہ کیسے انسان کو مشرک کی ذیل میں لا سکتا ہے؟؟؟؟۔۔۔ ہم تو یہ سمجھنے سے قاصر ہیں،،،، کیونکہ ہم سب ہی کسی نہ کسی وقتی تقاضے کے تحت کوئی نہ کوئی جرم و گناہ و معصیت کا ارتکاب کرنے پر مجبور ہو ہی جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم ایک انتہائی کرپٹ اور خود غرضانہ اور خالص مادّی نقطہ نظر رکھنے والے معاشرے میں زندہ ہیں۔ انسان ویسے بھی خطا کا پُتلا ہے۔۔۔ انسان فرشتہ نہیں ہے! کیونکہ اُس کے مادی حیوانی وجود کے جبلّی تقاضے بے انتہا طاقتور ہیں، جنہیں پورا کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اور ہم سب پھر بھی اپنی خطاؤں اور کمزوریوں کے بعد بھی اللہ تعالیٰ ہی کو دل کی گہرائیوں سے سپریم

اتھارٹی تسلیم کرتے ہیں۔ نظریاتی طور پر مشرک نہیں ہیں۔

تحقیق کی منزلوں کی جانب آگے بڑھتے ہوئے یہاں یہ بات واضح کر دی جائے تو بہتر ہو گا کہ ہمیں درجِ بالا الفاظ کے ترجمے پر قطعا" کوئی اختلاف نہ ہو گا بشرطیکہ اس قدیمی ترجمے کو پورے فقرے کے سیاق و سباق پر عقلی بنیاد پر منطبق کیا جا سکے، اور بات بے وقوفانہ ابہامات کے مرحلے سے نکل کر کچھ سمجھ میں آ جائے۔ لیکن موجودہ بحث کے ذریعے آپ دیکھیں گے کہ ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ہم اس ترجمے کو مسترد کرنے پر مجبور ہیں۔ قرآنِ حکیم ایک ابہامات اور تشکیک سے پاک کتاب ہے۔ اور ہمیں یہ حقیقت ایک جدید اور دانشمند بیرونی دنیا کے سامنے لانا اور ثابت کرنا ہے۔ پس ہمیں یہاں دو اہم نکات کا سامنا ہے۔ ایک تو یہ کہ "زنا" کا حقیقی مادہ کیا ہے، اور تمام متعلقہ آیاتِ مبارکہ میں اُس کا حقیقی معنی " جنسی اختلاط" کی بجائے دراصل کیا لینا چاہیئے کہ اُس کا شرک کے ساتھ کیا گیا موازنہ منطقی بن جائے۔۔۔ یہ اس کے مادے کو یکسر بدل دینے سے ہی ممکن ہو سکے گا!!!۔۔۔۔ دوسرے یہ کہ موجودہ روایتی معنی تو شرک کے مساوی اور ہمسر قرار ہی نہیں دیا جا سکتا،،،،اس لیے دونوں مساوی قرار دیے گئے الفاظ کے معانی پر بحث کی جانی چاہیئے تاکہ درست صورتِ احوال سامنے آ جائے۔۔۔۔۔۔۔ ایک اور، یعنی تیسرا بڑا دھوکا جس کا ہماری امت کو اذل سے سامنا ہے، یہ بھی ہے کہ الزانیہ سے عورت مراد لے کر صنفِ نازک کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا ہے۔ تانیث کی "ۃ" عربی زبان میں صرف مونث کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتی، بلکہ ہر "جماعت" کا ذکر کرتے ہوئے بھی اسے اکثر تانیث کی "ۃ" کے ساتھ مونث کی حیثیت سے لکھا جاتا ہے۔ اس لیے یہ بات بخوبی جانتے ہوئے بھی کہ "الزانیۃ" زانی جماعت یا گروپ کو بھی کہا جا سکتا ہے، عورت ذات کو حقیر اور مطعون کرنے کے شیطانی رجحان کے باعث اس لفظ کو جماعت کی بجائے صنفِ نازک کی جانب موڑ دیا گیا۔ بالکل ایسے ہی جیسے ہر مقام پر "ازواج" کو بیویاں،،،،اور "النساء" کو عورتیں بنا دیا گیا۔ خواہ اس کی وجہ سے رسولِ پاک کی

سیرت و کردار پر اور تمام تر انسانی مساوات کے قرآنی فلسفے پر قیامت گذر گئی۔

"الزانی اورالزانیہ" وہ اصطلاحات ہیں جن کے قرآنی استعمال پر، خالص سیاق و سباق کی روشنی میں، جدید علمی تحقیق کے ذریعے غور کیا گیا تو نتیجے میں ان کے ایک قطعی نئے اور چونکا دینے والے غیر روایتی معنی کا انکشاف ہوا۔ اور اِس جدید انکشاف کے باعث یہ قرآنی اصطلاح ایک کافی متنازعہ موضوع کی شکل اختیار کر گئی۔ زیرِ نظر تحریر میں، میرے ہمسفر علمی ساتھیوں کے اصرار پر، اسی انکشاف کو زیرِ بحث لایا گیا ہے تا کہ اس قرآنی موضوع کو بھی راست انداز میں علم و عقل و دانش کی بنیاد پر سب کے سامنے پیش کر دیا جائے، جو کہ آج تک نہیں کیا جا سکا۔ مقصد پیشِ نظر یہی ہے کہ قدیم زمانے سے چلی آرہی غلط فہمیاں دور ہوں، تا کہ قرآنِ حکیم کا حقیقی اور منزّہ چہرہ دنیا کے سامنے لائے جانے کا ہمارا دیرینہ مشن، مختصر اور آسانی سے قابلِ مطالعہ اقساط میں، بروئے کار لایا جاتا رہے۔

اس اصطلاح کا روایتی یا قدیمی معانی تو آج تک ،،،، "بدکاری" یا "ناجائز جنسی اختلاط" ،،،، ہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ اور یہی وہ معنی ہے جو آپ کو بلا استثناء ہر ترجمے، تفسیر یا تشریح میں نظر آئیگا۔۔۔ نیز تمام لغات بھی اس کے معنی میں یہی، یا اس سے ملتا جلتا معانی پیش کرتی نظر آتی ہیں۔ لیکن کیونکہ یہ قدیمی معنی قرآن کی نصوص کی با معنی اور قرینِ عقل ترجمانی کرنے میں ناکام رہا ہے، اور سیاق و سباق کے ساتھ مطلوبہ ربط، تسلسل، تناسب اور ہم آہنگی پیش نہیں کر سکا ہے ،،،، اس لیے یہ جائزہ لینے کے لیے تحقیق کی گئی کہ کیا واقعی اس اصطلاح کے اصل مادے کا یہاں "زنٰی" کی شکل میں درست تعین کیا گیا ہے یا یہ ایک غلط اور سازشی اقدام تھا؟۔۔۔۔ اور کیا واقعی اس مادے سے مشتق کیے جانے والے الفاظ اور اُن کے معانی اللہ تعالیٰ کے کلام کے بیانی تسلسل اور باہمی ربط کے ساتھ عقلی اور علمی طور پر ہم آہنگ ہوتے بھی ہیں یا نہیں؟۔۔۔ یا پھر یہ کہ یہ مادہ اور اس کا معنی قرآنی عبارتوں کے حقیقی پیغام کو ایک غیر عقلی اور غیر منطقی بہروپ دینے کے لیے جان بوجھ کر

استعمال تو نہیں کیا گیا ہے ؟۔۔۔ اور کیا یہ بھی اُسی ملوکیتی سازش کا حصہ تو نہیں ہے جس کے مقاصد میں قرآن کے تمام معانی کو بگاڑ کر غیر منطقی بنا دینا شامل تھا؟؟؟

اگرچہ ذیل میں وہ تمام آیات بمعہ ترجمہ دے دی گئی ہیں جن میں یہ اصطلاح اپنے مختلف مشتقات کے ہمراہ استعمال میں لائی گئی ہے،۔ لیکن سب سے قبل آپ کے سامنے وہ آیتِ مبارکہ پیش کر دی گئی ہے جو اس اصطلاح کے قدیمی روایتی معانی کو، اُس کے من گھڑت مادے (زنٰی) کے ہمراہ، بکمال و اطمینان، نہایت قطعیت کے ساتھ مسترد کر دیتی ہے ۔ اور یہی استرداد آپ کی تحقیق کی سمت کو بدل کر آپ کو ایک عدد نئے مادے کی جانب توجہ دینے پر مجبور کرتا ہے۔ یہاں آپ کو بتا بھی دیا جاتا ہے کہ یہ نیا دریافت شدہ مادہ دراصل "زان" ہے ("زنٰی" نہیں)۔۔۔ اور اس کی وثاقت کا ثبوت خود قرآنِ حکیم کی آیات کے ذہن میں اُتر جانے والے جدید ہم آہنگ اور مربوط ترجمے سے ہم پر پوری طرح آشکار ہو جاتا ہے۔۔۔ کیونکہ یہ قرآنی عبارت کے ربط اور تسلسل کو واضح کرتا اور قدیمی روایتی تراجم کو قطعی بے ربط اور لایعنی ثابت کر دیتا ہے۔۔۔۔ کیسے ؟؟؟ ۔۔۔ یہ آپ ذیل کی علمی بحث کے ذریعے سے آسانی کے ساتھ جان لیں گے اور اس کو تسلیم کرنے میں آپ کو کوئی مشکل درپیش نہ ہو گی، انشاءاللہ۔

یہاں یہ واضح کر دیا جائے کہ یہ نیا انکشاف شدہ مادہ،،، یعنی "زان"،،،، کہیں باہر سے لا کر قرآن پر تھوپنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے، بلکہ زیرِ نظر آیت میں یہ لفظ موجود ہے، جسے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور اس جرم کے ارتکاب کے لیے اسے ایک دیگر مادہ،،، "زنٰی"،،،، کے ساتھ بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے خلط ملط کر دیا گیا ہے،،، اور دونوں کو کچھ اس طرح باہم منسلک اور ضم کر دیا گیا ہے، کہ معانی کو ایک غیر متعلق عامیانہ معنی اور جھوٹا رنگ دے دیا جائے۔ حالانکہ *"زان"* اپنے آپ میں ایک الگ مادہ ہے ، اور زنا سے متعلق آیات میں دراصل یہی مادہ اپنے محاوراتی اسلوب میں استعمال ہوا ہے۔ نیز تمام استعمال شدہ مشتقات اسی سے مشتق ہوئے معلوم

ہوتے ہیں، مادے "زنی" سے نہیں۔۔۔۔۔اور یہ بات ان دونوں مادوں کے بنیادی معانی کا فرق دیکھنے سے آپ پر پوری طرح واضح ہو جائیگی۔ ملاحظہ فرمائیں:-

زان: ایک زہریلا نقصان دہ پودا جو گندم کے ساتھ اُگ جاتا ہے؛ ایک ایسا دانہ، تلخ ذائقہ رکھنے والا، جو گندم کے ساتھ مکس ہو کر یا ملاوٹ پیدا کر کے اسکا ذائقہ / کوالٹی بگاڑ دیتا ہے۔ اسی سے ،،،،الزانی (معرف باللام): ایک مخصوص ملاوٹ اور بگاڑ پیدا کرنے والا؛ قرآنی نظریے میں ملاوٹ کر کے اس کی اصل واساس کو بگاڑ دینے والا۔

Z a n : A noxious weed, that grows among wheat; (app. Darnel-grass; the "lolium temulentum of Linn.; so in the present day;) a certain grain, the bitter grain, that mingles with wheat, and gives a bad quality to it.

لینز لکسیکن، صفحہ 1213

لسان العرب صفحہ 1801

یہی وہ مادہ ہے جس کا با محاورہ استعمال (یعنی معرف باللام –"الزنا") آپ کو نظریے میں ملاوٹ کر کے اس کا اصل بگاڑ دینے کا ادبی و علمی معنی دیتا ہے۔اور "زنا" کے سیاق وسباق میں اسی مادے کا استعمال کیا جانا ثابت ہوتا ہے۔"زنی" کا نہیں۔

زنی: کسی چیز پر چڑھنا / سوار ہو جانا؛ ناجائز جنسی اختلاط یعنی بدکاری

Zay-Nun-Ya = to mount, the mounting upon a thing, to commit fornication/adultery, fornicator/adulterer.

اب آیئے پہلے دیکھتے ہیں تین من گھڑت روایتی تراجم بمعہ دو عدد ترقی یافتہ تراجم:-

24/3: الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

روایتی تراجم

1) **ابوالاعلیٰ مودودی:** زانی نکاح نہ کرے مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ،،،اور زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے مگر زانی یا مشرک، اور یہ حرام کر دیا گیا ہے اہلِ ایمان پر۔

2) **جالندہری:** بدکار مرد تو بدکار یا مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت کو بھی بدکار یا مشرک مرد کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لاتا، اور یہ (یعنی بدکار عورت سے نکاح کرنا) مومنوں پر حرام ہے۔

3) **احمد رضا خان:** بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے، اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔

ترقی یافتہ تراجم

1) **علامہ اسد:** بدکار مرد صرف بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کرتا ہے، جو کہ ایسی عورت ہوتی ہے جو (اپنی جنسی شہوت کو) اللہ کے احکام کے برابر جگہ دیتی ہے۔ اور ایک بدکار عورت کے ساتھ بدکاری صرف ایک بدکار مرد ہی کرتا ہے، جو کہ ایک ایسا مرد ہے جو اپنی شہوت کو اللہ کے برابر جگہ دیتا ہے۔ ایمان والوں کے لیے یہ حرام قرار دیا گیا ہے۔

2) **علامہ پرویز:** زنا (ناجائز جنسی اختلاط) ایک عام جرم نہیں ہے۔ اگر آپ اس کا غور سے تجزیہ کریں، تو صرف وہی عورت جو ایسے جنسی اختلاط پر راضی ہو گی وہ ایسی عورت ہو گی جو اپنے جنسی تقدس کو ایک مستقل قدر نہیں سمجھتی، یا وہ جو (اللہ کے قانون کی بجائے) اپنے جنسی جذبات کے تقاضے کی غلام ہو جاتی ہے اور ایسے ہر تقاضے پر ہتھیار ڈال دیتی ہے۔ اسی کی مانند صرف وہ مرد جو

ایسے جنسی اختلاط پر راضی ہو گا وہ ہو گا جو اپنے جذبات کے آگے ہتھیار ڈال دیتا ہے اور انسانی اور حیوانی زندگیوں کے فرق کو نہیں سمجھتا(اس طرح زنا کا جبھی ارتکاب ہوتا ہے جب مرد اور عورت ایک جیسی خواہشات کے دباؤ میں آ جائیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی پاک رہنا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ایسا عمل وقوع پذیر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ زنا کی سزا دونوں کے لیے ایک ہے۔ مومنوں کے لیے ایسا تعلق ممنوع ہے۔) Exposition of Holy Quran by G.A. Pervaiz, (published by Tolu-e-Islam

بحث:

پہلے تین روایتی تراجم میں "الزنا" کو بدکاری کے معنی میں لیا گیا اور "نکاح" کو شادی کے معنوں میں

۔

کہا گیا کہ،،،،،،"بدکار" مرد یا "زانی" کسی کے ساتھ شادی نہیں کرتا سوائے بدکار عورت یا زانیہ کے۔ یا پھر مشرک کے۔ اور یہی بات بدکار عورت یا زانیہ کے بارے میں کہی گئی۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا یہ بیان کسی بھی انسانی تجربے یا عقل کی کسوٹی پر پورا اُترتا ہے ؟؟؟ ۔۔۔۔۔غالباً" بالکل نہیں۔۔۔۔۔ کیونکہ ۔۔۔۔۔۔ ہمیں نارمل زندگی میں ایسا کوئی قانون یا عملی دستور نظر نہیں آتا۔۔۔۔۔کیسے ؟؟؟؟ آیئے دیکھتے ہیں:-

1) ایسے بے شمار بدکار مرد آپ کو مختلف طبقاتی گروہوں میں مشاہدے کی بنا پر مل جائیں گے جن کے گھروں میں نہایت عفت مآب خواتین بطور بیویاں موجود ہیں۔ بلکہ اکثریت تو آج ایسے ہی مردوں پر مشتمل ہے، جو گھر سے باہر اسی شغل میں یا اس کے مواقع کی تلاش میں اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں۔

2)ایسی کئی جنسی ایڈونچر کی شوقین عورتیں بھی موجود ہیں جن کے شوہر پاکباز ہیں اور اپنی بیوی کے علاوہ کسی بھی اور عورت کی طرف منہ اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔۔ جب کہ بیویوں نے کوئی نہ کوئی

مستقل دوست رکھا ہوا ہوتا ہے۔ اگرچہ ہمارے معاشرے میں عورت کی محکوم اور پابند حیثیت کی وجہ سے ایسی مثالیں مقابلتاً" کافی کم ہیں۔

3)بدکارترین مرد بھی اپنی بیوی بنانے کے لیے کبھی بدکار عورت کو منتخب نہیں کرتا، بلکہ ہمیشہ نیک اور عفت مآب عورت ہی تلاش کرتا ہے۔

B(4 کوئی عورت، خواہ کیسا بھی مزاج رکھتی ہو، کبھی اپنا شوہر کسی دیگر عورت کے ساتھ شیئر کرنے پر بخوشی آمادہ نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ عورت کی نفسیات ہی کے خلاف ہے۔ اس لیے کوئی عورت کبھی جانتے بوجھتے کسی بدکار مرد سے شادی نہیں کرتی۔

تو روایتی ترجمے کی رُو سے یہاں اللہ تعالیٰ کا بیان غلط ثابت ہو جاتا ہے، نعوذ باللہ۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بیان غلط نہیں بلکہ روایتی ترجمہ لغو اور لایعنی ہے۔ حقائق پر پورا نہیں اُترتا۔ ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے لائق ہے۔ نہ یہاں "الزانی" اور "الزانیہ" کا ترجمہ درست ہے، نہ ہی "زان" کا۔۔۔۔۔ اور نہ ہی "نکاح" کا۔

اور پھر دیکھیں کہ:-

5)بھلا زانی اور مشرک میں ایسی کیا قدرِ مشترک ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے باہم مرادف قرار دیا ہے؟؟؟ کیونکہ

6)ایک زانی، یعنی جس نے ناجائز جنسی اختلاط کیا ہو، نظریاتی طور پر موحد بھی ہو سکتا ہے،،،،،، اور ایک مشرک انسان جنسی معاملے میں بالکل پاک باز بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ ضروری نہیں کہ زانی ضرور ہی مشرک ہو،،،،،، اور مشرک بھی بالکل ضروری نہیں کہ لازمی اور ہمیشہ، ہر حال میں زانی بھی ہو۔

کیونکہ :-

زنا، یا جنسی فعل، ایک انسان کے حیوانی وجود کا ایک جبلی تقاضا ہے،،،،،، جب کہ موحد یا مشرک ہونا،،،، اس کے شعوری وجود کا ایک نظریاتی تقاضہ ہے۔ دونوں افعال میں کوئی بھی قدر مشترک نہیں ہے۔ دونوں کا میدانِ عمل ہی علیحدہ علیحدہ ہے۔ یعنی ایک تو انسان کا حیوانی عمل ہے جس کا مرادف یا مساوی اس کا کوئی اور حیوانی عمل ہی ہو سکتا ہے۔۔۔۔ اور دوسرا انسان کا نظریاتی تقاضا اور سوچ ہے جو اُس کے شعوری وجود سے متعلق ہے۔ اور اُس کا موازنہ کسی اور ایسے ہی تقاضے سے کیا جا سکتا ہے جو اس کی نظریاتی "سوچ" ہی سے تعلق رکھتا ہو،،،، کسی جسمانی جبلی تقاضے سے نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔۔۔ پس یہاں سے بھی مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مادہ "زنٰی" کا یہاں اطلاق ہی نہیں ہونا چاہیئے،،،،،، کیونکہ اس سے جو فعل مراد لیا جاتا ہے اس کا شرک یا مشرک پر اطلاق ہی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ کیونکہ شرک ایک جبلی عمل نہیں بلکہ یہ ایک نظریاتی سوچ اور تصور ہے۔ ۔۔۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ موحد اور مشرک دونوں ہی اپنی حیوانی سطح پر جبلی تقاضے کے دباؤ کے باعث جنسی اختلاط کا ارتکاب کر بھی سکتے ہیں اور ایسا کوئی موقع دستیاب ہونے پر اِس دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے زنا سے بالکل پاک بھی رہ سکتے ہیں۔

تو ثابت ہوا کہ مادے "زنٰی" کا، اور اس کے معنی یعنی جنسی اختلاط کا یہاں بھی شرک کے مرادف میں اطلاق قرینِ عقل نہیں ہے۔

دیگر دو عدد ترقی یافتہ تراجم (علامہ اسد) اور (علامہ پرویز) میں زنا کو تو بدکاری ہی کے معانی میں لیا گیا، لیکن "نکاح" کو شادی نہیں بلکہ "جنسی فعل" ہی کے معنی میں لے لیا گیا۔ یعنی یہاں ایک ہی معنی رکھنے والے دو الفاظ فرض کر لیے گئے، یعنی زنا بھی جنسی فعل اور نکاح بھی جنسی فعل

،،،،،،اور دونوں ہی کا مطلب جنسی فعل لے لینے سے ایک غیر مناسب اور بلا جواز تکرار پیدا کر دی گئی۔ الہامی تحریر کا بلند درجہ اور اسلوب ہی بگاڑ دیا گیا؟؟؟؟۔۔۔۔یعنی کہا گیا کہ،،،،زانی یا زانیہ "نکاح" بمعنی "شادی" نہیں کرتے بلکہ "نکاح بمعنی جنسی اختلاط" کرتے ہیں؟؟؟ پس یہ کہنا کہ "زانی" جنسی اختلاط کرتے ہیں، ایک بے معنی بات ہو گئی، کیونکہ خود لفظ "زانی" جنسی اختلاط ہی کو بیان کر رہا ہے۔ ان دونوں تراجم میں ایسا کیوں کیا گیا،،،،،، یہ تو ہمیں پتہ نہیں!!!! البتہ نکاح سے مراد "جنسی اختلاط" کہاں سے اور کس ماخذ سے لیا گیا؟؟؟ ۔۔۔۔۔نکاح کا معنی "coitus" (جنسی عمل) تو لغات کی رُو سے ثابت ہی نہیں ہے۔۔۔۔نکاح کے معنی تو "لین" کی لغت میں اس طرح دیے گئے ہیں:-

ن ک ح: باندھنا، گرہ باندھنا، منسلک ہونا، تعلق بنالینا، معاہدہ کرنا، شادی کا معاہدہ کرنا، شادی؛ کسی کو اپنی تحویل / قبضے / سرپرستی میں لینا۔ بارش کے پانی کا زمین میں جذب ہو جانا۔ (یہاں، یا کہیں اور، جنسی اختلاط کے عمل کا کوئی ذکر نہیں)

پس یہاں بھی ابہام ہی پایا جاتا ہے! نیز ان دونوں محترم حضرات نے بھی یہاں مشرک اور زانی کے درمیان قدرِ مشترک والا معاملہ کلیر نہیں کیا کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مساوی یا مرادف قرار دیا؟؟؟؟۔۔۔۔کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ دونوں میں کوئی بھی قدرِ مشترک نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ اوپر دلائل پیش کئے گئے،،،،، موحد اور مشرک میں سے کسی ایک کو بھی نہ تو لازمی طور پر زنا سے ہمیشہ کے لیے پاک قرار دیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی اس کے برعکس لازمی طور پر زنا کا ارتکاب کرنے والا فرض کیا جا سکتا ہے؟؟؟؟؟؟۔۔۔۔۔دونوں میں سے کوئی بھی کبھی بھی حیوانی جبلی

تقاضے کے آگے شکست کھا سکتا ہے۔ اور اس طرح ضروری نہیں کہ زانی ہمیشہ صرف مشرک ہی ہو۔ "زانی" موحد بھی ہو سکتا ہے اور مشرک بھی۔

"جنسی شہوت کو اللہ کے برابر درجہ دینا" (علامہ اسد)، یا،،،، "اللہ کے قانون کی بجائے اپنے جنسی تقاضے کا غلام ہو جانا" (علامہ پرویز) کی قسم کے مبالغہ انگیز اور انتہا پسندانہ بیانات میں یہ بات بالکل بھلا دی گئی ہے کہ۔۔۔۔۔۔ اللہ کا قانون ہی تو جنسی تقاضے کا پیدا کرنے والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذاتِ خود ہی دونوں اصناف میں اس قدر باہمی روحانی کشش رکھ دی ہے کہ ایک کی ذات کی تکمیل دوسرے کی قربت سے مشروط ہے۔ یہی روحانی کشش بعد ازاں، عمر کے ایک خاص دور میں، جسمانی جنسی قربت کی شکل میں منتج ہوتی ہے۔ کیونکہ انسانی کی حیوانی جبلتوں کا تقاضا جنسی عمل کے ذریعے تولید کرنا بھی ہے۔۔۔ جو پھر اللہ ہی کا قانون ہے۔۔۔۔۔ ایک کلّی انسانی ذات کے دونوں جزء، جو ایک "بڑی خاص حکمت" کے تحت مصنوعی طور پر ایک دوسرے سے الگ کیے گئے ہیں،،،، ایک دوسرے سے جسمانی طور پر مل جانے سے ایک نئی انسانی زندگی وجود میں آتی ہے اور اِسی عمل کے نتیجے میں حیات کے اِس تسلسل سے نسلِ انسانی کا مستقبل محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کسی ایک وقت میں جنسی تقاضے سے مغلوب ہو جانے والا مرد اور عورت اُسی اللہ کے قانون ہی کو پورا کر رہا ہے اور اُس کی غلطی یہ تو ہو سکتی ہے کہ،،،،،، وہ اسے اخلاقی اور سماجی حدود و قیود کو توڑتے ہوئے پورا کرے۔ لیکن یہ غلطی شرک کے مساوی نہیں کہلا سکتی،،،،، کیونکہ شرک ایسا غیر الہامی نظریہ ہوتا ہے جو تسلسل کے ساتھ پوری زندگی کو محیط ہو۔ زنا کا ارتکاب کرنے والا اس حرکت سے صرف ایک غلطی، یا حدود فراموشی کر رہا ہے۔ اپنا الہامی نظریہ حیات کسی دوسرے انسانی نظریے کے ساتھ تبدیل کر کے شرک جیسے نظریاتی جرم کا ارتکاب نہیں کر رہا۔ لہٰذا، اس انداز کی انتہا پسندانہ سوچ رکھنے سے تو نتیجہ یہی ہو گا کہ ہم اللہ کی دی ہوئی ہر اخلاقی قدر و قانون کو توڑنے

والے کو مشرک کہنے لگیں گے اور فتوے بازی شروع کر دیں گے۔ پھر تو ہر جھوٹا، چور، کاہل، بے ادب، ظالم، بد زبان، قسمیں کھانے والا، وغیرہ،،،،، غلطی، گناہ یا جرم کرنے والا نہیں کہلائے گا،،،، بلکہ سیدھا سیدھا اسلام سے خارج ہو کر مشرک کہلانے لگے گا۔ جو کہ ایک مضحکہ خیز اور متشدد رحجان کہلائے گا۔ انسانی نفسیات کا علم تو آج نہایت وسیع ہو چکا ہے۔ اس کا سیر حاصل اور ترقی یافتہ مطالعہ کیے بغیر آپ "کتابِ ہستی" کو کیسے مکمل طور پر جان سکتے ہیں،،،، اور کیسے انسان کے ایک روحانی اور جبلی تقاضے کو ایک "گالی" کا درجہ دیتے ہوئے، اس پر شرک جیسے بڑے انحراف کا فتویٰ لگا سکتے ہیں؟؟؟ صاف گوئی پر معذرت چاہتا ہوں۔

تو آیئے، اس انتہائی عقلی اور منطقی بحث کے بعد، جس کی رُو سے تمام قدیمی تراجم غیر منطقی ٹھہرتے ہیں، اب اسی آیتِ مبارکہ کا جدید ترین قرین عقل ترجمہ پیش کر دیا جاتا ہے۔

آیت 24/3: الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾

"دین یا نظریے میں ملاوٹ کا ارتکاب کرنے والا (الزانی) کسی کے ساتھ اپنا قریبی تعلق نہیں جوڑے گا، یا وابستہ نہیں ہو گا (لَا يَنكِحُ) سوائے ایسے گروہ یا جماعت کے ساتھ جو یہی کام کر رہی ہو (الزانیہ)، یا پھر کسی مشرک جماعت (أَوْ مُشْرِكَةً) کے ساتھ۔ اور اسی طرح ملاوٹ کرتے ہوئے نظریہ کو بگاڑنے والی جماعت (والزانیہ) یا ایک مشرک جماعت کے ساتھ کوئی بھی انسان قریبی تعلق یا وابستگی قائم نہیں کرے گا (لَا يَنكِحُهَا) سوائے نظریے کو خراب کرنے والا یا ایک شرک کرنے والا۔ جب کہ ایسا کرنا امن وایمان کے ذمہ داروں کے لیے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔"

اور اب مادے "زان" کے اسی انتہائی ربط پیدا کرنے والے، ابہامات کو دُور کرنے والے، اور سیاق

وسباق کے ساتھ تسلسل قائم کرنے والے معانی کو دیگر متعلقہ آیات کے ساتھ بھی منطبق کر لیتے ہیں تاکہ سارا موضوع ہی شفاف شیشے کی مانند واضح ہو کر سامنے آ جائے۔ آپ اتفاق کریں گے کہ درجِ بالا بحث کے بعد اب ان بقایا آیات کے قدیمی کالعدم تراجم کو دہرانے کی،،،، اور ان کے کالعدم ہو جانے کی بحث کی،،، ضرورت باقی نہیں رہی۔

قرآنِ کریم کی "زنا" سے متعلقہ دیگر آیات کا جدید ترین قرینِ عقل ترجمہ جس میں آپ کو سیاق و سباق سے ربط، مکمل ہم آہنگی اور عقلی اور منطقی جواز کی فراوانی نظر آئیگی:

آیت 2/24: الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

" نظریاتی ملاوٹ اور بگاڑ کا باعث بننے والی جماعت کو (الزانیۃ) اور ایسے فرد کو (الزانی)، دونوں میں ہر ایک کو سَو (100) یا سینکڑوں بند شوں (مائۃ جلدۃ) میں جکڑ دیا جائے (فاجلدوا)۔ اگر تم اللہ پر اور حیاتِ آخرت کے نظریہ پر یقین و ایمان رکھتے ہو تو ان کے لیے تمہارے دلوں میں کوئی رعایت نہ پیدا ہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نظریہ حیات (فی دین اللہ) کا معاملہ ہے،۔ مزید بر آں اُن کی اس سزا پر امن کے ذمہ داران کا ایک گروہ بطور شاہد موجود ہو۔"

آیت 68/25: وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾

"اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسری طاقت یا اتھارٹی کو نہیں پکارتے، نہ ہی کسی ایسی جان کی تحقیر و تذلیل کرتے ہیں (یَقۡتُلُونَ النَّفۡسَ) جو اللہ تعالی نے ممنوع / محترم قرار دی ہے، سوائے اس کے کہ جہاں وہ ایسا کرنے میں حق پر ہوں، اور نہ ہی دین اللہ میں ملاوٹ کر کے اس کی اصل و اساس کو بگاڑتے ہیں (وَلَا یَزۡنُونَ ۚ)۔ البتہ جو بھی ایسے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے وہ سزا کے طور پر اپنے ارتقائے نفس کی راہ مسدود دیکھے گا(یَلۡقَ أَثَامًا)۔"

آیت 12/60 : يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ۔

"اے نبی، اگر / جب آپ کے پاس ایسی مومن جماعتیں حاضر ہوں جو آپ کی بیعت ان شرائط پر کرنا چاہیں کہ وہ

۔اللہ کی حاکمیت میں کسی کو شریک نہیں کریں گی (لَّا یُشۡرِکۡنَ)

۔ سرقہ / چوری کا ارتکاب نہ کریں گی

۔ دین / نظریے میں بگاڑ / ملاوٹ پیدا نہیں کریں گی (وَلَا یَزۡنِینَ)

۔ اپنی اولادوں کو پست و ذلیل نہیں چھوڑیں گی (وَلَا یَقۡتُلۡنَ أَوۡلَادَھُنَّ)

۔ کسی پر سامنے یا پیٹھ پیچھے بہتان نہیں دھریں گی

۔ اور عمومی معاملات میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی

تو آپ انہیں بیعت کر لیا کریں اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے امان و تحفظ طلب کیا کریں۔"

آیت 32/17: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ

"اور دین / نظریے میں ملاوٹ / بگاڑ پیدا کرنے کے قریب بھی مت جاؤ (وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ)، کیونکہ یہ ایک صریح زیادتی / حدود فراموشی (فاحشۃ) ہے اور بدی کا راستہ ہے (وَسَاءَ سَبِيلًا)۔ اور نہ ہی کسی ایسی جان کی تحقیر و تذلیل کرو (تَقْتُلُوا النَّفْسَ) جسے اللہ تعالیٰ نے محترم / ممنوع قرار دیا ہے، سوائے اس کے جو حق اور جواز کے ساتھ کیا جائے۔"

SECOND PART حصہ دوم:-

فحش

FOHOSH – OBSCENITY

قرآن میں جہاں بھی یہ لفظ "فحش" سامنے آتا ہے، ہمارے نام نہاد "پاک باز علماء" نے اسے صرف ایک ہی معنی میں لیا ہے،،، یعنی جنسی فعل کا ارتکاب۔ سیکس SEX !!! جب کہ اس کے معانی کافی وسعت رکھتے ہیں جیسے کہ آپ نیچے دیکھ لیں گے۔ اور جیسے کہ آپ نے درج بالا متن سے بھی معلوم کیا، لفظ "زنا" کو بھی، اس کا مادہ تبدیل کرتے ہوئے، وہی سیکس SEX سے عبارت کر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے کیونکہ ہم سبھی جانتے ہیں کہ دین اسلام کے اجارہ داروں نے دین کی ترجمانی کرتے ہوئے اس کی اصل و اساس ہی سیکس SEX پر رکھ دی ہے۔ دنیا میں بھی 11 بیویاں، جمع مالِ غنیمت میں لونڈیاں، جمع نکاحِ متع اور نکاحِ مسیار، اور طلاقیں دے دے کر مزید نئی شادیاں بھی،،،،، اور آخرت میں بھی انعامات کی نوعیت میں سیکس ورکرز Sex Workers کی شکل میں لاتعداد حوریں۔ پھر ہر ایک نفس کو 100 مردوں کے

مساوی قوتِ رجولیت!!! اللہ، اللہ۔

تو آیئے دیکھیں کہ ان شیطانی اجارہ داروں کی تعبیرات کے برعکس، ہمارے پیارے خالقِ کائنات کے انتہائی پاک اور مہذب کلام کی حقیقی تعبیر کیا ہے:-

فحش، فواحش، فاحشہ: حد سے بڑھ جانا، زیادتی کرنا، غیر مہذب، بھاری زیادتی، بدکرداری، بے حد وحساب جس کی پیمائش نہ کی جاسکے، ناگوار، بُرا، بد، نفرت انگیز، فحش، بدنما، ممنوعہ حد کراس کرنا، بے حیائی، بے شرمی، جنسی شہوت کا میلان، جنسی اختلاط، وغیرہ۔

Fa-Ha-Shin = became excesssive/immoderate/enormous/exorbitant/overmuch/beyond measure, foul/bad/evil/unseemly/ indecency/abominable, lewd/gross/obscene, committing excess which is forbidden, transgress the bounds/limits, avaricious, adultery/fornication.

اس موضوع پر بھی ہمارے پاس ایک کلیدی آیتِ مبارکہ موجود ہے جس کا جدید ترین قرینِ عقل ترجمہ Rational Translation تمام قدیمی دھوکے اور فریب کو صاف کرتا ہوا، قرآنِ حکیم کی ایک پاک اور منزّہ صورت ہمارے سامنے لے آئیگا۔ نیز یہ ترجمہ اس موضوع کی تمام متعلقہ آیات کے درست تراجم کی راہ بھی ہموار کر دے گا۔

یہ آیت اس لیے چنی گئی ہے کہ ہمارے مرکزی موضوع "زنا" سے جوڑی جاتی ہے اور انتہائی احمقانہ "دانش" کے ساتھ یہ موقف اپنایا جاتا ہے کہ "زنا" کی سزا کے لیے چار عدد گواہان ضروری ہیں،،،،،جب کہ اس لفظ کا یہاں "زنا" سے کوئی تعلق ثابت ہی نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک احمق ترین انسان بھی یہ ادراک وشعور رکھتا ہے کہ جنسی اختلاط کا عمل انتہائی خلوت میں سرانجام

پاتا ہے اور اس پر چار شاہدین کا موجود ہونا بھی تقریبا" ناممکنات میں سے ہوتا ہے۔ دراصل فاحشۃ کا لفظ صرف زنا کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ کھلی بے حیائی کی باتوں یا حرکتوں کو یا ایک بدکردار، غیر مہذب اور لچر عمومی رویے کا وسیع معنی رکھتا ہے۔ یہ ایسا عمومی رویہ ہوتا ہے جس پر مرتکب کے ملنے جلنے والوں یا اسے دیکھنے والوں میں سے چار شہادتیں آسانی سے بہم پہنچائی جا سکتی ہیں۔ مثلا" صنفِ مخالف سے اشارہ بازی کرنا،، پبلک میں دعوتِ گناہ دینا،،، جسم کے پوشیدہ حصوں کی نمائش کرنا،،، لوگوں کی موجودگی میں فحش کلامی کرنا جس سے جنسی جذبات برانگیختہ ہوں، اور ان سب حرکات سے بڑھ کر،،،، دین کے کسی بھی معاملے میں زیادتی اور حدود فراموشی سے کام لینا،، وغیرہ، وغیرہ۔

فحش کو زنا کی ذیل میں لانا اور اس جرم پر چار شہادتوں کی شرط لاگو کرنے کا عمومی مقصد ہمارے ان "پاکباز اور متقی" علماء کے نزدیک کیا تھا؟؟؟ ہماری ناقص عقل میں تو یہی آسکتا ہے کہ یہ حضرات چاہتے تھے کہ وہ خود اور ان کے مربی بادشاہانِ وقت، جتنا چاہیں فعلِ زنا کا ارتکاب کرتے رہیں اور ان پر گرفت کرنا اس لیے ناممکن رہے کہ چار گواہ کہاں سے لائے جائیں گے !!!! بعد ازاں اس قرآنی تحریف اور فقہی تاویل کا فائدہ دیگر بدکرداروں کو بھی مل گیا!!! پس مقام عبرت ہے عقل و شعور رکھنے والوں کے لیے! دیکھیے پہلے اِن مذہب کے ٹھیکیداروں کا لغو ترجمہ:-

آیت 4/15: وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ ۖ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿١٥﴾ وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا ۖ فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔

مودودی: تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں اُن پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو، اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے یا اللہ اُن کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں اُن دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

جالندھری: مسلمانو تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو۔ اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے یا خدا ان کے لیے کوئی اور سبیل پیدا کرے۔ اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو ان کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیکوکار ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

احمد رضا خان: اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھا لے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔ اور تم میں جو مرد عورت ایسا کریں ان کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(غور فرمائیں اس کھلے تضاد پر کہ حصہ اول میں دی گئی آیت 24/2 میں زانی اور زانیہ کی سزا سو (100) جلدہ مقرر کی جا رہی ہے، اور یہاں موت تک گھروں میں بند کر دینا۔۔۔ نیز وہاں کسی گواہی کا ذکر بھی نہیں، اور یہاں چار افراد کی گواہی بھی ہے۔ یہ تضاد کسی بھی مترجم و مفسر کو نظر ہی نہیں آیا۔)

اور اب دو ترقی یافتہ تراجم:

علامہ اسد: اور تمہاری اُن عورتوں کے لیے جو غیر اخلاقی روش کا گناہ کریں، اُن پر اپنے میں سے چار ایسے لاؤ جنہوں نے ان کا گناہ دیکھا ہو،،، اور اگر وہ شہادت دیں تو محدود کر دو گناہ گار عورتوں کو ان کے گھروں میں یہاں تک کہ موت انہیں لے جائے، یا اللہ ان کے لیے کوئی سبیل پیدا کر دے (توبہ کے ذریعے)۔ اور سزا دو دونوں پارٹیوں کو۔ لیکن اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں، تو انہیں چھوڑ دو، کیونکہ، اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحمت نچھاور کرنے والا ہے۔

علامہ پرویز : اگر تمہاری عورتوں میں سے کسی سے ایسی بے حیائی کی حرکت سرزد ہو (جو زنا کی طرف لے جانے کا موجب ہو سکتی ہے) تو ان کے خلاف اپنے میں سے چار گواہ لاؤ۔ اگر وہ اس کی شہادت دیں (اور جرم ثابت ہو جائے) تو ان عورتوں کو باہر آنے جانے سے روک دو تا آنکہ انہیں موت آ جائے یا خدا کا قانون اُن کے لیے ایسی صورت پیدا کر دے جس سے وہ اس قسم کی حرکات سے رک جائیں۔ مثلاً" اگر وہ شادی شدہ نہیں تو ان کی شادی ہو جائے (زنا کی سزا کا ذکر 24/2 میں ہے اور تہمت لگانے کا 24/4 میں)۔ اور اگر دو مرد اس قسم کی حرکت کے مرتکب ہوں تو انہیں (مناسب) سزا دو۔ لیکن اگر وہ اپنے کئے پر نادم ہو کر اس سے باز آ جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے درگذر کرو۔ اللہ کے قانون میں معافی کی گنجائش بھی ہے (جو اکثر حالات میں جرم کی روک تھام کا موجب بن کر باعث) رحمت بن جاتی ہے۔ (مفہوم القرآن)۔

بحث:

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ پہلے تین روایتی تراجم میں تو فحش حرکات کو سیدھا سیدھا "زنا" ہی فرض کر لیا گیا،،،،،، حالانکہ وہاں ایسا کوئی اشارہ نہیں تھا، کیونکہ کسی مرد کا ذکر ہی نہیں تھا۔ کہا یہ گیا تھا کہ "تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں"۔۔۔۔۔ کیونکہ مرد کے بغیر جنسی فعل کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اس لیے اگر یہ جنسی فعل ہوتا تو صرف عورتوں کا ذکر نہ ہوتا، بلکہ عورتوں اور مردوں

دونوں کا ذکرِ خیر ہونا لازمی تھا۔ اور دونوں کو سزا دی جاتی ۔۔۔۔،،،،، اور پھر وہی دیرینہ سوال؟؟؟ کہ اس انتہائی پرائیویٹ عمل کی شہادت میں چار گواہ کہاں سے پیدا کیے جا سکتے ہیں؟ ۔۔۔ظاہر ہے کہ اس سوال کا جواب کسی بھی "بزرجمہر" یا "الہامی دانش" کے حامل علامہ کے پاس نہیں ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ کوئی اور ہی عمل ہے۔ اور پھر یہ کہ "اللذان" کو کوئی مرد و عورت کہہ رہا ہے، کوئی دو مرد اور کوئی مجموعی انداز میں مرد کی پوری صنف!

دیگر دو ترقی یافتہ تراجم میں البتہ فحش حرکات کو فحش حرکات تک ہی محدود رکھا گیا۔ بہت بڑی "پیش رفت" کی گئی !۔۔۔۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ یہاں بھی انتہا پسندی کا وہی عالم ہے کہ صرف فحش حرکات کی بنا پر "موت تک قیدِ تنہائی" جیسی سنگین ترین سزا بآسانی لاگو کر دی گئی ؟؟؟؟ کیا کوئی بھی قرینِ عقل انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ اِس جرم کی سزا اس قدر وحشیانہ اور ظالمانہ بھی ہو سکتی ہے؟؟؟ اور پھر یکدم اس انتہائی سزا سے واپس نیچے آتے ہوئے، متبادل میں یہ بھی کہہ دیا گیا کہ،،،،،، شاید اللہ ان کے لیے کوئی اور سبیل نکال دے،،،،، جیسے کہ "اگر وہ شادی شدہ نہیں، تو ان کی شادی کرا دی جائے "(اُستاد علامہ پرویز)۔۔۔۔۔؟ خدا کے واسطے! آخر کیا وجہ تھی کہ یہ "نرم" سزا پہلے ہی مرحلے میں کیوں نہ تجویز کر دی گئی؟؟؟۔۔۔پہلے تو آپ نے انہیں تنہائی میں مر جانے کی "انتہائی سزا" دے ڈالی!!!۔۔۔ تو اس کے بعد آپ کی یہ فرضی نرم "سبیل" کیسے نکلے گی اور کیسے لاگو ہو گی؟؟؟۔۔۔۔اور کون جیالا "مردِ مومن" ایک موت تک قید کی سزا یافتہ مجرمہ عورت سے جو "زنا" کی جانب دعوت دینے کی مجرم ہے، شادی کرنے کی قربانی دے گا؟؟،،،،،، اور پھر ساری زندگی دونوں معاشرے کی طعن و تشنیع بخوشی سنتے اور برداشت کرتے رہینگے؟؟؟؟؟؟؟؟ کیا یہاں ایک بات بھی قرینِ عقل ثابت ہوتی ہے؟ قارئین خود ہی فیصلہ فرمائیں۔

حالانکہ معاملہ بہت ہی آسان اور سادہ تھا، اور ہمارے عظیم خالق نے اپنے انتہائی اعلیٰ ادبی اسلوب

میں اسے یوں سلجھا دیا تھا:-

آیت 15/4: وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ ۖ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿١٥﴾ وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا ۖ فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔

"تمہاری خواتین میں سے جو بے حیائی پر یا حدود فراموشی پر مبنی حرکات (الْفَاحِشَةَ) کرتی ہوئی سامنے آئیں (يَأْتِينَ) تو ان پر اپنے لوگوں میں سے چار عدد کی گواہی حاصل کرو۔ اگر وہ شہادت دے دیں تو انہیں اس جرم کے سدباب سے متعلقہ اداروں میں محبوس کر دو (امسکوھن فی "البیوت") تاکہ یہ مخصوص ذلت آمیز زندگی (الْمَوْتُ) ان کی کمیاں اور کمزوریاں دور کر کے ان کا کردار مضبوط کر دے (يَتَوَفَّاهُنَّ)، یا حکومتِ الٰہیہ اُن کی بہتری کے لیے کوئی اور راستہ پیدا کر دے ۔ اور تم میں سے ایسے دو مرد (اللّذان) جو باہم بے حیائی کی حرکتیں کرتے سامنے آئیں (یاتیٰنہا) تو انہیں تکلیف دہ سزا دو۔ پھر اگر اپنی روش سے واپس آ جائیں اور اصلاح پکڑ لیں تو ان سے اعراض برتو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کی جانب واپس رجوع کرنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہے۔"

اہم الفاظ کے معانی:

بیت؛ البیت: بلند اور قابلِ احترام فیملی / خاندان Nobility؛ محترم ادارہ؛ جیسے البیت المال۔ وہ ادارہ جو مالیات پر اتھارٹی رکھتا ہے۔ وغیرہ، وغیرہ۔ گھر؛ وہ جگہ جہاں رات گذاری جائے؛ رات کی سوچ بچار۔

موت؛ الموت: مرنا، گذر جانا، ایک برباد اور محروم زندگی؛ حسیات سے محرومی؛ دانش سے محرومی؛ ساکت، خاموش، بے حرکت ہو جانا؛ سونا، بے روح ہونا، تکلیف کے احساس میں کمی ہو جانا، زمین کا خشک ہو جانا، رُک جانا، تھک کر ختم ہو جانا؛ غریب ہونا؛ ذلیل، کمین، قابلِ نفرت، واہیات ہو جانا؛ غیر تابعدار اور سرکش ہو جانا؛ پیچ، حقیر، مؤدب ہو جانا؛ لچکدار، نرم، ڈھیلا، آرام دہ ہو جانا، جذبے یا زندگی سے خالی ہو جانا۔

Miim-Waw-Ta = To die, to pass away from the earthly life, to be destitute or deprived of life, deprived of sensation, deprived of the intellectual faculty, to be still/quiet/motionless, to be calm/still, to sleep, lifeless, to be assuaged, dried up by the earth, to cease, wear out/be worn out, to be poor/reduced to poverty, abject/base/despicable/vile, disobedient or rebellious, lowly/humble/submissive, to be soft/loose/flabby/relaxed, lack spirit or life.

وفی؛ توفیٰ: آخر تک پہنچ جانا؛ کسی کے وعدے کا پورا کرنا؛ کسی بھی مصروفیت کی تکمیل کر دینا؛ قرض ادا کر دینا؛ وعدے کی تکمیل کرنا؛ مرنا؛ مکمل ادائیگی، یا ادائیگی کی تکمیل کرنا؛ کسی کو بھر دینا، کمی کمزوری، محرومی کو پورا کر دینا۔

Waw-Fa-Ya = to reach the end, keep ones promise, fulfil ones engagement, pay a debt, perform a promise. tawaffa - to die. wafaat - death. To pay in full, to fulfill.

آخر میں ایک ضروری وضاحتی نوٹ:

درج بالا تحقیق میں ایک خاص موضوع پر قرآنِ حکیم کی ایک حقیقی اور منزّہ صورت دنیا کے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اس سلسلے میں استعمال شدہ الفاظ اور ان کا متعین کردہ مادہ زیرِ بحث لا کر در حقیقت ماضی کے سازشی التباس کے پردے چاک کرنے کی مخلصانہ سعی کی گئی ہے۔ اس کاوش سے یہ ہر گز نہ سمجھا جائے کہ خدانخواستہ فعل زنا کے نہایت سنجیدہ تخریبی پہلو کی اہمیت کو کم کرنے کی کوئی دانستہ کوشش کی گئی ہے۔۔۔ فعلِ زنا دراصل اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ "جوڑے۔ pair" کے تخلیقی اصول سے انحراف ہے۔ ایک ذرے سے لے کر انسانی حیات تک ہر تخلیق جوڑوں یعنی Pairs میں ہی پیدا کی گئی ہے اور جوڑے سے مراد ہمیشہ دو اصناف کا ایک ایک واحد یونٹ ہی ہوتا ہے۔ یعنی ایک جمع ایک مل کر ہی ایک جوڑا کہلاتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک جمع دو،،،، یا پھر ایک جمع تین یا چار،،،، کو ایک جوڑا کہا جا سکے۔ حیاتِ انسانی میں بھی عورت اور مرد کی ایک جمع ایک اکائی مل کر ہی جوڑا بنتا ہے اور اس طرح انسانی ذات اپنی تکمیل کا حصول کر لیتی ہے۔ یہ رفاقت ایک اہم اور سنجیدہ، پوری عمر پر محیط، باہم جڑی ہوئی زندگی گذارنے کے لیے ایک قانونی معاہدے کے تحت ہی عمل میں آنی چاہیئے۔ جسمانی لذت کا حصول اس کا ہدف نہیں بلکہ اس کا انعام ہے، اور انسانی نسل کا تسلسل اس کا مطلوب و مقصود ہے۔ بصورت دیگر، آزاد سیکس، اور متعدد پارٹنرز، جس کا ہدف جسمانی لذت ہو، زندگی کا توازن بگاڑ کر انسانی ذات کے انحطاط کا باعث بھی بنتا ہے اور انسان معاشرے کی حدود کو توڑ کر دنیا میں بھی مجرم بنتا ہے، اپنے ضمیر کے سامنے بھی، اور اپنے خالق کی عدالت میں بھی۔ استادِ محترم علامہ پرویز نے آزاد جنسی فعل کے مہلک اثرات پر بڑی بصیرت افروز تحریریں سپردِ قلم کی ہیں جن کا مطالعہ آپ کو بلا حدود و قیود جنسی ملاپ کے قوموں اور تہذیبوں پر مرتب ہونے والے خوفناک نتائج و عواقب سے پوری طرح آگاہ کر دے گا۔ اس ناچیز کے لیے یہ بات باعث اطمینان ہے کہ وہاں اگر کوئی پہلو تشنہ رہ گیا تھا، تو وہ کمی

اس ناچیز نے پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔ ماحصل یہی ہے کہ جس طرح دیگر گناہ و معصیت اور حدود فراموشی "اثم" یعنی انسانی ذات کے "انحطاط" کا باعث ہوتی ہے، وہاں زنا کی حدود فراموشی بھی انسانی ذات کے توازن کو بگاڑ کر اسے ذہنی، نفسیاتی اور معاشرتی مسائل کا شکار کر دیتی ہے۔ البتہ قرآن کے متن میں جہاں اس لفظ کو دانستہ زان کی اصطلاح پر مسلط - "Super-impose" کر دیا گیا تھا، جس سے متعلقہ ترجمہ غیر عقلی اور غیر منطقی شکل اختیار کر چکا تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس بگاڑ کو دور کر دیا گیا ہے۔ فاضل دوستوں کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

* * * * *

اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ کس انداز میں ابلاغ کرتے ہیں

Allah's Mode of Communication with Man

ایک اور غلط العام

کیونکہ اس خاص موضوع پر آج تک ہر خاص و عام اسی مغالطے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو ہدایت عطا کرنے کے لیے تین مختلف طریقے استعمال فرماتا ہے، اور کیونکہ تمام تراجم اور تفاسیر میں ان تین طریقوں ہی کا بیان ہے، اور اس انداز میں ہے کہ عام انسان کے سَر کے اوپر سے گذر جاتا ہے، اس لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع کو بھی تحقیقی معیار پر پرکھا جائے اور بات کو سیدھا اور صاف کر کے پیش کر دیا جائے تا کہ یہ قدیمی الجھن بھی عقل، دانش اور منطق کی رُو سے ہمیشہ کے لیے حل ہو کر قرآن کی ایک اصولی اور دانشمند تصویر دنیا کے سامنے پیش کر دے۔ زیرِ تحقیق آیت یہ ہے:-

آیتِ مبارکہ 42/51:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾

عمومی تراجم:

مودودی: کسی بشر کا یہ مقام نہیں ہے کہ اللہ اُس سے رُوبرُو بات کرے، اُس کی بات یا تو وحی (اشارے) کے طور پر ہوتی ہے، یا پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام بر (فرشتہ) بھیجتا ہے

اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے، وحی کرتا ہے، وہ برتر اور حکیم ہے۔

احمد رضا خان: اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر، یا یوں کہ وہ بشر "پردہِ عظمت کے اُدھر ہو"، یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے، بیشک وہ بلندی و حکمت والا ہے۔

جالندہری: اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر الہام (کے ذریعے) سے یا پردے کے پیچھے سے، یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القا کرے۔ بے شک وہ عالی رتبہ (اور) حکمت والا ہے۔

علامہ اسد: اور یہ موقع نہیں دیا گیا فانی انسان کو کہ اللہ اس سے بات کرے سوائے اس کے کہ اچانک وجدان کے ذریعے،،،، یا (ایک آواز کے ذریعے جو کسی بھی قسم کی ہو) پردے کے پیچھے سے،،،، یا ایک پیغامبر کے ذریعے جو وحی کرے، اس کی اجازت سے، جو کچھ کہ اُس کی مرضی ہو؛ در حقیقت وہ نہایت بلند اور حکمت والا ہے۔

علامہ پرویز: قانونِ فطرت جو کائنات پر لاگو ہے انسانی معاشرے کو وحی کے ذریعے بھیجا جاتا ہے، جو کہ انبیاء پر نازل ہوتی ہے، ہر فرد پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ تین (3) طریقوں سے ابلاغ فرماتا ہے۔ ان میں سے دو طریقے انبیاء کے لیے مخصوص ہیں، اور تیسرا طریقہ عام انسان کے لیے۔ وہ انبیاء سے رابطہ اس طرح کرتا ہے کہ یا تو وحی کا متن ان کے دلوں میں اُتار دیتا ہے؛ یا کچھ مرتبہ اسے ان کے کانوں میں ڈال دیتا ہے، پردے کے پیچھے سے (جیسے کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ ہوا– 2/253، 4/164)۔ یہ دونوں طریقے نبیوں تک محدود ہیں۔ جہاں تک عام انسانوں کا تعلق ہے، ان تک ایک رسول بھیجا جاتا ہے۔ یہ رسول انہیں وہ الہامی وحی پہنچاتا ہے جو اسے اللہ کے حکم سے پہنچتی ہے۔ (ایک نبی کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی اللہ سے راست رابطہ نہیں رکھ سکتا)۔ یہ انتظام اللہ نے کیا ہے جو نہایت عالیٰ مرتبت ہے اور جو تمام فیصلے دانش کی بنیاد پر کرتا ہے۔

دیکھ لیجیے کہ تمام فرسودہ ،،،،اور ترقی یافتہ ،،،، تراجم تین ہی طریقوں پر زور دیتے ہیں، اور پھر یہ تین طریقے عام انسان پر واضح بھی نہیں ہو پاتے۔ لے دے کر حضرت موسیٰ کی جانب اشارہ دے دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے "پردے کے پیچھے" سے کلام فرمایا کرتا تھا ؟؟؟؟؟؟۔ اور اسی طریقے کو وحی کے علاوہ ایک اور طریقہ فرض کر لیا جاتا ہے۔

فرسودہ روایتی تراجم تو تیسرے طریقے کو اُسی دیومالائی انداز میں لیتے ہیں جو کہ اُسی قسم کے تمام تراجم کی خصوصیت ہے۔ یعنی وہ تیسرے طریقے میں ایک دیومالائی شخصیت۔۔۔۔یعنی فرشتے۔۔۔۔کا بھیجا جانا ظاہر کرتے ہیں، جو اللہ کے ایک پیغام بر کی حیثیت سے پیغام کو پہنچانے کے لیے آیا کرتا تھا۔ یعنی ان کے مطابق خالقِ کائنات جیسی عظیم و برتر ہستی کو جو ہمہ وقت انسان کی رگِ جاں سے زیادہ قریب ہے، انسان تک پیغام پہنچانے کے لیے ایک ہرکارے کی ضرورت محسوس ہوا کرتی تھی۔ یعنی وہی قدیم تصور کہ اللہ تعالیٰ "بلندیوں" پر کہیں اپنے دربار میں رونق افروز ہے جہاں ہر قسم کا شاہی سٹاف اس کے رُوبرُو حاضر ہے اور اس کے احکام بجالاتا ہے۔ وہیں سے کچھ ہرکارے یا قاصد اس کے پیغامات انسانوں تک پہنچانے پر مامور ہیں۔ جنہیں فرشتے کہا جاتا ہے۔ پھر ان فرشتے نامی مخلوق کی ہیئت کذائی بیان کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے جاتے ہیں۔ اور عقلی تجزیے، علمی تحلیل، سائنسی علوم اور عملِ تخلیق کے ثابت شدہ طریقِ کار سب کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ خود اپنی ذات کا مذاق بنا دیا جاتا ہے تو بے جا نہ ہو گا۔

البتہ ترقی یافتہ تراجم جن میں استادِ محترم علامہ پرویز کا ترجمہ شامل ہے، پہلے دو طریقوں کو انبیاء سے روابط رکھنے کے لیے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور تیسرے طریقے کو عام انسانوں کے لیے مختص کرتے ہیں۔ انہی پہلے دو طریقوں میں سے دوسرا طریقہ "پردے کے پیچھے سے" ،،،، خود بزبانِ خالقِ کائنات ،،،، وہ "کلام"۔۔۔ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے مخاطب ہو کر کرتا ہے۔ پہلا طریقہ انبیاء کو وحی کرنے کا ہے۔ ۔۔۔ اور تیسرا طریقہ بھی انبیاء کو وحی کر کے اُن کے ذریعے عام انسانوں کو

ہدایت بھیجنے کا ہے۔۔۔۔یعنی یہاں دو طریقے وحی کے ہی ہیں، بلاواسطہ اور بالواسطہ،،،،البتہ ایک علیحدہ طریقہ،یعنی تیسرا طریقہ، "پردے کے پیچھے سے کلام" کا باور کیا گیا ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ یہاں اس امر پر یقین کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ۔۔۔۔۔گویا اللہ تعالیٰ کوئی انسان ہے اور انسان ہی کی مانند زبان،یعنی جسم، بھی رکھتا ہے!!!(فرقۂ تجسیمیہ کے عقیدے کی مانند)،اور پھر اسی زبان سے کسی مخصوص انسان سے بات،یعنی کلام بھی فرماتا ہے!۔۔۔۔یعنی اُس ذاتِ پاک کی کوئی آواز بھی ہے!۔۔۔۔۔۔ اور پھر یہ مخصوص طریقہ صرف پوری نسلِ انسانی میں صرف ایک ہی انسان کے ساتھ مخصوص ہے --- ایک خاص پیغمبر کے ساتھ۔۔۔۔جن کا نامِ نامی، حضرت موسیٰ ہے ؟؟؟ ۔۔۔یہاں منطقی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ استثناء صرف حضرت موسیٰ کے ساتھ ہی کیوں ؟ ؟؟ ۔۔۔۔کیا اس کی کوئی خاص وجہ تھی، یا اس میں کوئی راز پنہاں تھا؟؟؟ ۔۔۔کیا اس استثناء کا کوئی جواز،،، یا،،،ہمارے اس سوال کا کسی بھی علامہ کے پاس کوئی جواب ہے ؟۔۔۔۔۔غالباً "نہیں۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نہ جسم رکھتا ہے، نہ زبان، نہ مادی وجود اور نہ ہی کسی مقام میں موجودگی سے مخصوص ہے۔ اس لیے نہ تو کلام کرتا ہے اور نہ ہی کہیں قیام پذیر ہے جہاں سے کسی مقام پر موجود انسان سے بات کرے۔ وہ تو ایک غیر مرئی، غیر مادی، پوری کائنات میں سرایت کیا ہوا، ایک شعورِ مطلق ہے جس نے یہ کارخانۂ تخلیق ایک خاص مقصد اور پلان کے تحت تخلیق کر دیا ہے، اور جس کا ہر مرحلہ خود کار انداز میں عمل کی منزلوں سے گذرتا، اپنی معراج کی جانب سفر پر رواں دواں ہے۔ اور وہ ذاتِ باری تعالیٰ تمام مخلوقات، بالخصوص تمام نسلِ انسانی کے ہادی کے منصبِ عظیم پر فائز ہے۔

ہمارا پہلا اور بہت ہی آسان جواب کا مستحق سوال یہ ہے،،،، کہ ،،،،، کیا بذاتِ خود "وحی" کی واردات۔۔۔۔ "پردے کے پیچھے" سے ہی واقع نہیں ہوتی ؟؟؟ ۔۔۔یعنی کیا اللہ تعالیٰ وحی کرتے

وقت "من وراء حجاب" نہیں ہوتا؟؟؟ اگر اس کا آپ کے ذہن میں وہی آسان سا جواب ہے، جو اس ناچیز کے ذہن میں بھی ہے، تو پھر تو یہ مسئلہ چٹکی بجاتے میں ہی حل ہو جانا چاہیئے!۔۔۔۔جی ہاں! وحی کا عمل خود ہی پردے کے پیچھے سے ہو رہا ہے۔

پیارے دوستو، کیا یہ سمجھنا کچھ مشکل ہے کہ "وحی" تو بذاتِ خود۔۔۔"پردے کے پیچھے سے" ہونے والے رابطے کو کہا گیا ہے؟؟؟۔۔۔کیونکہ اسی ذریعے سے اللہ تعالیٰ سامنے آئے بغیر،،،، اور کلام کیے بغیر،،،، اپنا پیغام پہنچا دیتا ہے؟؟؟ دراصل "وحی کے ذریعے رابطہ"،،، اور،،، "پردے کے پیچھے سے بولنا"،،، دو الگ الگ طریقے نہیں ہو سکتے!!!

اس طرح آپ سمجھ گئے ہوں گے، کہ اللہ تعالیٰ کا واحد انسانی رابطے کا طریقہ "وحی" ہی ہے، خواہ براہ راست کسی ایک کے ذہن پر نازل ہو یا مجموعی طور پر انسانوں کے لیے پیغام اس کے مبعوث کیے ہوئے رسول کو وحی کے ذریعے ارسال کیا جائے۔

۔پس آیت کا حسبِ حال ترجمہ اس طرح ہے:۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾

"اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے سوائے وحی کے انداز میں،،،، یا ،،،یوں سمجھو،،،، کہ پردے کے پیچھے رہتے ہوئے،،،، یا پھر وہ انسانوں کے درمیان اپنے رسول بھیج دیتا ہے اور پھر انہیں بھی اپنے اُن احکامات کی وحی کر دیتا ہے جو اُس کی مشیت ہوتی ہے۔ بیشک وہ بلند مقام اور حکمت والا ہے۔""

ہمارے اساتذہ نے اس سادے سے واحد طریقہ رکھنے والے کلیے کو،،،، خواہ مخواہ مشکل پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے،،،، انوکھے تراجم کی موشگافیوں سے تین (3) عدد مختلف النوع طریقوں میں

پھیلا دیا ہے اور ہمارے لیے ورثے میں الجھنیں اور تفہیم کی بحثیں چھوڑ دی ہیں۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ ایک عقلی و منطقی ترجمے نے، جو قرآن کے دیگر مواقع کے مندرجات سے تصدیق شدہ ہے، مسئلے کو کس آسانی سے حل کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے "کلام" کرنے کے ضمن میں ہمیں یہ آیت حوالے میں پیش کی جاتی ہے اور اصرار کیا جاتا ہے کہ نہیں صاحب،،، اللہ تعالیٰ تو "کلام" کرتا ہے:-

آیت 4/164: وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا۔

حالانکہ قرآن ہمیں واضح طور پر مطلع فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ وحی ہی فرماتا تھا، جس کا ثبوت متعدد آیات میں اس طرح مندرج ہے ۔۔۔" و اوحینا الی موسیٰ"۔۔۔ دیکھیے آیات 7/11، 7/16، 10/87، 20/77، 26/52، 26/6 2، 28/ 7۔ بات بالکل صاف ہو جائیگی۔ ان تمام آیات کی روشنی میں ہمیں تو "کلیم اللہ" والی تھیوری من گھڑت معلوم ہوتی ہے۔ ان تمام آیات کے بعد کون علامہ یہ اتھارٹی رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے خود ایسا فیصلہ کرے اور کہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے "اپنی زبان" کے ساتھ "کلام" فرماتا تھا؟؟؟؟۔۔۔ اس لیے درج بالا آیت کا اِن بہت سے حوالوں کی روشنی میں قرینِ عقل ترجمہ کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کمزور دلیل کے غبارے سے بھی ہوا نکل جائے اور یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کوئی۔۔ "ڈبل سٹینڈرڈ"۔۔ نہیں رکھتا:-

ترجمہ: "اور اللہ نے موسیٰ کو بھی اپنی بات کہنے کے لیے مخاطب کیا"۔ اللہ کا کلام کرنا زبان سے بول کر کہنا نہیں ہوتا۔ وحی بھی کلام کرنا ہی ہوتا ہے۔۔۔۔ نیز "پردے کے پیچھے سے "کلام کرنا بھی دراصل وحی ہی کے ذریعے اپنی بات کہنا ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی مراد ہے۔ وحی دراصل اللہ کا "کلام" ہی ہوتا ہے اور یہ کلام بول کر نہیں بلکہ قلب پر، یا کہ لیں کہ ذہن پر وارد کر دیا جاتا ہے۔

قرآن بھی تو اللہ کا کلام ہی ہے، لیکن اللہ کے زبان سے بولے بغیر رسول پر نازل کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح "لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ" سے مراد یہ نہیں کہ "اللہ کی زبان سے بولا ہوا تبدیل نہیں ہوتا"،،،، بلکہ یہ ہے کہ اللہ کا "وحی کیا ہوا کلام" تبدیل نہیں ہوتا۔۔۔۔ پس اللہ تعالیٰ کے انسانوں یا انبیاء سے مخاطب ہونے کے ضمن میں لفظ،،،، "کلام"،،، یا،،، "یکلم"،،، یا کلمات اللہ، "زبان سے بولے ہوئے الفاظ" نہیں ہو سکتے۔

نیز آیت:2/ 253 میں جو کہا گیا کہ "مِنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ" تو اس سے "تبعیض" مراد لینا، یا چند نبیوں کے لیے "استثناء" لینا،،، اوپر دیے ہوئے ہمارے متعدد حوالوں کی روشنی میں ایک غلطی ہو گی۔ یہاں "مِن تبعیضیہ" نہیں بلکہ۔۔۔ "مِن بیانیہ ہے"۔ معنی یہ نہیں کہ ان میں سے کچھ سے اللہ نے کلام کیا،،،، بلکہ یہ ہے کہ ان سب سے اللہ تعالیٰ مخاطب ہوئے۔ یعنی کہا جا رہا ہے کہ "یہ سب وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا"۔ یہ نہیں کہ ان میں سے کچھ سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ اوپر کے متعدد حوالوں سے (اوحینا الیٰ موسیٰ) یہ آخری استنباط غلط ثابت ہوتا ہے۔

امیدِ واثق ہے کہ یہ ناچیز بات کو سمجھانے میں کامیاب رہا ہے۔ رفقاء کی رائے کا منتظر ہوں۔

* * * * *

قصہ حضرت نوح اور اُنکی کشتی کا، طوفانِ نوح کے تناظر میں

The Myth of Noah's Ark and The Great Deluge

حضرت یونس علیہ السلام کی مِشنری (Missionary) جدوجہد کی کہانی،،،، حضرتِ موسیٰ کے تربیتی سفروں کی سرگذشت،،،،ذی القرنین نامی بادشاہ (The Two Horned One) کے احوال،،،، یاجوج و ماجوج (Gog and Magog) کے بیانیے،،،،اور غار میں سونے والے اصحابِ کہف والرقیم (The Seven Sleepers) کی تاریخ کے تناظر میں خالص کردار سازی کے سبق پر مبنی قرآنی حقائق کو ملوکیتی سازش کے تحت جس طرح توڑ مروڑ کر دیومالائی انداز (Mythology) میں پیش کیا گیا ہے، اُسی قسم کی ایک اور قدیمی تمثیل ۔۔۔ حضرت نوح کا معجزاتی قصہ ۔۔۔ بھی ہے, جسے ہماری بد دیانت و بے ضمیر مذہبی پیشوائیت، عوام کی معصوم اکثریت کو گمراہ اور ذہنی پسماندگی میں مبتلا رکھنے کے لیے اُسی قدیمی طلسماتی انداز میں قائم و دائم رکھتی چلی آرہی ہے۔ یاد رہے کہ مذہبی پیشوائیت نے دنیا میں ازل سے قائم استحصالی سرمایہ دارانہ نظام کے ایک اہم کل پرزے (یعنی tool, instrument) کا رول ادا کرنا اپنے ذمہ لے رکھا ہے جس کے ذریعے عوام کے اذہان پر اُن کا اختیار و اقتدار مسلط رہتا ہے۔

اِس قصہ میں بھی ایک مفروضہ طوفانِ عظیم کی تحیر خیز داستان گھڑ کر بیان کی گئی ہے جس کی زد میں لا کر پوری نسلِ انسانی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ نسلِ انسانی اس قدر بد کردار اور گمراہ ہو گئی تھی، اور خالق کے قبضہِ قدرت سے اس قدر باہر نکل چکی تھی، کہ خالق نے اس کا فنا کیا جانا ضروری سمجھا۔ حیاتِ ارضی کی تخلیق کا عمل از سرِ نو شروع کرنے کے لیے حضرت نوح کے

خاندان اور ان کے مومن ساتھیوں کی ایک مختصر سی جماعت، اور زمین پر موجود تمام چرند، پرند اور وحشی جانوروں کی نسلوں سے "دو دو جوڑے"، ایک بڑی کشتی پر محفوظ کر لیے گئے تھے جو حضرت نوح نے طوفان کے آنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے تحت خود اپنے ہاتھوں بنائی تھی ۔۔۔۔۔۔۔! معاذ اللہ !!! گویا کہ اللہ کا یہ جلیل القدر نبی ایک انتہائی شعور یافتہ نظریاتی دانشور، عظیم مصلح اور انسانوں کا لیڈر اور جرنیل نہیں، بلکہ ایک لکڑی کا کام کرنے والا کشتی ساز تھا؟؟؟ ۔۔۔۔ اور گویا کہ اللہ کے رسول / نبی اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے تحت سرمایہ دارانہ استحصالی قوتوں سے نبرد آزما ہو کر ایک مثالی انسانی معاشرہ تشکیل نہیں دیتے تھے، بلکہ اُس کے برعکس کشتیاں یا بحری جہاز بنا کر راہِ فرار اختیار کرتے تھے اور دنیا بھر سے جانوروں اور چرند پرند کی تمام نسلوں کے سیمپل (specimen) اکٹھے کرتے پھرتے تھے، کیونکہ اللہ نے اُن کو فنا کے گھاٹ اُتار دینا تھا؟؟؟ ۔۔۔۔ اور عقل و دانش نے اپنی موت آپ مر جانا تھا!!!

اور پھر اِس متوارث چلی آ رہی غیر منطقی کہانی میں یہ امر بھی قابلِ غور تھا کہ اگر تمام بنی نوع انسان کو بد کرداری اور گمراہی کی بنا پر فنا کے گھاٹ اُتارنا ہی مقصود تھا،،،، تو، ذرا سوچیں، کہ بے چارے غریب جانوروں اور چرند پرند کی معصوم نسلوں کا کیا قصور تھا کہ اُن کا فنا کیا جانا بھی ضروری سمجھا گیا ؟؟؟؟ کیا عقل و خرد کو فارغ کرتے ہوئے، انسانوں کے ساتھ ساتھ اُن سب حیوانات کو بھی،، "گمراہ، نافرمان اور بد کردار" ٹھہرا دیا گیا تھا؟؟؟ ۔۔۔ یا پھر ہمارے مفسرین کسی گھمبیر ذہنی یا نفسیاتی خلل کا شکار تھے ؟؟؟ ۔۔۔۔ قصہ مختصر،،،،، پسماندہ اسلامی معاشرے کو یہ باور کرایا گیا کہ سیلابِ عظیم کے اُتر جانے کے بعد کشتی کے ذریعے بچ جانے والے حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں کے ذریعے کرّہ ارض پر انسانی اور حیوانی حیاتِ نو کا عمل ایک بار پھر سے جاری کیا گیا!!!! یا کم از کم بھی،،،، یہ وادیِ دجلہ و فرات میں برپا ہونے والا ایک بڑا سیلابِ ضرور تھا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اُس علاقے میں آباد قوموں کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا تھا۔ واضح رہے کہ سائنس،

تواریخ، بشریات (Anthropology) اور آثاریات (Archaeology) کے علوم میں بھرپور تحقیقات کے بعد بھی اس واقعہ کی کوئی توجیہ، توثیق، ثبوت، آثار، نشانی سامنے نہیں آ سکی۔ پَس یہ سارا افسانہ (Myth) من گھڑت اختراع ثابت ہو چکا ہے۔

ہمارے مذہبی ورثے میں ہمیں حاصل ہونے والی تمام قدیم و جدید تفاسیر میں یہی، یا اس سے ملتا جُلتا، منطق سے عاری بیانیہ (narration) آپ کو نظر آئیگا، جو ایک نہایت قرینِ عقل اسلامی ڈاکٹرائن (Doctrine) کے خلاف ایک ہمہ گیر، ہمہ جہت اور مربوط منصوبہ بندی کی کھلی نشاندہی کرتا ہے، کیونکہ "مقدس کتابوں" میں آپ کو اس سے بھی آگے بڑھ کر اُن جانوروں کی ""تفاصیل" بھی ملیں گی جو حضرت نوح کی کشتی میں پناہ گزین کر لیے گئے تھے۔ نہایت باریک بینی سے کام لیتے ہوئے ہمارے "قابل متقدمین" نے اُس مفروضہ غیر موجود کشتی کا طول و عرض اور گہرائی تک ماپنے کی "انتہائی محققانہ" کاوشیں کی ہیں، جن کی تفاصیل مختلف تفاسیر، روایات اور قصص میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ ہمارے اِن قابل سابقین کی تمام "گپ بازیاں" اُسی سرکاری سطح کی منصوبہ بندی کے تحت، ہمیشہ اِسی قسم کی احمقانہ قیاس آرائیوں پر محمول رہی ہیں،،، مثلاً" جیسے کہ جنت میں حوضِ کوثر کا مفروضہ، جس کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی پر تخیل کی بے تُکی پرواز سے کام لیتے ہوئے بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ اور جیسے جبرئیل نامی مفروضہ فرشتے کے وجود کا طول و عرض اور اُس کے پروں کا سائز نہایت شرح و بسط کے ساتھ ماپا گیا، گویا کہ وہ ایک ماڈل کی مانند سامنے کھڑا ہو۔۔ اور جیسے کہ پہاڑ سے اچانک نکل آنے والی تخیلاتی اونٹنی کے اعضاء کی پیمائش تک پیش کر دی گئی۔۔۔ حد اور بَس یہ کہ جانوروں کے فُضلے کو نبٹانے کے لیے اُس بڑی کشتی میں کہاں کہاں کھڑکیاں فٹ کی گئی تھیں، اور اُس کے کتنے طبق بنائے گئے تھے، اور کس کس طبق میں کون کون سی نوع کو رکھا گیا تھا،،، یہ تمام قیاس آرائیاں گھر بیٹھ کر اور عقل کو بالائے طاق رکھ کر، تخیل کی اُسی بے تُکی پرواز کے ذریعے تفصیل کے ساتھ گھڑی گئیں جو ہمارے اِن سابقہ اماموں

(مولویوں) اور ان کی مذہبی تحریروں کا تخصّص اور طُرہِ امتیاز ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ ان تمام دیومالائی کہانیوں کا ماخذ وہ عیسائی اور یہودی مذہبی لٹریچر ہے جسے ہمارے یہی مسلمان سکالرز نہایت شدت سے محرف یا کرپٹ قرار دے کر مسترد کرتے آئے ہیں ۔ قدیم اور جدید بائبل کی یہ وہی بظاہر مسترد کی گئی، ناقابلِ توجہ قرار دی گئی، تفاسیر ہیں جو من و عن مستعار لے کر، یا سرقہ بالجبر کرتے ہوئے، قرآن کی تفاسیر میں مندرج کر دی گئی ہیں اور اس ضمن میں علم و دانش، ادبی اصول و اخلاقیات اور ضمیر کی خلش کے تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ بعد ازاں انہی تفاسیر اور تشریحات کی اندھی تقلید میں جو بھی اُردو یا انگریزی تراجم آج تک منظرِ عام پر لائے گئے ہیں ان میں بھی عقل و علم و فطری قوانین کی توہین کرتے ہوئے، تحقیقی عمل سے جان بچاتے ہوئے، مّکھی پر مّکھی مارنے کا محاورہ سچا ثابت کر دیا گیا ہے۔ اور یہی گھسی پٹی احمقانہ تفصیلات کسی بھی وثاقت یا سند یا علمی تحقیق کے بغیر من و عن درج کر دی گئی ہیں۔

اس سلسلے میں آپ انگلش تراجم میں دیکھ سکتے ہیں :- ------ علامہ اسد، اے جے آربری، پکتھال، احمد علی، شاکر، یوسف علی، وحید الدین خان، صحیح انٹر نیشنل، وغیرہ۔------ نیز اردو تراجم میں بھی ایک نظر ضرور ان مترجمین کی کاوشوں پر ڈال لیں تو بہتر ہو گا:-----مثلا"،،،، ابو الاعلیٰ مودودی، احمد رضا خان، جالندہری، طاہر القادری، محمد جونا گڑھی، محمد حسین نجفی، اور خود ہمارے اپنے قرآنی سوچ رکھنے والے اساتذہِ کرام، وغیرہ، وغیرہ۔

ان سب ہی سکالروں نے ایک مفروضہ سیلابِ عظیم کا نظریہ گھڑا، یا سابقین کی اندھی تقلید کی،،، اور عقل استعمال کیے بغیر ایک عدد عظیم الجثہ کشتی حضرت نوح کے ہاتھوں تعمیر کروائی، اور تمام ارضی جانوروں اور پرندوں کے دو دو جوڑے اُس کشتی میں جمع کروا دیے۔ کسی بھی محترم مترجم نے یہ سوچنے کی زحمت ہرگز گوارا نہ کی کہ ڈھائی ہزار سے تین ہزار پانچ سو قبل مسیح کی تہذیب میں تمام کرّہ ارض سے ہر نسل کا جانور پکڑ کر لانا کیسے ممکن ہوا؟؟؟۔۔ کیونکہ جانوروں کی نسلوں کی

تعداد تو دسیوں لاکھ(Millions) میں ہے۔اور وہ تمام بر اعظموں کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے بقول، حضرت نوح کے مومن ساتھیوں کی تعداد ہی قلیل تھی۔پس وہ پوری دنیا میں پھیل کر جانور کیسے جمع کر سکتے تھے؟؟؟؟۔۔۔وہ کیسی کشتی تھی جس میں اتنی بڑی تعداد کو رکھ لیا گیا؟؟؟۔۔۔ پھر ان کی خوراک کے مختلف النوع ذخائر بھی اِسی کشتی میں بھرے گئے۔۔۔۔جو خدا معلوم کیسے حاصل کیے گئے؟۔۔۔۔۔کیا واقعی یہ کوئی کشتی تھی،،،،یا دراصل یہ بڑی کشتی یا بحری جہاز کسی بڑی آبادی، بستی یا معاشرے کا استعارہ تھا اور اُسے اسی ضمن میں "فُلک" سے تعبیر کیا گیا تھا؟۔۔۔کیا متعلقہ قرآنی نصوص میں کہیں بھی اشارتاً" یا کنایتاً" کسی۔۔ " جانور"۔۔۔ کا، یا "دو دو کے جوڑے" کا۔۔۔ذکر کیا گیا؟؟؟ ۔۔۔ یقیناً" ہر گز نہیں۔۔۔ دو جوڑوں کا اگر ذکر کیا گیا ہوتا، تو کم از کم اُس کے لیے الفاظ "زوجان"، "اثنان" یا "اثنتان" کا استعمال کیا جاتا!!! اثنین نہیں!!!۔۔۔اور۔۔۔۔کیا کوہِ جودی پر، جہاں یہ کشتی مبینہ طور پر سیلابِ عظیم میں جا کر ٹھہری، طوفان سے قبل ہی پاپیادہ سفر کر کے پناہ لے لینا ممکن نہ تھا؟؟؟، بغیر کشتی تعمیر کرنے کی ضرورت محسوس کیے؟۔۔۔آخر کشتی ہی کیوں؟؟؟۔۔۔ جبکہ یہ واضح ہے کہ یہ مفروضہ کوہِ جودی، جہاں کشتی کا لنگر انداز ہونا بیان کیا جاتا ہے، اُسی خطے میں واقع بتایا جاتا ہے جہاں حضرت نوح کی قوم سکونت پذیر تھی اور اُس کی بلندیوں پر یوں ہی چڑھ جانا کوئی لاحاصل مہم نہ تھی !!!!۔۔ پھر اِس غیر منطقی کہانی میں ہمارے سامنے مسئلہ یہ بھی ہے کہ قرآن تو کسی "کوہ" یا "جبلِ جودی" کا ذکر ہی نہیں کرتا؟؟؟ وہ تو صرف "الجودی" کہتا ہے جس کا معنی کوئی پہاڑ نہیں بلکہ کچھ اور ہے؟۔۔۔۔ اور پھر آخر قرآن کے کس لفظ سے ایک سیلابِ عظیم کا معنی گھڑا گیا؟؟؟،،،،،، کیونکہ وہاں تو ہمیں صرف ایک ترکیب، یعنی۔۔۔۔"فار التنّور"۔۔۔ مندرج نظر آتی ہے؟؟؟ اور جس کا معنی کسی بھی پیرایے میں "سیلابِ عظیم" نہیں لیا جا سکتا؟؟؟ نیز آیت 29/14 میں ایک لفظ "طوفان" ضرور استعمال کیا گیا ہے،،،، جس سے آیت کے سیاق و سباق میں ایک گھیر لینے

والی، شدّت رکھنے والی ابتلاء یا زوال کی صورتِ حال مراد لی گئی ہے! لفظ طوفان کا مادہ۔۔۔ط و ف ۔۔۔ہے جس سے طاف، طائف، طواف، وغیرہ مشتق ہوتے ہیں جن سے مراد، چلنا، گھومنا، گھیراؤ کرنا، گول چکر لگانا، احاطہ کرنا، نگرانی کرنا وغیرہ لیے جاتے ہیں۔

البتہ کیونکہ آیات کے تناظر میں ماء،،، الماء،،،، مائکِ،،، جیسے الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے، جہاں سے "پانی" کا استنباط کر لینا نہایت آسان کام ہے (کیونکہ ہمارے مذہبی سکالروں یعنی اماموں اور مولویوں کے پاس ہر قرآنی لفظ کا ایک ہی آسان اور عامیانہ معنی ہوا کرتا ہے)،،،،، اس لیے یہاں "ماء" کے معنی کی پوری وسعت قارئین کے گوش گذار کر دی جاتی ہے تاکہ ذہن کشادگی پائے اور آگے آنیوالا علمی و عقلی ترجمہ بآسانی سندِ قبولیت حاصل کر لے:-

ماء۔۔۔الماء

""""" مادہ م و ہ۔ pl. میاہ؛ ماء ma, water; liquid, fluid; juice کالماء الجاری : fluently, smoothly, like clockwork; ماء الشباب : freshness of youth, ماء عذب : fresh water, potable water, ماء الوجہ : prime of youth; alwajh : honor, decency, modesty, self-respect; اراق ماء وجہ : to sacrifice one's honor, abase; to dishonor, disgrace ۔ سیال شے، جوس، پانی، مائع؛ موہ الحق: حق پر باطل کا پردہ ڈالنا۔ حقائق پر پردہ ڈالنا۔ تموّہ: ملمع ہو جانا، خوش نما بن جانا۔ ماء الوجہ: چہرہ کی رونق، آب و تاب۔ عزت، وقار، شائستگی، ماءُ الشباب: جوانی کی بہار، تر و تازگی، رونق؛ (قاموس الوحید وغیرہ)۔۔۔۔۔۔ نیز وحیِ الٰہی کو یا احکاماتِ الٰہیہ کو بھی استعاراتی انداز میں بھی "ماء یا الماء" کہا گیا ہے جیسے کہ آیت 8/11 میں جہاں یہی "آسمان سے نازل ہونے والا ماء" کردار کی پاکیزگی، شیطان کے خوف سے نجات، دلوں میں ربط اور ثابت قدمی پیدا کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ

وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ﴿١١﴾

پَس یادرہے کہ ماء کا ایک مستند معنی بلندیوں سے اُترنے والی وحی یا احکاماتِ الٰہیہ بھی ہیں۔ نیز یہ کہ ہر جگہ لفظی یا استعاراتی یا محاوراتی معنی سیاق و سباق کی مطابقت اور معانی کی موزونیت کی رُو سے استعمال ہوتا ہے۔"""""

کیونکہ اِس کہانی کا جھوٹ تمام جدید متعلقہ علوم سے ثابت ہے، اس لیے آیئے اب قرآن کی نصوصِ صحیحہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ دیومالائی کہانی بھی ملوکیت کے بانیوں کی بدنیتی اور سازشی سوچ کے بطن سے اُبھری ،اور قرآن کی تفاسیر اور تراجم میں اُس کی حقیقی تعبیرات کو مسخ کرنے کے مقصد کے تحت شامل کروائی گئی تھی ۔ قرآنی متن کی حقیقت تو ہمیشہ بہت گہری اور دُور رسَ ہوا کرتی ہے کیونکہ یہ اِس پوری کائنات کے خالق و مالک۔۔۔یعنی ایک انتہائے شعور، یا، شعورِ مطلق کی مالک ذات۔۔۔کا اعلیٰ ترین شعوری اقدار پر مبنی کلام ہے۔ جس میں طفلانہ کہانیوں، توہم پرستیوں اور مبہم قیاس آرائیوں کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ حقیقت کیا تھی؟؟؟۔۔۔وہ ایک علمی، عقلی، اور جدید ترین، مستند شعوری ترجمے سے آپ کے سامنے آشکار کر دی جائیگی۔ اختصار سے کام لیتے ہوئے حضرت نوح سے متعلقہ آیات سے صرف وہی جزئیات حوالہ زد کی گئی ہیں جہاں معانی میں کرپشن کرتے ہوئے واقعات کو دیومالائی رنگ دے دیا گیا ہے۔

آیات 7/59 سے لے کر 7/64 تک:-

ان تمام آیات میں حضرت نوح کے مشن کا ذکر ہے۔ لیکن ہمارے زیرِ نظر صرف آیت 7/ 64 ہے جو ہمارے زیرِ نظر موضوع سے متعلق ہے:-

فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾

"پس انہوں نے نوح کے پیغام کو جھٹلا دیا۔ اس لیے ہم نے اُسے اور جو اس کی قائم کردہ جماعت یامعاشرے میں (فِي الْفُلْكِ) اس کے ہمراہی تھے، انہیں بچا لیا/کامیاب کر دیا۔ اور جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا انہیں ذلت کی پستیوں میں غرق کر دیا(وَأَغْرَقْنَا)۔ بیشک وہ عقل کی اندھی قوم تھی"۔

(یادرہے کہ "فُلک" اور "سفینہ" ایک متحرک، گامزن، زندگی سے بھرپور– Vibrant--اور ایک مرکز کے گرد حرکت کرتا ہوا---revolving around a center---- آبادی یا معاشرے کا استعارہ ہے۔حضرت یونس کے ضمن میں بھی فُلک اور فلک المشحون کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ان کا عامیانہ معنی جہاز یا کشتی ہے اور ہمارے مذہبی ٹھیکیداروں کو صرف عامیانہ اور بازاری زبان سے ہی غرض ہوتی ہے)

آیات 11/25 سے لے کر 11/48 :-

ان تمام آیات میں بھی حضرت نوح کی مشن کی تفصیلات مندرج ہیں۔ لیکن ہمارے زیر نظر کشتی اور طوفان کا معاملہ ہے۔اس لیے ہم آیات 11/36 سے اپنا تحقیقی ترجمہ شروع کرتے ہیں۔

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ

سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾

فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾

""اور نوح کو وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔ اس لیے تم ان کے طرزِ عمل پر مایوس نہ ہو۔ بلکہ ہماری ہدایات کے مطابق (وَوَحْيِنَا) ہمارے مقاصد کی تکمیل کا ساتھ دینے والا (بِأَعْيُنِنَا) ایک خاص معاشرہ / جماعت تشکیل دو (وَاصْنَعِ الْفُلْكَ) اور حق کا ساتھ نہ دینے والوں کے بارے میں اب ہم سے کوئی بات نہ کرو۔ وہ لازمی طور پر پستیوں میں غرق ہو جائیں گے (مُّغْرَقُونَ)۔ اور وہ خاص معاشرے کی تشکیل میں مصروف ہو گئے، اور اس دوران ان کی قوم کے بڑوں میں سے جس نے بھی اُن کی کوششوں کو دیکھا، اس نے اُن کا تمسخر اُڑایا۔ اس پر حضرت نوح کہتے تھے کہ اگر تم ہمارا تمسخر اُڑاتے ہو تو جواب میں ہم بھی اُسی طرح تمہارا تمسخر اُڑائیں گے جس طرح آج تم ہمارا تمسخر اُڑاتے ہو۔ اور تمہیں ضرور معلوم ہو جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے ذلیل و خوار کر دے،،،، ایسا عذاب جو اُس پر ہمیشہ قائم رہنے والا ہو۔"

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ

"یہ سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ ہمارا حکم صادر ہو گیا (جَاءَ أَمْرُنَا) اور بھٹی اُبلنی شروع ہو گئی (وَفَارَ التَّنُّورُ)۔ یعنی فیصلے کا وقت آ گیا۔ ہم نے ہدایت دی کہ اس منفرد کمیونٹی میں اپنے تمام قابلِ

تعریف ساتھیوں (كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ) کو شامل کرو، اور اپنی قوم کے اُن لوگوں کو چھوڑ کر جن پر تباہی کا حکم آ چکا ہے، باقی سب کو بھی شامل کرو جو ایمان لا چکے ہیں۔ اگرچہ کہ اُس کے ساتھ ایمان لانے والے لوگ قلیل تعداد میں تھے۔ پس اُس نے سب سے کہا کہ اللہ کی اُن صفات کو ساتھ لیتے ہوئے (بِسْمِ اللَّهِ) اِس معاشرے / جماعت میں داخل ہو جاؤ (ارْكَبُوا فِيهَا) جن کی اساس پر یہ چل رہا ہے اور مضبوطی سے قائم ہے (مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا)۔ بیشک میرا رب تحفظ دینے اور سامان پرورش عطا کرنے والا ہے۔ پس وہ معاشرہ / جماعت اُن لوگوں کے ساتھ ایسے ہنگامہ خیز تصادم کی کیفیت میں (فِي مَوْجٍ) چلتی رہی (تَجْرِي) جیسے پہاڑوں کا سامنا کیا جاتا ہے (كَالْجِبَالِ)۔"

وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿٤٣﴾ وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ ۖ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾

"دریں اثنا، نوح نے اپنے اُس بیٹے کو پکارا جو اُن سے علیحدگی کی کیفیت میں تھا (فِي مَعْزِلٍ) اور کہا اے میرے بیٹے ہماری جماعت کے ساتھ آ جاؤ اور انکار کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔ اُس نے کہا میں کسی بڑے طاقتور کی (جَبَلٍ) پناہ میں چلا جاؤں گا (سَآوِي) جو مجھے احکاماتِ الٰہیہ کی حدود یا زد میں آنے سے (من الماء) بچا لے گا (يَعْصِمُنِي)۔ نوح نے کہا کہ اب اللہ کی منشاء سے کوئی بچانے والا نہیں ہے سوائے اُس کے جس پر اللہ خود ہی رحم فرمائے۔ پھر وہ پریشان کُن تصادم کی صورت حال (الْمَوْجُ) اُن کے درمیان رکاوٹ بن گئی (حَالَ بَيْنَهُمَا)، جس کے نتیجے میں وہ بھی پستی میں

غرق ہو جانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر حکم دیا گیا کہ اے زمین تو اپنی ترو تازگی اور رونقیں (مَاءَکِ) ختم کر دے (ابْلَعِي) اور اے آسمان تو اپنی نعمتیں چھین لے (أَقْلِعِي) اور اس طرح وہاں بہاروں اور رونقوں کا قحط پڑ گیا (وَغِيضَ الْمَاءُ)۔ اور حکمِ الٰہی صادر کر دیا گیا۔ نوح کی جماعت / معاشرہ ایک شاندار سطح پر (عَلَى الْجُودِيِّ) مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گیا (وَاسْتَوَتْ)۔ اور ظلم وزیادتیاں کرنے والی قوم پر ایک محروم کرنے والا فیصلہ نافذ کر دیا گیا (وَقِيلَ بُعْدًا)۔ "

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٤٧﴾ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ (۴۸)

"پھر نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کے اے رب میرا بیٹا تو میری قوم میں سے تھا، اور تیرا وعدہ تو سچائی پر مبنی ہوتا ہے، اور تو سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اے نوح، درحقیقت تیرا بیٹا تیری قوم میں سے نہیں تھا۔ بیشک اُس کی روش غیر صالح تھی۔ پس تو مجھ سے وہ سوال نہ کر جس کے بارے میں تُو علم نہیں رکھتا۔ میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ تو لاعلموں میں خود کو شامل نہ کر۔ نوح نہ کہا کہ اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں تا کہ تجھ سے ایسا سوال نہ کروں جس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے۔ اور اگر تُو مجھے تحفظ نہ دے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا تو میں خسارے میں رہوں گا۔ کہا کہ اے نوح ہمارے جانب سے سلامتی کے ساتھ آگے بڑھ

(اھبِط) اور ہماری برکات ہیں تیرے لیے اور جو اُس قوم میں سے تیرے ساتھ ہیں اُن کے لیے۔ اور اُس قوم کو بھی ہم سامانِ زندگی دیں گے (سَنُمَتِّعُھُمْ) لیکن بعد ازاں وہ ہماری جانب سے اپنی کرتوت کے نتیجے میں دردناک سزا بھی جھیلے گی (يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ)۔"

""""" **نوٹ فرمائیے** کہ یہاں آیت 11/48 سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوح کی نافرمان قوم کسی پانی کے طوفان میں ڈوب کر ناپید نہیں ہو گئی تھی۔ بلکہ زندہ تھی لیکن پستیوں اور ذلتوں کا عذاب جھیلنے کے لیے بھٹّی تیار ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب اِسی معاشی و معاشرتی زوال کی شکل میں آیا کرتا ہے۔ کسی زمینی یا آسمانی آفت کی صورت میں نہیں۔"""""

آیات 23/23 سے لے کر 23/31 :-

یہ تمام آیات بھی حضرت نوح سے متعلق ہیں۔ لیکن ہمارا موضوعِ بحث آیت 27 سے اپنا آغاز کرتا ہے۔

فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۙ فَاسْلُكْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۖ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾ وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِن كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾

"پس ہم نے اس کی جانب وحی کے ذریعے ہدایت بھیجی کہ وہ ہمارے منشور کے مطابق اور ہماری

ہدایت کے ساتھ ایک مخصوص جماعت / معاشرے کی تشکیل کرے (اصْنَعِ الْفُلْكَ)۔ پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آ گیا یعنی بھٹی اُبلنے لگی (وَفَارَ التَّنُّورُ)، تو ہم نے کہا کہ تمام قابلِ تعریف ساتھیوں کو اُس معاشرے میں باہم منسلک کر دے (فَاسْلُكْ)، اور اپنی قوم سے بھی اُن کے سوا باقی سب کو جن کے خلاف فیصلہ صادر ہو چکا (سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ)۔ اور یہ کہ جنہوں نے ناانصافیوں کا ارتکاب کیا ہے ان کے بارے میں ہم سے کوئی التجا یا خواہش نہ کر (وَلَا تُخَاطِبْنِي)۔ اور پھر جب تم اور تمہارے ساتھی اُس مخصوص معاشرے میں مضبوطی سے قائم ہو جائیں (اسْتَوَيْتَ)، تو انہیں بتاؤ کہ وہ اللہ تمام حمد و ثنا کے لائق ہے جس نے ہمیں ظالموں کی قوم سے بچا لیا۔ اور کہو کہ اے پروردگار ہم پر برکات کا نزول فرما کہ تُو سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے۔ بیشک اس واقعے میں بڑی نشانیاں ہیں کیونکہ ہم انسان کو ضرور ابتلاؤں سے گذارا کرتے ہیں (لَمُبْتَلِينَ)"۔

آیات 26/105 سے لے کر 26/121 :-

یہ سب آیات بھی حضرت نوح کے مشن سے ہی متعلق ہیں۔ البتہ ہمارا موضوع آیت 116 سے شروع ہوتا ہے۔

قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَن مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾

"وہ کہنے لگے کہ اے نوح اگر تم اپنے مشن کا خاتمہ نہیں کرتے تو تمہیں رجم کر دیا جائیگا۔ انہوں

نے کہا اے رب میری قوم تکذیب کرنے والوں کی قوم ہے۔ پس اب تُو میرے اور ان کے درمیان ہماری فتح کے دروازے کھول دے اور مجھے اور میرے مومن ساتھیوں کو بچا لے / کامیاب کر دے۔ پس ہم نے اسے اور ساتھیوں کو ایک بھرپور آباد معاشرے کی شکل میں (فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ) کامیاب کر دیا۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی بچنے والوں کو پستیوں اور ذلتوں میں غرق کر دیا۔

بے شک اس واقعے میں بڑی نشانی ہے، کیونکہ ان میں سے اکثریت امن و سلامتی پھیلانے والوں میں سے نہیں تھی

آیات 29/14-15 :

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٤﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾

یہ آیت دوستوں کے توجہ دلانے پر شاملِ تحقیق کی گئی ہے تاکہ حضرت نوح کی عمر کے تعین کا مسئلہ بھی حل کر دیا جائے۔ کیونکہ سائنسی اور طبیعیاتی حقائق کے مطابق تین ہزار قبل مسیح کے لگ بھگ انسانوں کی عمر ہرگز ہزاروں سال پر محیط نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے اس ضمن میں متعلقہ الفاظ کے متبادل لیکن مستند معانی تلاش کرنے کی جدوجہد کی گئی ہے تاکہ ایک قرین عقل اور قابلِ قبول حقیقت سامنے آ سکے۔ اور قدیمی دیومالائی تفاسیر و تراجم کا ابطلان کیا جا سکے۔ تو آیئے آیاتِ مذکورہ کا جدید ترین تحقیقی ترجمہ دیکھ لیتے ہیں:-

"اور ہم نے نوح کو اُس کی قوم میں رسول متعین کر دیا تھا۔ پس وہ کسی جھوٹ یا دھوکے بازی کا راستہ اختیار کیے بغیر (إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا) ایک معلوم و متعین سالوں کے دورانیے تک (أَلْفَ سَنَةٍ) اُن کے درمیان مقیم رہا (فَلَبِثَ فِيهِمْ)۔ پھر ایک گھیر لینے والی اور شدید زوال کی کیفیت (الطُّوفَانُ) نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا (فَأَخَذَهُمُ) کیونکہ وہ انسانوں کی حق تلفیوں کے جرم کا ارتکاب کرتے تھے۔ پھر ہم نے حضرت نوح اور اُن کی ہم سفر جماعت (وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ) کو بچا لیا اور اُس جماعت / کمیونٹی کو اقوام کے لیے ایک سبق آموز نشانی بنا دیا۔"

آیت 29/14 میں استعمال کیے گئے مخصوص الفاظ کے مستند معانی جو اس ترجمے کے لیے استعمال کیے گئے، ڈبل چیک کے لیے ذیل میں ساتھ ہی دیے جا رہے ہیں:-

الف: A certain rounded number that is well known.؛ ایک مخصوص عددی تعداد جو معلوم و متعین ہو۔ ایک ہزار، مانوس ہونا، عادی ہونا، سوشل ہونا، پسند / منظور کرنا / دوستی، انسیت، وابستگی، وغیرہ،،،،،(Lane's Lexican)۔

خمس؛ خ م س: خمسین؛ پانچ گنا کر دینا؛ پانچ سے ضرب دینا؛ پانچ حصوں میں تقسیم کرنا۔ پلاٹ کرنا؛ سازش کرنا؛ ہوائی قلعے بنانا؛ دن میں خواب دیکھنا؛ جھوٹے دعوے کرنا۔ عقل کو ماؤف کرنا۔ اندازوں سے بھی بلند؛ مکر و فریب۔ ;to use deceit; to make a false pretense;(Hava, p.177; Qamoos al-Waheed, p.373; Hans to make a deceit, to make a false pretense; Hans Wehr;

عام: عاماً:ع و م: تیرنا؛ وہ راستہ جو تیرتے ہوئے اختیار کیا جائے؛ کوئی راستہ / طریقہ / روش اختیار کرنا۔ ایک سال یا سال کا گذرنا۔ عام کو سنہ یعنی سال کے معنی میں بھی اس لیے لیتے ہیں کیونکہ سورج سال کے دوران اپنے لیے ایک مخصوص راستے کو اختیار کرتے ہوئے گذرتا ہے۔

طوف: طاف؛ طائف؛ مطاف؛ طواف؛ طوفان؛ to go about, walk about, ride about, travel about, move about, wander about, run around, circumambulate, to make rounds, circle, compass, to familiarize, acquaint/////////////طاف علیہ طائف:tragedy befell him؛ کسی جانب جانا، چلنا، سواری کرنا، سفر کرنا، تلاش کرنا، ارد گرد بھاگنا، گرد گھومنا، گول چکر لگانا، احاطہ کرنا، واقفیت پیدا کرنا، طوفان: ایک گھیر لینے والی، شدت رکھنے والی آفت۔۔ سیلاب یا پانی کے طوفان کے لیے ترکیب استعمال کرنی ہو گی: طوفان الماء: وہ پانی جو ہر چیز پر پھیل جائے، گھیر لے، احاطہ کر لے، غرق کر دے۔ طوفان الظلام: رات کے اندھیرے کی شدت۔

اور اب پورے مضمون میں بریکٹوں میں دیے ہوئے مشکل الفاظ کے مستند معانی:

Fa-Lam-Kaf = become round, anything circular, persist/persevere, ship, Ark, the place of the revolving of the stars, the celestial sphere, vault of heaven, firmament, surrounding spheres, sky, revolvement, circling, circuit, going to and fro, in a state of commotion, whirl of a spindle, one who goes round. AND Pieces of Land, or of sand, having a circular form, and elevated above what is around them, with ruggedness and evenness;

[الفُلُکِ]: زمین کا وسیع قطعہ یا میدان، زمین کے قطعے جو دائرے میں ہوں اور بلند سطح کے حامل ہوں؛ کشتی، بحری جہاز۔

Gh-Ra-Qaf غ ر ق: = sank, drowned, went downwards and disappeared, became without need, drew the bow to the full, outstripped, engrossed, a man overwhelmed by trials, single draught, ornamented, obligatory, suddenly/violently, to come near to any one. ڈوب گیا، زوال کا شکار ہو گیا، غائب ہو گیا، ضرورتوں سے بے نیاز ہو گیا، پیچھے رہ گیا، محویت کا عالم، مشکلات کا غالب آ جانا، قحط پڑ جانا، مرصع چیز، مجبوری، اچانک سے یا شدت سے کچھ ہو جانا، کسی کے نزدیک آ جانا۔

Ra-Kaf-Ba: ر ک ب: = to ride, embark, mount, be carried, go on board of a ship, voyage on (the sea), walk on (a road), commit (a fault). rakbun - caravan. rukban (pl. of rakib) - one who rides, mounted. rikab - camels. rakub - use of a beast for riding. mutarakibun - laying in heaps, ridden on one another, close growing, cluster over clustered, layer upon layer. tarkabunna - to pass on, rise, ascend. سوار ہو جانا، چڑھ جانا، لے جانا، جہاز پر چڑھنا، سمندر کا سفر، سڑک پر چلنا، غلطی کا ارتکاب کرنا، کاروان، اونٹ، جانور کا سواری کے لیے استعمال، تہہ در تہہ آ گے گذار دینا، بلند ہو جانا۔

Fa-Waw-Raف ار؛ف ور: = to boil, boil over, gush forth, run, do in haste, rush, come in a headlong manner, be raised, be in a fit of passion, be in a hurry, come instantly, come immediately, fall of a sudden, make a sudden rush. ابل کر باہر گر جانا، باہر پھوٹ پڑنا، دوڑنا، جلد بازی کرنا، سیدھے رُخ پر اندر داخل ہونا۔ اوپر اُٹھایا جانا، جذبات کا شکار ہو جانا، فوری آ جانا، اچانک گر جانا، وغیرہ۔

Ta-Nun-Ra (*tannur*) =ت ن ر: = Spring; ground; face of the earth. Highest part of the earth; place where the water of a valley collects; a circular earthen oven, furnace, fire-place. Shining of dawn. چشمہ، زمین، زمین کی سطح، زمین کا بلند ترین حصہ، وادی کا وہ حصہ جہاں پانی جمع ہو جاتا ہو؛ ایک گول شکل کا تندور، بھٹی، انگیٹھی، آگ جلانے کی جگہ۔

Ba-Lam-Ayn:ابلع:ب ل ع=swallow (without chewing), gulp, voracious or great eater

Grayness.Hole of perforation in the midst of a house, into which rainwater or just water descends۔A well cased with stones or baked bricks.

Qaf-Lam-Ayn اقلع:ق ل ع= to remove, extract, abate, pluck, snatch of, drive away, dismiss, take off, swallow, cease, wrap, collect,

refrain, withdraw, abandon, leave off. aqla'a (vb. 4) – to abate and stop, have no trace.

Gh-Ya-Dad : غ ی ض= became scanty or little in quantity, decreased, diminished, became deficient, fell short; sank into the earth, disappeared in the earth, went away into the earth or enters or collects, place where water sinks [applied to water]; an abortive fetus (not completely formed, less than seven months old)

Jiim-Waw-Dal:ج ود:جودی= To be good or goodly, approvable or excellent, to be egregious, to be liberal/bountiful/munificent/generous, affected or overcome with longing desire, to be feetful/swift (said of a horse).اچھائی پر ہونا، قابلِ تعریف ہونا، شاندار ہونا، کھلے دماغ والا، باافراط، سخی، خواہشات کا غلبہ ہو جانا، وغیرہ۔

Nun-Jiim-Waw:ن ج و= to be saved, delivered, rescued, escape, go free. najaa/najwan – to whisper (a secret), confide.

Shiin-Ha-Nun:ش ح ن= to fill/load/furnish. [اُلْمَشْحُونِ]:لوڈ کیا ہوا، چارج کیا ہوا، بھرا ہوا۔ ایک بھری ہوئی آبادی یا شہر، بھرا ہوا جہاز یا گھر، یا کمرہ، وغیرہ۔

ha-Ba-Tay:ہ ب ط :ہبط= to go forth, descend, cause to come down, descend from a high state to a low one, move from one place to

another, enter into, change in condition, come forth from, become low, degraded. آگے بڑھنا، نیچے اُترنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، داخل ہونا، حالت کا تبدیل ہونا۔وغیرہ

Siin-Waw-Ya:س وی: استویٰ = to be worth, equivalent to. sawwa - to level, complete, arrange, make uniform, even, congruous, consistent in parts, fashion in a suitable manner, make adapted to the exigencies or requirements, perfect a thing, put a thing into a right or good state. istawa - to establish, become firm or firmly settled, turn to a thing, to direct one's attention to a thing, mount. ala sawain - on terms of equality, i.e. in such a manner that each party should know that it is free of its obligations, at par. sawiyyun -even, right, sound in mind and body. sawiyyan - being in sound health.

sawwa (vb. 2) to proportion, fashion, perfect, level, equal, fill the space. sawa - midst. مضبوطی سے قائم، آباد ہو جانا، ایک سطح پر آ جانا، مکمل ہو جانا، باقاعدگی اختیار کر لینا، حالات کے مطابق تبدیل ہو جانا/کر لینا۔ کسی چیز کو درست حالت میں لے آنا۔

Miim-Waw-Jiim:م وج: موج = To be in a state of commotion, to be agitated, tumultuous, conflict or dash, to be in a confused and disturbed state, perplexed or amazed, move backwards and

forwards, move from side to side. افرا تفری، جوش و خروش، تصادم، اور الجھے ہوئے پریشان کُن حالات = Ba-Ayn-Dal: بعد : ب ع د = becoming distant, remote, far off, aloof or far away, removed, retired, withdrew to a distance, alienated, estranged, wide separation, great distance. Possessing judgment and prudence, penetrating, effective judgment, depth or far reaching judgment. Go or going a great length or far in hostility.

*****

قرآن ایک ضابطۂ سیرت و کردار، یا "ہدایتِ دستر خوانی"؟؟؟

Quran a Mode of Conduct or a Guide to Eating???

یہ تحقیقی مضمون قرآن کے انتہائی اہم اور نظریاتی مواد رکھنے والے متون میں کی گئی ملاوٹ اور بگاڑ کی نشاندہی کے مقصد کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کا دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ قرآن کے فرمودات سے گوشت خوری کی اشیاء کی تخصیص اخذ کرنے، اور (پنجے والے اور بغیر پنجے والے) جانوروں کے گوشت اور چربی کی تلاش کرنے والے ہمارے روایت پرست ساتھیوں کیذہنی حالت کو بلوغت کی جانب ترقی دی جا سکے۔ اس لیے یہاں نہ ذاتیات کا کوئی دخل سمجھا جائے اور نہ ہی کسی کے عقائد پر بے جا حملہ۔ یہ صرف قدیمی، فرسودہ اور سازشی قرآنی تراجم کی،،،، جدید ترین علوم اور عقل و منطق کی رُو سے،،،، تصحیح کرنے کا ایک مشن ہے۔ اور ان تراجم کو قرآن کے حقیقی اور خالص پیغام سے ہم آہنگ کرنے کی ایک جاری کوشش کا حصہ ہے،،،،، کیونکہ اس عاجز کا مشن یہی ہے کہ آج تک مروج چلے آ رہے طفلانہ اور غیر منطقی تراجم، اور ان کے ذریعے پھیلایا گیا بگاڑ درست کرنے کی کوشش ہر حال میں زندگی کے ایک نصب العین کی مانند جاری رکھی جائے۔ تاکہ قرآن کا پیغام جب باہر کی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تو ہر کسوٹی پر بے رحمی سے پرکھنے کے باوجود اُس کی حقانیت، استناد، اور انسانی برادری کے لیے رحمت و منفعت کسی بھی شک و شبہ سے بالا رہے۔ کوئی بڑے سے بڑا دانشور، فلاسفر اور سائنٹسٹ تضحیک اُڑانے کی جرات نہ کر سکے۔

زیرِ تحقیق آیت درج ذیل ہے، جسے ہمارے جانور کھانے کے شوقین ساتھی اپنے موقف کے حق میں نہایت زور شور کے ساتھ پیش کرتے ہیں:-

6/145 : قل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

تمام روایتی اور ترقی یافتہ تراجم کا متن تقریباً باہم متشابہ اور متماثل ہی ہے۔ دیکھیں:-

"اے محمد ان سے کہو کہ جو وحی تمہارے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، الّا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے، یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھالے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً تمہارا رب درگذر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

بحث:

آیئے دیکھتے ہیں کہ کیا یہ ترجمہ قرینِ عقل ہے، یا سہل پسندی اور سازش سے کام لیا گیا ،،،،اور نہایت عامیانہ اور بازاری معانی اختیار کرتے ہوئے قرآن کے عظیم نظریاتی ڈسپلن کے مشن کو مسخ کرنے، یا اس کا مذاق اُڑانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ ہمارے روایت پرست بے عقل تو یہ کہتے ہیں کہ یہاں تو "طاعم" بھی ہے اور فعل "طَعَمَ" بھی موجود ہے، تو اب کھانے کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا ہے؟

یہاں ان تمام سطحی تراجم میں کہا یہ گیا کہ،،،،،"کہ دو کہ جو کچھ بھی مجھے وحی کیا گیا ہے،،،اس میں مَیں،،،کسی کھانے والے پر،،،،،کوئی چیز جو وہ کھاتا ہے حرام نہیں پاتا سوائے۔۔۔"۔۔۔۔۔۔ گویا عقل کو رخصت کرتے ہوئے یہ فرض کر لیا گیا کہ وحیِ الٰہی سیرت و کردار کا ضابطہ نہیں،،،،بلکہ ان حضرات کے لیے کھانے پینے کا ضابطہ لے کر نازل ہوا کرتی تھی؟؟؟۔۔۔یعنی وحیِ الٰہی کی وقعت و منزلت کو ذاتی دست برد کی زد میں لاتے ہوئے،اس کے ضابطۂ ہدایت کو،اس کے بلند و بالا اصول و قواعد کو، روحانی زندگی کی نہایت ارفع و اعلیٰ اقدار کو، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو، انسانی فلاح و بہبود و نشو و نما کے ایک مربوط نظام کو،،،،، سبھی کچھ کو ایک،،،،"ضابطۂ ہدایتِ دستر خوانی"،،،،کے درجے پر گرا دیا گیا۔

بالفرضِ محال، اگر یہاں کھانے ہی کا ذکر ہے تو غور فرمایئے کہ پہلی ہی دو چیزیں وہ ہیں جو ازل ہی سے معدودے چند غربت و فلاکت کے مارے ہوئے غیر مہذب جنگلیوں کی استثنائی حالت کے علاوہ تمام عالم میں اور کوئی نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔۔۔۔۔یعنی مردار اور خون۔(یاد رہے کہ وہ چند بھوک کے مارے جنگلی تو یہ دونوں اشیاء آج بھی کھاتے ہیں)۔ اب خود ہی سوچیے کہ جن اشیاء کو ساری مہذب و متمدن دنیا میں کبھی بھی از خود در خورِ اعتنا نہ سمجھا گیا ہو،،،،،جو پہلی نظر سے دیکھنے پر ہی نفرت، کراہت اور امتلاء پیدا کرتی ہیں،،،، انہیں ایک اجتماعی ہدایت کے ضابطے میں کس لیے فوکس میں لا کر ممنوع کرنے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے؟؟؟؟۔۔۔ وہ بھی اسلام کی ابتدا کے زمانے کے انسانی معاشرے میں جہاں ایسی کوئی بھی خوراک ہرگز مستعمل نہیں تھی؟۔۔۔۔۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ رسولِ پاک کو وحی بھی عرب کے ایک خوشحال تجارتی معاشرے میں نازل ہوئی تھی جہاں تہذیب و تمدن سے آشنائی میں کوئی کمی نہیں پائی جاتی تھی۔ شہر مکہ ایک بین الاقوامی تجارتی رُوٹ پر واقع ہونے کے باعث مختلف اقوام و مذاہب پر مشتمل افراد کی آبادی تھی۔جہاں اہلِ کتاب کثیر تعداد میں موجود تھے اور ان سے اجتماعی اور انفرادی میل جول

interaction مستقل بنیادوں پر جاری تھا۔ کوئی فاتر العقل ہی یہ تصور کر سکتا ہے کہ وہاں لوگ مردار کھاتے اور خون پیتے تھے،،، اور اس لیے انہیں اس قبیح عادت سے واضح اور حتمی انداز سے منع کیا گیا؟؟؟؟۔۔۔۔۔ اور "لحم خنزیر" سے اگر خنزیر نامی جانور کا گوشت ہی مراد لے لیا جائے، جیسا کہ ہمارے یہ بے مغز مترجم زور دیتے ہیں، تو اس کا لازمی مطلب یہ لیا جائے گا کہ خنزیر نامی جانور کے "گوشت کے علاوہ" دیگر اعضاء کا کھانا جائز ہے۔۔۔۔ یعنی اس کی چربی، مغز، غدود، ہڈیوں کا شوربہ، سری پائے، وغیرہ، وغیرہ!!!!۔۔۔ آخر یہ کیوں نہیں سوچا جاتا کہ،،،،، اگر کوئی جانور ہی ممنوع کرنا تھا، تو اس کے جسمانی اجزاء میں سے صرف ایک، یعنی گوشت ہی کا ذکر کیوں کیا گیا؟؟؟؟

پھر یہ کہ "اھل لغیر اللہ بہ" سے مراد "کسی جانور کا ذبیحہ" آخر کس دلیل یا لغت کی مدد سے فرض کر لیا گیا؟ "اُھِلَّ" آواز بلند کرنے کو کہا جاتا ہے،،،، کوئی بھی اعلان کھلے عام کرنے کو،،،، اور یہاں در حقیقت ایک دینی اور نظریاتی جدوجہد کے عین درمیان غیر اللہ کے نام کو بلند کرنے سے منع کیا جا رہا ہے،،،،، یعنی ہر اُس عمل اور سوچ سے جو اللہ کے سوا کسی اور نظریہ پر مبنی ہو۔۔۔۔۔۔۔ اور یہ حضرات یہاں گوشت خوری کی علّت سے مجبور ہو کر، اپنی اَوندھی کھوپریوں کے استعمال سے، کسی ذبیحہ کا ذکر لے آتے ہیں۔ تحریف کے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔۔۔ آخر کیوں؟؟؟؟۔ دراصل "عورت اور گوشت خوری" کیونکہ مَردوں کے غلبے والے انسانی معاشرے میں عیاشی کے تصور سے جڑے دو ایسے شوق ہیں جو موروثی طور پر نسلوں میں منتقل ہوتے چلے آئے ہیں، پس نہایت ہنر مندی سے کام لیتے ہوئے قرآن کے احکامات میں ملاوٹ کرنے کی کاروائی میں، یہ دونوں پُر کشش علّتیں ہر مقام پر داخلِ متن کرنے کی مذموم کوششیں کی گئی ہیں۔ یہاں گوشت خوری کو زبردستی مقدم بنایا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔ اور دیگر مقامات پر النساء،،،، ازواج،،،، المراۃ،،،، الزانیۃ،،،، المشرکۃ،،،، مومنات،،،، محصنات،،،، ماملکت ایمانکم،،،، اہلِ بیت،،،،

، وغیرہ سب ہی اصطلاحات کو ایک ہی لکڑی سے ہانک کر بالجبر "عورت" بنا دیا گیا ہے۔ دراصل قرآن کے مقصد اور مشن میں ہوس کاری کو داخل کر دینا بنو امیہ کی ملوکیتی سازش کا ایک بڑا حصہ تھا۔

تو آپ نے دیکھ لیا کہ روایتی ترجمہ، لفظ "طعام" کے استعمال کے باوجود بھی کس قدر لغو اور غیر منطقی ہے!!! لفظ طعام تو ویسے بھی "کھانے" کے ماخوذ کردہ معنی کے علاوہ دیگر بنیادی معانی کا حامل ہے۔ خود ہی مشاہدہ فرمالیں:-

ط ع م: طعم: مصدر – تطعیم: inoculation, vaccination, grafting; rejuvenation, regeneration by taking in new elements, to inlay or equip (with ivory, wood, etc....)

ھو رجل لا یطعم: He is a man who will not become well disciplined, in whom that which should improve him will not produce an effect,,,and who will not become intelligent.

یعنی انجکشن کے ذریعے جسم میں کچھ داخل کر دینا؛ کچھ چیز اندر پلانٹ یا نصب کر دینا، حیاتِ نو اس طرح عطا ہو جانا کہ کچھ نئے عناصر کا حصول ہو گیا ہو، اور ان کے ذریعے سنوار دیا گیا ہو یا آرائش و زیبائش کر دی گئی ہو۔ "ھو رجل لا یطعّم" سے مراد وہ آدمی ہے جو کبھی ضابطے کے نیچے آ کر منظم نہیں ہوتا، جس میں وہ تعلیم جو اس کو ترقی عطا کرے، کوئی اثر نہیں پیدا کرتی،،، جو علم و دانش والا نہیں بن پاتا۔

کیونکہ ہمارے روایت پرستوں کے پاس ہر قرآنی لفظ کا ایک ہی معنی ہوتا ہے،،، وہ جو انتہائی عامیانہ اور بازاری مفہوم دیتا ہو،،، اور "طعام" سے بھی یہ بے چارے صرف "کھانا" ہی اخذ کرنے کے قابل ہیں،،،، اس لیے آیئے ان کے گوشت خوری کے جنون اور ہوس کو خیر باد کہتے ہوئے،،،،

اب ایک جدید ترین علمی و عقلی ترجمے کا مطالعہ کر لیتے ہیں، جس کے بعد کوئی ابہام باقی نہیں رہ جاتا ۔ آیتِ مبارکہ یہ ہے:

6/145: قل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ:

"اے نبی انہیں بتادو کہ جو کچھ میری جانب وحی کیا گیا ہے اس کی رُو سے میں کسی بھی حصولِ علم و دانش کرنے والے (طاعم) کے لیے اس علم و تربیت و قابلیت میں جو وہ حاصل کرتا ہے (یطعموہ) کچھ بھی ممنوع نہیں پاتا سوائے اس کے جو اس کی قوتِ عاقلہ کو زائل کر دینے والا ہو (المیتتہ-- مفرداتِ راغب)، یا اس کو ایک بہت ہی غیر شائستہ اور غیر مہذب رویہ کا حامل بنا دے (دما "مسفوحا")، یا وہ کسی مکار اور بد طینت انسان (خنزیر) کے ساتھ قربت کا تعلق استوار کرے (لحم)، کیونکہ یہ ایک ایسی ناپاک اور غیر اخلاقی روش (رجس او فسق) ہے جس کے ذریعے غیر الٰہی نظریات کی آواز بلند ہوتی ہے۔ البتہ جس سے ایسا کچھ اضطراری حالت میں سرزد ہو جائے، بغاوت اور سرکشی کی بنا پر نہ ہو، تو بیشک آپ کا پروردگار ایسی صورت میں سامانِ تحفظ اور رحمت عطا فرما دیتا ہے۔

کھانے پینے کے شوقین حضرات نے قرآن کو اپنے اس شوق میں ملوث کرنے کے لیے بہت زور لگایا، اور اس کوشش میں ایک اور قرآنی متن پیش کیا گیا:۔۔۔ 5/75: "کانا یاکلان الطعام"،،، ۔ فرمائش کی گئی کہ اس کا ادبی اور استعاراتی ترجمہ کیسے کریں گے۔ یہاں سے تو "اکل" اور "طعام"

کو صرف "کھانا" ہی ثابت کیا جا سکے گا۔ بہر حال ثابت نہیں کیا جا سکا،،،،،کیونکہ یہی فقرہ بازاری زبان کی جگہ علمی و ادبی زبان میں اس طرح ترجمہ کیا جائیگا،،،اور لغات اور زبان دانی کے اصولوں کے عین مطابق ہو گا:- "وہ دونوں علم و دانش حاصل کیا کرتے تھے "!۔۔۔۔۔ ظاہر ہے کہ یہ کہنا تو از حد حماقت پر مبنی ہے کہ وہ" کھانا کھایا کرتے تھے"،،،،،کیونکہ ہر انسان یا بشر کھانا کھانے کے لیے طبعی طور پر ازل سے اپنی جبلی ضرورت کے تحت مجبور ہے۔ اُس کی حیوانی زندگی اس عمل سے جڑی ہے۔

درست اور مستند ترجمہ آپ کے گوش گذار کر دیا گیا ہے۔ اب جو چاہے قرآنی احکامات کے باطن سے زبردستی کھانے پینے کا معنی اخذ کرتا پھرے کہ آج یہی ہماری حیوانی زندگی کا،،،،خود ہمارا ہی متعین کردہ،،،،، نصب العین ہے،،،،اور جو چاہے اس الہامی ماخذ سے تحصیلِ علم کی اعلیٰ اقدار کی وہ ہدایت حاصل کر لے جنہیں قرآن میں درحقیقت ہماری روحانی یا شعوری ذات کے ارتقاء کے لیے مقصود و مطلوب قرار دیا گیا ہے۔ یہ اس لیے کہ انسان کی شعوری ذات کا ارتقاء اُس کے حصولِ علم اور مسلسل افزائشِ علم سے ہی ہوتا ہے۔ یہی شعوری ارتقاء ہم سب انسانوں کی آخرت کا سامان ہے۔ لیکن ہر ساتھی اپنی تعلیم بقدر اپنے ظرف کے حاصل کیا کرتا ہے، نیز بقدر اپنی توفیق کے، اور اپنی شعوری سطح کے۔ اس حقیقت کا اثبات بہر حال اپنی جگہ قائم و دائم ہے کہ ہر انسان سوچ و فکر میں دوسرے کی مثل نہیں ہوتا کیونکہ ہر انسان کی ارتقائی سطح مختلف و منفرد اور اُسی کی ذات کے ساتھ خاص ہوتی ہے۔اسی لیے یہ عاجز کبھی اپنی تحریر کے ساتھ اتفاقِ رائے پر اصرار نہیں کرتا۔

قرآن البتہ ایک کھانے پینے کا ضابطہ نہیں بلکہ خالق کے اپنے الفاظ میں ایک "دائمی ضابطہِ کردار" (Hudan۔ ھدی") ہے جس کی تعلیم انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے رہن سہن، بود و

باش اور خورد و نوش کا خود اپنی راست سوچ کی مدد سے، اپنی مرضی اور اختیار اور اپنے علم و تجربے کی رُو سے فیصلہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی کھانے کو حلال اور حرام قرار نہیں دیتا۔ جہاں کہیں "خمر" کا ذکر آیا ہے، جسے تراجم میں شراب بنا دیا گیا ہے، وہاں بھی اس کا مطلب کوئی ڈرنک نہیں ہے۔ بلکہ طاقت، اقتدار یا مال و دولت کا نشہ ہے۔ قرآن میں کھانے پینے کی احکامات کا آنا یوں بھی غیر منطقی ہے کیونکہ انسان جب سے اس زمین پر پیدا ہوا ہے، کسی تلقین یا ہدایت کے بغیر کھا اور پی رہا ہے کیونکہ یہ اس کے طبعی جسم کا ایک لازمی تقاضا ہے جس کے لیے اسے کسی کی تاکید یا ہدایت کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ وہ نقصان دہ چیزیں خود ہی ترک کر دیتا ہے۔ صدیوں کا تجربہ اور روز افزوں افزائش پذیر علم اُس کی راہنمائی کرتا ہے۔

اب درج بالا مضمون کے بعد اس کے ذیل میں آنے والی آیت کا ترجمہ بھی ضروری ہو جاتا ہے، ورنہ فورا کہا جائیگا کہ اس کا بھی ترجمہ کریں کیونکہ یہاں تو باقاعدہ نام لے کر گائے اور بھیڑ بکریاں اور ان کی "چربی" کے کھانے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہاں بھی جانور کھانے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

146/6: وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾

تمام جدید و قدیم روایتی تراجم:

"اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ان پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے، اور گائے اور بکری کی چربی بھی بجز اس کے جو اُن کی پیٹھ یا اُن کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی

رہ جائے۔ یہ ہم نے ان کی سرکشی کی سزا انہیں دی تھی۔ اور یہ جو کچھ ہم کہ رہے ہیں، بالکل سچ کہ رہے ہیں۔

بحث:۔

یہودیوں کے بارے میں ذکر ہے،،،اور فرمایا جارہا ہے کہ ان کی "سرکشی کی سزا" ہم نے یہ دی کہ ۔۔۔۔ان پر "ناخنوں والے جانور" ۔۔۔۔اور "گائے اور بکری کی چربی" ۔۔۔ حرام کر دی !!!! ۔۔ اچھا، پھر یہ ہوا کہ "کچھ چربی" حرام کر دی،،،،،،اور "کچھ چربی" حلال بھی کر دی ؟؟؟؟۔۔ آفرین ہے صاحب،،، کیا سزا ہے! غیر مشروط داد دینی پڑتی ہے ہمارے ان زیرکوں اور مدبروں کی "ذہنی صلاحیتوں کی" !!!۔۔۔ کیا یہ کسی بھی عقل و دانش کے یا کسی بھی علم وادب و لسانیات کے معیار پر "سزا" کہلا سکتی ہے ؟؟؟۔۔۔ یقینی طور پر،،، نہیں۔۔۔۔ یہ تو عقل و دانش کی موت ضرور کہلا سکتی ہے !۔۔۔ ذرا ناخنوں والے جانوروں کی لسٹ بنالی جائے اور دیکھ لیا جائے کہ اس میں نہ تو بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ آتا ہے اور نہ ہی گائے بھینس۔۔۔۔۔ اور یہی دونوں قسم کے جانور عموما" کھائے جاتے ہیں !۔۔۔۔۔ تو پھر سزا کیا ہوئی ؟؟؟ اگر مقصد گوشت خوری بند کرنا تھا،،، تو وہ تو ہرگز بھی بند نہ کی جاسکی!!!۔۔ اگر کچھ آپ کی عقل میں آتا ہے تو اس عاجز کے علم میں بھی اضافہ کریں !۔۔۔ میری ناقص عقل میں تو یہ سزا نہیں،،،،ایک مذاق،،،، ہے۔ آپ اتفاق کریں گے کہ ،،،،،ترجمہ کرنے والوں نے مسلمان کا، قرآن کا، اور خود اپنا مذاق بنایا ہے۔ اور ایسے ترجمے کو بند آنکھوں سے ماننے والوں، اور اسے آگے بڑھانے والوں نے بھی اپنا ہی مذاق بنایا ہے۔ سوال وہی دیرینہ ہے کہ کیا یہ بے سروپیر ترجمہ آپ باہر کی دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں ؟؟؟۔۔ اور اگر کرتے ہیں تو کیا دانشمند اور بال کی کھال نکالنے والی دنیا کو اس کیوجہ سے آپ کی تضحیک اُڑانے سے باز رکھ سکتے ہیں ؟؟؟

آپ اتفاق کریں گے کہ یہ کسی سزا کا ضابطہ نہیں بلکہ کسی قصائی کو ذبح کے فن کی باریکیاں سکھائی جا رہی ہیں۔ "پیٹھ سے لگی ہوئی چربی"،،،، "آنتوں سے لگی ہوئی چربی"،،،،، "ہڈی سے لگی رہ جانے والی چربی"؟؟؟ کسی عطائی یا سنیاسی کے جنسی طاقت کے نسخوں میں ہی ایسی نادر و نایاب چیزوں کا دستیاب کرنا اور استعمال اتنی باریک تفصیل سے بتایا جا سکتا ہے !!! اس ناچیز کی رائے میں تو اللہ کی کتاب سے اس پست سطح اور اس انداز کا استنباط کرنا، اس کی حرمت و وقعت پر اور اس کے بلند مقام پر حملے کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ ایسے تراجم کرنے والوں کی طفلانہ ذہنیت پر استغفار پڑھنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے لیے عفو اور رحمت طلب کی جانی چاہیئے۔

تو آیئے دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر دراصل کیا کیا چیز سرکشی کی سزا کے طور پر حرام یا ممنوع کر دی گئی تھی۔

جدید ترین قرینِ عقل ترجمہ:-

146/6: وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾

"اور اہلِ یہود پر ہم نے ہر وہ چیز ممنوع کر دی تھی جو "ذی ظفر" تھی،،،، یعنی جو فائدے، ملکیت، غلبے یا فتح کے حصول کی حامل (ذی ظفر) تھی۔ (یعنی بالفاظِ دیگر، مکمل سکوت، عاجزی اور انکساری اور سادگی کی روش نافذ کر دی گئی تھی)۔ اور مال و اسباب کی فراوانی (والبَقَرِ) پر اور مشکلات کے بغیر حاصل کیے گئے مالِ غنیمت اور بڑے ریوڑوں (و الغنم) کی نسبت سے ہم نے ان پر ان دونوں املاک پر بے جا غرور، اکڑ اور تکبر کرنا (شحومھما) بھی حرام کر دیا تھا،،، سوائے اُس ضروری تقاضے

کے جو ان دونوں املاک کے منظرِ عام پر ظاہر ہونے سے پیدا ہو جایا کرتا ہے (ما حملت ظہورھما) ،،،، یا ان میں بڑھوتری اور اضافہ کے وقوع پذیر ہونے (الحوایا) کے دوران سامنے آجاتا ہے، یا جو بھی دیگر انداز یا طریقہ کار اس بارے میں کسی فیصلے، ارادے کے ساتھ (بعظم) باہم اشتراک سے طے کر لیا گیا ہو (اختلط)۔ یہ تھا جو ہم نے ان کی سرکشی اور نافرمانی کے بدلے میں اُن پر نافذ کیا۔ اور ہم لازمی طور پر اپنی وعید کو پورا کرتے ہیں۔"

اور اب تمام مستند معانی ملاحظہ فرمالیں تاکہ اِس جانب سے کسی ذاتی ملاوٹ کا شائبہ بھی باقی نہ رہے۔نہ ہی قرآنی الفاظ سے ایک انچ بھی اِدھر یا اُدھر ہونے کا شبہ باقی رہے۔

Za-Fa-Ra:ظفر = to claw or scratch with a nail. zafira - gain possession, attain, overcome/victorious/succeed. zufur/*th*ufur - claws/talon/nails/clutch. azfara - give victory.

Ba-Qaf-Ra:البقر؛بقر=Slit, ripped, split cut or divided lengthwise, Opening, laying open, widening; Revealing (e.g. story, or an animal's insides)

Inquiring to the utmost after sciences or knowledge

Being astonished, amazed, stupefied at seeing something or confounded, confused, perplexed, tired or fatigued, weary or jaded

Ox, bull and cow (bovine genus) both domesticated and wild

A species of grape that is large, black and round and a species of plum in Palestine; Owner or possessor of oxen/bulls/cows; A

strong staff/stick (e.g. for driving herds);

A sedition, discord or dissention that severs society, corrupts religion and separates men, or something wide spreading/reaching and great

Abundance of wealth/commodities

Gh-Nun-Miim: غنم؛الغنم = obtained, got, took (usually in reference to spoils or booties); acquisition without difficulties, succeed without trouble, regaining, sheep or goats collected together, numerous flock.

Shiin-Ha-Miim: شحم؛شحوم = to live or feed with fat, fats/salts/pulp, fleshy part. بے جاغرور، جھوٹی شان، اکڑ، اکڑفوں، تکبر، ہیکڑی، دھاندھلی shuhum n.m. (pl. of shahm) 6:146,, LL, V4, p: 237, 238 ##
http://ejtaal.net/aa/#q=shHM

Za-ha-Ra: ظہر = to appear, become distinct/clear/open/manifest, come out, ascend/mount, get the better of, know, distinguish, be obvious, go forth, enter the noon, neglect, have the upper hand over, wound on the back.

zahara - to help/back/support in the sense of collaboration.

Ha-Waw-Ya (Ha-Alif-Ya) : حوی؛حوایا = To be or become dark green or dark red or brown or black and dried up by reason of

oldness. To collect/bring/draw/gather a thing together, grasp a thing, get or gain possession of a thing, take possession of a thing, hold a thing within ones grasp or possession, possess a thing, comprise or comprehend or contain something, to turn a thing around, to wind a thing, assume a round or circular form, to coil, to make a small watering trough or tank for ones camels, to have or assume a roundness or circularity [or the state of being coiled]. ahwa n.m. comp. 87:5; hawaya n.f. pl. 6:146: Lane's Lexicon, Volume 2, page: 314, 315 ## http://ejtaal.net/aa/#q=7wy

Kh-Lam-Tay:خلط؛اختلط= To mix/intermingle/incorporate/blend, put together with another thing, confuse/confound/disorder, to perplex or disturb, to have intercourse (i.e. a man with his wife, or with a woman), to penetrate into [TA - khalthu ash-shaybu (the arrow penetrated into him)], to infect or pervade, associate/converse, become intimate with, enter into a confederacy/league/compact/covenant, good natured/disposition.

Ayn-Zay-Miim :عظم = to resolve, determine, decide, propose, carry out a resolution, set one's heart upon, fixed determination.

*****

قرآن کے موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 29

کیا "ربا" اور "الربا" سُود کا ایک معتبر ہم معنی لفظ ہے، جیسا کہ تفاسیر اور تراجم میں ظاہر کیا گیا ہے""""

یا قرآن کے حقیقی معانی کی ایک اور کھلی تحریف؟؟؟

IS THE QURANIC TERM "RIBA" OR "AL-RIBA" AUTHENTICALLY SYNONYMOUS WITH INTEREST/USURY AS STIPULATED IN OUR TAFASEER AND TRANSLATIONS --- OR IS THAT ANOTHER MANIFEST DISTORTION OF GENUINE QURANIC ASSERTIONS?

قرآن حکیم کے ابہام و التباس سے پُر قدیمی تراجم کی درستگی کے جاری مشن کی یہ ایک اور کوشش ہے۔ پیشِ نظر مقصد قرآنی احکامات کی ایک منزّہ اور قرینِ عقل منطقی (Rational and Logical) صورت دنیا کے سامنے لے آنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں ہی بدعنوان اموی اور عباسی ڈکٹیٹروں کے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لیے قرآن کی بوگس تفاسیر سرکاری طور پر تیار کرائی گئیں اور ان کے ذریعے قرآن کے متن کو منظّم انداز میں سوچی سمجھی شکل میں تبدیل کر کے اس کے مفاہیم کو ابہام اور فضولیات سے بھر دیا گیا۔ یہ عظیم سازش جلد ہی اسلامی فلسفے (Islamic Doctrine) کو انتہائی طاقتور اور تباہ کن اثرات کا نشانہ بنانے والی تھی۔ کیونکہ انہی وضع کردہ تفاسیر کے بطن سے دھوکے پر مبنی غیر معیاری تعبیرات و

تراجم کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا، جس نے اسلام کی ایک سراسر جھوٹی اور غیر منطقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی۔ اس طرح ایک قیامت برپا کرتے ہوئے اسلامی تہذیب کو نفرت، جنونیت پسندی، تشدد اور تمسخر کا استعارہ بنا دیا گیا۔ عظیم فلاسفر علامہ اقبال نے اس صورتِ حال کا نوحہ پڑھتے ہوئے اپنی تحقیق کی اِن الفاظ میں عکاسی کی:-

جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآن نہیں ہے وہی سرمایہ داری بندہِ مومن کا دین
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

اقبال کے سنہری الفاظ میں اُس سرمایہ داری نظام کے واپس لوٹ آنے کی خبر بھی دے دی گئی جس کے خلاف "الربا" کے عنوان سے اللہ تعالیٰ کی تنبیہات ہمارے اس مضمون میں زیرِ بحث لائی گئی ہیں،،، اور پیرانِ حرم کی اصطلاح کے ذریعے عرب بادشاہت کی پوری نشاندہی بھی کر دی گئی جو اس قیامت کے برپا کرنے کے ذمہ دار تھے۔

کیونکہ آج بھی بے شمار ایسے تراجم ہمارے سامنے موجود ہیں جن کے مبہم انداز کی وجہ سے متکلم کے مافی الضمیر کا ہمیں کوئی ادراک نہیں ہو پاتا، فلھٰذا اِس تحریر کے ذریعے اِن صفحات پر یہ تحقیق شدہ دریافت ایک کھلے اعلان کے ذریعے پیش کی جا رہی ہے کہ۔۔۔۔ "سُود"۔۔۔ ایک علیحدہ سے زیرِ بحث لایا گیا قرآنی موضوع ہی نہیں ہے!!!۔ بلکہ قدیمی فنکاروں نے یہاں بھی اپنی ہنر مندی سے کام لیتے ہوئے ایک وسیع المعانی قرآنی لفظ "ربا" کو ایک محدود معنی دے کر اس کی وسعت کو صرف سُود کے ایک چھوٹے سے شعبے کے ساتھ جوڑ دینے کی فنکاری دکھائی ہے۔ جبکہ حقیقتِ احوال یہ ہے کہ "سُود" سے متعلق مانی جانے والی آیات میں ہمارا مالک و خالق دراصل ہمیں دولت

کے بڑے ارتکاز اور اس سے پیدا ہونے والے سرمایہ داری نظام کے عظیم فساد سے محفوظ رکھنے کے لیے احکامات عطا فرماتا ہے،،،، اور وہاں کہیں بھی سُود کا ذکر ہی نہیں کرتا۔

مختصراً"،،،،،،،، قرآنِ حکیم میں "ربا"۔۔۔۔۔اپنے مکمل سیاق و سباق میں، سرمایے یا اموال میں حاصل ہونے والا عمومی یا تجارتی منافع، بڑھوتری، یا اضافے کو کہا گیا ہے۔۔۔۔۔۔یہی اس کے مادے کا بنیادی معنی ہے۔۔۔ نیز جہاں یہی لفظ معرف باللام کے ساتھ "الربا" کی شکل میں آتا ہے وہاں اس کی تعریف "وہ خاص ممنوعہ شرحِ منافع، بڑھوتری، یا اضافہ ہے جس سے سرمایے میں بے تحاشہ اضافہ ہو جائے، وہ دوگنا چوگنا ہو جائے"۔ اور یہی امر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اس فرمان کے ذریعہ حتمی طور پر واضح بھی کر دیا ہے:- "لا تاکلوا "الربا" اضعافا مضاعفۃ" (3/130)۔ وہ ناجائز منافع مت لو جس سے سرمایے میں دوگنا، چوگنا اضافہ ہوتا ہو،،،،،،،، یعنی جو کہ دولت کے ارتکاز کا موجب بن جائے۔۔۔۔۔۔ پس، خود اللہ تعالیٰ کی اس وضاحت کے مطابق، الربا کی تعریف میں "سُود" نہیں آتا۔ یہاں بھی ملوکیتی تفاسیر کے زیرِ اثر قرآن کے معانی میں کھلی تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے۔۔۔ جب کہ،،،،،، یہ قرآنی موضوع نہ قرض سے ڈیل کرتا ہے اور نہ سُود سے، جیسا کہ آپ متعلقہ آیات کے مستند عقلی اور منطقی تراجم کے ذریعے دیکھ ہی لیں گے!

"قرآنی سود" کے اہم موضوع پر ایک جدید ترین، خالص عقلی اور علمی تحقیق اصحابِ علم کی خدمت میں پیش ہے۔ کیونکہ یہ عاجز اپنے موضوعاتی تراجم کے ذریعے ایک قطعی نیا اور از حد ترقی یافتہ قرآنی دور متعارف کرانے کے لیے ایک مشنری جدوجہد میں برسرِ کار ہے، اس لیے اس موضوع پر بھی آپ ایک انقلابی پیش رفت اپنے سامنے پائیں گے،،،،، جو قرآن کو اس کے خالص اور پاک معانی میں پیش کرتی ہوئی عقل و دانش اور الہامی حکمت کے کئی نئے دریچے آپ کے

سامنے کھول دے گی۔ معانی کی وہ گہرائی اور وسعت جو آپ کو چونکا دے گی اور مجبور کرے گی کہ آپ خود بھی ایک تحقیقی عمل سے گذریں اور اِس ترجمے کو تفتیش و تدقیق کے مراحل سے گذاریں اور اس کی حقانیت کے بارے میں جہاں کہیں بھی سقم پایا جائے، سوالات کریں۔ مقصد ایک باہمی اتفاق رائے کے ذریعے اللہ رب العزت کے فرمان کی ایک نہایت مستند اور معتبر شکل دنیا کے سامنے لانا ہے، جو ایک داغدار ماضی کی تمام آلائشوں سے پاک ہو،،، اور صدقِ بسیط کی روشنی سے اس دانشمند دنیا کی آنکھیں منور کر دے۔ آخری الہامی صحیفے قرآن کی لازوال حکمت ایک جگمگاتے سورج کی مانند ظاہر ہو اور دنیا کو اپنی تسلیم و اطاعت پر مجبور کر دے۔

آیئے متعلقہ آیات کے تحقیقی معانی سے قبل ہم۔ربا۔ کے مادے کا مستند معانی ملاحظہ کر لیتے ہیں جو یہ ثابت کر دیتا ہے کہ یہاں سے "سُود" مشتق کیا ہی نہیں جا سکتا:-

1) **پہلے مادے کو دیکھ لیں:** ر ب و؛ ربوٰ: وہ بڑھ گیا/اس میں اضافہ کر دیا گیا؛ زیادتی، بڑھوتری؛ ایک اضافہ جو حق سے زیادہ وصول کیا گیا؛ جو بڑھ کر لمبا ہو گیا/ نشو و نما پا کر بڑھ گیا/ بڑا/ پھولا ہوا / سطح میں بڑھا ہوا،،، بلندی پر چڑھنا،،، پھیلنا/ پھولنا، سانس کا پھول جانا،،، ہانپنا۔ : ربیۃ Rabiyatun: ہمیشہ بڑھنے والا، سخت/ سنجیدہ کیفیت والا؛،،، اربا: زیادہ کثرت والا؛ زیادہ بڑھا ہوا۔

2) **پھر اس کے مصدر کو دیکھ لیں:** اس کا مصدر (infinitive)،،، "تربیت"،،، ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تربیت کے معانی میں پڑھانا، لکھانا، سکھانا، کھلانا، نشو و نما دینا، عقل و خرد میں بڑھانا/ اضافہ کرنا، پرورش کرنا وغیرہ تو آتا ہے،،،، رَبِیّتہ: Rabiyyata-hu: میں نے اسے پالا، پرورش کی، بڑا کیا،،، جیسے کہ ایک بچے کو؛،،، میں نے کھلایا، نشو و نما دی؛ یا کسی بھی چیز کو جو بڑھتی پھیلتی ہو، یا جس میں اضافہ ہوتا ہو، جیسے کہ انسانی بچہ: ربّیتُ: Rabbayitu: میں نے پالا، بیج بویا،

پودے یادرخت۔ اور ربَی: زمین کے متعلق کہا جاتا ہے، معنی وہی ہے کہ اس نے پودے اور جڑی بوٹیاں پروان چڑھائیں۔ ذرا ذہن پر زور ڈال کر سوچیے کہ یہاں،،، سُود لینا یا سُود دینا،، کہاں سے آ سکتا ہے؟؟؟

3) انگلش لفظ INTEREST (سُود) کے اصل عربی مرادف کی بھی تلاش کی گئی۔ یہ بھی دیکھ لیں :

کیمبرج انگلش-عربک ڈکشنری: Interest (noun) = "فائدہ"

; the extramoney that you must pay to a bank if you borrowmoney,

– or that you receive from the bank if you keepyourmoney there:

فائدۃ ۔۔۔۔ذرا دیکھیں کیا یہاں کہیں بھی ربا کا ذکر ہے؟؟؟

4) بہت سی مستند عربی لغات میں بھی دیکھیں:

بشمول المنجد اور لسان العرب۔ آپ وہاں Interest یعنی "سود" کا عربی مرادف لفظ ،،،"فائدہ"،،، پائیں گے۔

5) ربا کے فعل کے صیغے کا استعمال بھی دیکھیں:

قرآن میں اس صیغے میں الفاظ یربو اور یربی آئے ہیں۔ اور یہ جہاں بھی استعمال کیے گئے ہیں، "سود" کے معنی میں استعمال نہیں کیے گئے۔۔۔ نہ ہی کیے جا سکتے تھے۔۔۔ذیل میں آنے والے تراجم میں یہ حقیقت واشگاف انداز میں ملاحظہ فرمائیں۔

یعنی اس کا معنی کہیں سے بھی "سود" نہیں لیا جا سکتا،،،، البتہ اسے سود لینے کا عمل ایک ذیلی معنی

کے طور پر، اور وہ بھی صرف ہماری تفاسیر میں کی گئی جعلسازی کے سبب، ناجائز طور پر بروئے کار لے آیا جاتا ہے۔ کیونکہ،،، جیسا آپ نے ملاحظہ فرمالیا،،، سُود اس کے مادے سے قطعا" مشتق نہیں ہوتا۔۔۔۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس لفظ کا فعل کے صیغے میں تمام تر استعمال کسی نہ کسی جہت سے تو "سود" کا معنی ضرور دیتا!!!!!۔۔۔ لیکن ابھی تمام متعلقہ تراجم میں آپ دیکھیں گے کہ ایسا کسی بھی متعلقہ سیاق و سباق میں وقوع پذیر نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر دیکھیں کہ درجِ ذیل ایک ہی آیتِ مبارکہ کا مستند عقلی ترجمہ "ربا" کا مطلب سُود لینے کے تصور کو جڑ بنیاد ہی سے ختم کر دیتا ہے:

☆آیت: 39/30 :وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ

لیکن اس آیت کا عقلی ترجمہ دیکھنے سے قبل ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم یہ تجزیہ کریں کہ اس مخصوص آیت کے معنی کے ساتھ ماضی کے تراجم میں کیا لایعنی کھلواڑ کی گئی ہے۔ اس لیے آیئے ہم اس سابقہ ریکارڈ پر عمومی آگاہی حاصل کرنے کے لیے ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔

قدیمی تراجم:(آیت39/30)

1) مشہور لغت کے **سکالر امام راغب** تو بالکل ہی مبہم ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:-،،،،،،،، "اور تم جو چیز (عطیہ) زیادہ لینے کے لیے دو تاکہ لوگوں کے اموال میں بڑھوتی ہو وہ اللہ کے یہاں نہیں بڑھے گی۔"

2) **علامہ اسد:** "اور (یاد رکھو) جو کچھ تم "سود" میں دے دیتے ہو تاکہ یہ (دوسرے) لوگوں کے اموال کے ذریعے بڑھ جائے، یہ (تمہیں) کوئی بڑھوتی اللہ کی نگاہ میں نہ دے گا؛ جب کہ وہ سب جو

تم خیرات میں دے دیتے ہو، اللہ کی رضا جوئی کے لیے،(وہ تمہاری بخشش کر دے گا)؛ کیونکہ یہ وہی ہیں (جو اس کی رضا چاہتے ہیں) جن کا اجر کئی گنا بڑھ جائیگا"۔

3) قرآن کے نہایت قابلِ احترام جدید سکالر، **علامہ پرویز** لغات القرآن میں آیت 30/ 39 کا ایک قدرے ترقی یافتہ ترجمہ اس طرح کرتے ہیں :-

"جو کچھ تم لوگوں کو ان کے واجبات سے زیادہ دو اور اس سے غرض یہ ہو کہ اس میں بڑھوتی ہو تو نظامِ خداوندی میں اس میں بڑھوتی نہیں ہو سکتی۔ اس کی تفسیر (6/74) میں یہ کہ کر کر دی کہ "لا تمنن تستکثر" کسی پر اس مقصد کے لیے احسان نہ کر کہ تجھے اُس سے زیادہ واپس ملے۔"

تبصرہ:-

ملاحظہ فرمایئے کہ ،،،،،نمبر 1) میں "ربا" کو،،،،،"عطیہ زیادہ وصول کرنے کے لیے دینا" کہا گیا۔۔۔۔۔نمبر 2) میں "ربا" کا ترجمہ "سود" (Usury) کیا گیا،،،،،اور نمبر 3) میں ،،،،،"واجبات سے زیادہ" ،،،، کہا گیا۔ ۔۔۔۔ ۔اور یہ ربط اور یکسانیت کا فقدان واضح انداز میں ثابت کرتا ہے کہ کوئی بھی درج بالا مترجم ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق نہیں رکھتا، اور نہ ہی اس لفظ کا کوئی متفقہ اور باوثوق ترجمہ سامنے لا سکا ہے۔ اگر واقعی "ربا" کا معنی "سود" ہی تھا تو کیوں یہ وسیع طور پر قبول کیا جانے والا معنی دو مشہور و معروف سکالرز آیت کے متعلقہ سیاق و سباق میں فٹ نہیں کر سکے ؟؟؟۔۔ دونوں جگہ "ربا" کو،،،سُود،،، نہیں کہا جا سکا۔۔۔۔۔اور یہی وہ نکتہ ہے جہاں یہ مضمون آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے۔۔۔۔۔۔ ہمیں تو اس سوال کا جواب کسی سکالر کے ہاں نظر نہیں آتا!

البتہ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کر ہی لیا، آیت کا معنی ان تینوں ہی تراجم میں قرین عقل نہیں پایا گیا، کیونکہ اس آیت کا پیغام اور دیا جانے والا تصور سب کے ہاں جدا جدا اور بالکل ہی وضاحت اور فہم سے خالی پایا گیا،، اور اس طرح سَر کے اوپر سے ہی گذر گیا!!!۔۔۔ پڑھنے والے کو یہ علم ہی نہیں ہو

پاتا کہ،،،،،،   آخر۔۔یہاں خطاب کس سے ہے؟۔۔کن لوگوں کا حوالہ دیا گیا ہے؟۔۔۔"عطیات" سے امام راغب کی کیا مراد ہے؟؟؟۔۔۔کون سُود کس کو دے رہا ہے؟؟؟

(علامہ اسد)۔۔۔۔۔کِن لوگوں کے۔۔کون سے۔۔"واجبات"کاذکر کیا جارہاہے؟،،،،آخر" واجبات سے زیادہ" سے کیا مراد ہے؟،،،،اور،،،،،"نظامِ خداوندی میں بڑھوتی" سے کیا مراد ہے؟(علامہ پرویز)۔

دوسرے یہ کہ۔۔ "اور تم جو چیز (عطیہ) زیادہ لینے کے لیے دو تاکہ۔؟؟؟۔۔" (امام راغب)،،،،یہ سراسر ایک مبہم فقرہ ہے، جس کے سر پیر کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔یعنی کون سی چیز؟،،، کتنی؟،،، کس کو دو؟،،دینے والا کون ہے؟،،،،،اور کیا زیادہ لینے کے لیے دو؟؟؟۔۔۔ کچھ بھی واضح نہیں ہے!البتہ یہاں ایک بات بالکل واضح ہے کہ ربا۔۔اور۔۔اضعاف۔۔ہم معنی الفاظ ہیں۔دونوں کا معنی بڑھوتری،افزائش،وغیرہ ہے۔

اور اب جدید ترین عقلی اور منطقی ترجمہ:

(جہاں سے آپ کو مکمل آگاہی حاصل ہوگی کہ خطاب کس سے ہے،اموال الناس کیاہے،کون سی افزائش زیرِ بحث لائی گئی ہے اور قرآن کانہایت واضح اور روشن بیان کیاپیغام دے رہاہے)۔

"اور جو کچھ بھی اضافی رقوم (ربا) تم اس مقصد کے لیے لگادیتے ہو کہ وہ لوگوں کے اموال،یعنی سرکاری خزانے(أَمْوَالِ النَّاسِ ۔ public exchequer) میں اضافے/بڑھوتری کا باعث بنیں (لِّيَرْبُوَ)، تو جان لو کہ اللہ کے نزدیک وہ بالکل اضافہ / بڑھوتری نہیں پاتا(فَلَا يَرْبُو)۔ لیکن جو کچھ بھی رقوم کی مدیں تم اُس "اموال الناس" میں سے اللہ کے احکام کی بجا آوری کے لیے

(تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّـهِ) سامانِ پرورش و نشو و نما کی مد میں (مِّن زَكَاةٍ) عام کر دیتے ہو، تو بس وہی سب کچھ ہے جو خزانوں میں اضافے اور بڑھوتری کا ماخذ و منبع وذریعہ ہے (الْمُضْعِفُونَ)۔"

جیسا کے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، یہاں انتہائی وضاحت سے اور راست انداز میں اہلِ حکومت و اتھارٹی کو سرزنش کی جارہی ہے اور کہا جارہا ہے کہ بجائے اضافی آمدنیاں خزانے میں اضافہ کی جانب لگا دینے کے، یہی رقوم انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کر دی جائیں تو اللہ کے نزدیک تب ہی خزانے میں افزائش ہو سکتی ہے، ورنہ نہیں۔۔۔۔۔۔ یہاں ایک بہت ہی خاص امر نوٹ فرمائیں کہ اصطلاح "اموال الناس" کا ترجمہ کسی بھی مترجم نے آج تک درست نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے یہ آیت ہمیشہ سمجھ سے بالا، اور وضاحت اور تفہیم کی محتاج رہی ہے۔ بات بالکل سیدھی ہے۔ کیونکہ:-

- زکاۃ کا بھی یہاں ساتھ ہی حکم دیا جارہاہے،،، جو صرف حکومتِ وقت ہی کا فریضہ بنتا ہے، اس لیے یہاں خطاب ہی حکومتِ وقت سے ہے،

- اور اموال الناس یہاں سرکاری خزانہ ہی ہو سکتا ہے، کچھ بھی اور نہیں، کیونکہ ہر مہربان اور خیر خواہ حکومت میں سرکاری خزانہ ہی عوامی خزانہ، یعنی "اموال الناس" ہوتا ہے۔۔۔۔

اور یہی معنی اس آیت کا قرین عقل ترجمہ کر سکتا ہے۔ کوئی بھی اور معنی لینا آپ کو عقلی اور با معنی ترجمے سے بہت دُور لے جاتا ہے، جیسا کہ آپ تراجم کے تمام قدیمی انبار کھنگال کر دیکھ سکتے ہیں!!!۔ اور یہی حقیقت درجِ بالا تین پیش کردہ تراجم آپ کے سامنے لاتے ہیں،،،، جہاں آیت کا مافی الضمیر قطعی طور پر واضح نہیں ہو پاتا۔

اب دیکھ لیں کہ لفظ "ربا" اور لفظ "یربو" کہیں سے بھی سود کا معنی نہیں دیتے!!! غالبا" اس ضمن میں اب کسی بھی مزید سند کی ضرورت درپیش نہیں ہے ۔ لیکن آیئے، اتمامِ حجت کے لیے اس کے بعد اب "سود" سے متعلق سمجھی جانے والی تمام آیات کا قدیمی ترجمہ،،، اور اس کے ساتھ ساتھ،،،، جدید ترین عقلی ترجمہ،،،، دونوں چیک کر لیتے ہیں تا کہ موازنے سے یہ امر حتمی طور پر ثابت ہو جائے کہ "ربا" ۔۔یا۔۔ "الربا" کا ترجمہ "سُود" کی حیثیت سے لینا کوئی ٹھوس بنیاد نہیں رکھتا، بلکہ قرآن کو مسخ کرنے کی ملوکیتی سازش کا ہی ایک حصہ ہے۔

تمام متعلقہ آیات: قدیمی تراجم:

☆ آیت: 276/2: يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ

قدیمی ترجمہ:

اس ضمن میں امام راغب لکھتے ہیں: (یمحق اللہ الربا و یربی الصد قات 276/2)۔۔۔ " اللہ سود کو بے برکت کرتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔"؟؟؟؟۔۔۔۔۔

تبصرہ:- لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امام راغب آیت 39/30 میں "ربا" کو "زیادہ عطیہ" کہہ رہے ہیں تو یہاں کیسے اسے ہی "سُود" کہہ سکتے ہیں؟؟؟۔۔۔ نیز جب آپ،، یہاں ربا کو "سود" کہہ رہے ہیں،،، تو اُسی کے فعل "یربی" سے مراد آپ،،، وہ بڑھاتا ہے،،،، کیسے لے سکتے ہیں ؟۔۔۔ جب کہ آپ کے ہی استعمال کیے گئے ربا کے معنی کے مطابق اسے فعل واحد، غائب، مضارع کے صیغے کے مطابق "وہ سُود لیتا ہے" کہنا چاہیئے!!!۔۔۔۔۔۔۔ دوستو، دیکھ لیا آپ نے؟؟؟۔ ایک جگہ تو "ربا" اُسی ایک فقرے میں سُود ہے اور چند ہی الفاظ کے بعد "بڑھوتری" ہے۔۔۔۔۔۔۔ اسے کہتے ہیں ڈبل سٹینڈرڈ۔۔۔ وہ بھی ایک ہی چھوٹے سے فقرے میں؟؟۔۔۔ ۔ امام راغب کے موقف کے مطابق تو یہاں ترجمہ، عقل پر " قل ہو اللہ " پڑھتے ہوئے،،،، کچھ

اس طرح ہونا چاہیئے تھا:---"اللہ سود کو بے برکت کرتا ہے اور خیرات پر سُود لیتا ہے"؟؟؟۔۔
۔تو ثابت ہوا کہ جہاں آپ کے خود اختیار کردہ غلط معنی سے ایک "پاگل خانہ" کھلتا نظر آئے، وہاں
آپ اُسی معنی کو فورا"ہی بغیر کسی خلش کے یکسر تبدیل بھی کر لیتے ہیں؟---واہ جناب، واہ!!!
بہر حال، اب دیکھیے اس فقرے کا قرینِ عقل ترجمہ کچھ یوں سامنے آتا ہے:-

"اللہ تعالیٰ اموال میں ناجائز اور بے تحاشا اضافوں (الربا) کو ختم کرنے **(یمحق)** کا حکم دیتا ہے اور اس کے برعکس محصولات کی آمدنی (الصدقات) میں اضافہ کرنے (یربی) کی تدبیر کرتا ہے"۔۔۔۔۔۔ (یاد رہے کہ صدقات، تمام عمومی تصورات کے برعکس، دراصل حکومت کو حاصل ہونے والے ٹیکس / محاصل کی آمدنی کو کہا جاتا ہے)۔

☆ آیت 3/130 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :- - یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً !!!

ما قبل کے تراجم:

اُستادِ محترم علامہ پرویز: "سود مت کھاؤ۔ تم سمجھتے ہو کہ اس سے دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت اس سے قومی سرمایہ میں کمی ہوتی ہے (دیکھیے عنوان ض-ع-ف)"۔

جالندھری: "اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ"۔

تبصرہ:- یہاں آپ دیکھیں گے کہ جہاں تک کہ اصطلاح ۔۔" أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً" کی تعبیر کی گئی ہے درج بالا دونوں تراجم باہم متضاد و متخالف ہیں۔ کس کو درست مانا جائے؟۔۔یہ ایک

الگ سوال ہے۔۔۔البتہ "الربا" کو دونوں حضرات نے "سود" کہا جو متعلقہ مادے کے بنیادی معانی کی رُو سے مستند تعبیر نہیں ہے۔اس لیے کہ یہ نہ تو اس کا مستند معنی ہے اور نہ ہی یہاں کسی قرض کے لینے / دینے کا پسِ منظر بیان کیا گیا جس کے تناظر میں اسے سُود کہا جا سکے!!!

جبکہ اس آیت کا قرینِ عقل، اور تمام اقسام کی تجارتوں پر محیط، ترجمہ کچھ اس طرح باور ہوتا ہے :

"اے ایمان والو، تم ایسا ناحق اضافہ / منافع (الربا) مت حاصل کیا کرو جو مالوں میں دوگنا، چوگنا اضافہ کرتا ہو۔"----یاد رہے کہ "اضعافا" مضاعفۃ" کی اصطلاح متعلقہ سیاق و سباق میں ضعف، یعنی کمزوری یا کمی کا معنی نہیں دیتی۔یہ امر آیت 30/39 کے ترجمے میں لفظ "مضعفون" کے تحت ملاحظہ فرمالیں، جہاں سے ثابت ہے کہ اسکا معنی بڑھنا ہے۔ نیز مزید ثبوت کے لیے دیکھیے آیت 2/261 : وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ------۔اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے کئی گنا اضافہ عطا کرتا ہے۔

یعنی "الربا" وہ خاص بڑھوتری / اضافہ / منافع ہے جو اموال کو ملٹی پلائی کر دے۔یعنی ان میں بے حد و حساب اضافہ کر کے دولت کا ارتکاز پیدا کر دے، جسے ناجائز قرار دیا گیا ہے۔یہاں کسی قرضے کا،،، یا اس پر لاگو ہونے والے کسی "سود" کا،،،، ذکر ہی نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یا قانون معیشت اور تجارت کے ہر شعبے کا احاطہ کر رہا ہے۔

☆ آیت مبارکہ 2/275 : الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ

قدیمی ترجمہ:

جالندہری: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اُٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنادیا ہو یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) حالانکہ سَودے کو خدا نے حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔

تبصرہ: انتہائی محرف شدہ، غیر معیاری اور عامیانہ ترجمہ ہے۔ جگہ جگہ اپنی جانب سے بریکٹوں میں الفاظ اس لیے بڑھا دیے گئے ہیں کہ ترجمہ کی بے ربطی کو بہتر کیا جا سکے،،، جب کہ اللہ کے کلام میں تحریف یا اضافہ ایک جرم ہے۔ یہاں بھی "سُود" کو بے جا اور بغیر جواز داخل کر دیا گیا ہے، تا کہ ایک غلط العام کو مستقل حیثیت دے کر قرآن کو مسخ کرنے کی کوشش جاری رکھی جا سکے۔ یعنی وہی الربا،،،، یعنی بلا حدود منافع،،، صرف سُود ہی کھانے والے کے لیے مخصوص کر لیا گیا ہے،،، اور سارا نزلہ اُسی پر گرا دیا گیا ہے۔ اور اس طرح عمومی ناجائز منافع کو صرف سُود کی شکل دے کر، اور جزوی طور پر صرف ایک سُودی کاروبار پر لاگو کر کے،،،، باقی تمام تجارتوں میں لیا جانے والا ناجائز اور بلا حدود منافع نظر انداز کر دیا گیا ہے!!!۔۔ نیز ترجمہ کا بازاری پن دیکھیں کہ ہر جگہ "یاکلون" کو لینے اور حاصل کرنے کے حقیقی معانی کی بجائے "کھانا" کہا جا رہا ہے، گویا کہ سُود یا منافع مال یا روپیہ نہیں جو کمایا یا "حاصل کیا" جا رہا ہے،،، بلکہ کھانے کی کوئی ڈش ہے جسے "کھایا" جا رہا ہے!!!

قرینِ عقل، مستند علمی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:۔

"جو لوگ ناجائز / بلا حدود، دگنا چوگنا منافع (الربا) حاصل کرتے ہیں اُن کا مقام اُس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جس کی عقل کو اللہ کے احکامات سے سرکشی (الشَّیْطَانُ) کے اثرات نے (مِن المس)

خبط کر لیا ہو۔ یہ خبط اس طرح سامنے آ جاتا ہے (ذلک) کہ ایسے اشخاص یہ کہنے لگ جاتے ہیں (بانھم قالوا) کہ تجارت (البیع) بھی بلا حدود منافع (الربا) کمانے ہی کی مثل یا اس ہی کی دوسری شکل ہوتی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی تجارت (البیع) کو تو جائز قرار دیتا ہے لیکن اُس کے ذریعے ناجائز یا بلا حدود منافع حاصل کرنے (الربا) کو حرام قرار دیتا ہے"۔

امیدِ واثق ہے کہ بات بالکل واضح ہو گئی ہو گی۔

☆ آیت 2/278: یا ایھا الذین آمنو اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۔ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّـهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾

قدیم تراجم:

جالندہری: مومنو! خدا سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خبر دار ہو جاؤ (کہ تم) خدا اور رسول سے جنگ کرنے کے لیے (تیار ہوتے ہو) اور اگر توبہ کر لو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان اور تمہارا نقصان۔

علامہ پرویز: اے جماعتِ مومنین اللہ کے قانون کی نگہداشت کرو اور جو کچھ حصہ سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اس سے ثابت ہو گا کہ تم سچے ایمان والے ہو۔ اگر تم یہ نہ کرو گے تو حکومتِ الٰہیہ کے ساتھ جنگ کے لیے تیار رہو۔ اگر تم سود چھوڑ دو اور صرف اپنے اصل سرمایے پر دعویٰ رکھو تو یہ خود تمہارے لیے اور تمہارے قرض دار کے لیے بہتر ہو گا۔ اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو گی۔ (ایکسپوزیشن آف دی ہولی قرآن)

تبصرہ:- اگرچہ استادِ محترم کا ترجمہ دیگر کی نسبت ترقی یافتہ ہے لیکن یہاں بھی آپ ۔۔الربا۔۔ کا معنی سود ہی نوٹ فرمائیں گے جو بنیادی طور پر قدیم سے چلی آرہی ملاوٹ پر مبنی ہے۔ اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ سود کے معنی کا جواز دینے کے لیے یہاں مترجم نے خود کو مجبور پایا ہے کہ اپنے ہاں سے "قرض داری" کی اختراع پیدا کرے۔ حالانکہ آیتِ مبارکہ میں کہیں بھی کسی قرض یا قرض داری کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ کیا ہم اسے بھی ملاوٹ یا تحریف کہنے پر مجبور نہیں ہیں؟؟؟

قرینِ عقل، مستند ترجمہ:-

"اے اہلِ امن و ایمان، تم سب اللہ کے قوانین کی نگہداشت کرو اور اگر تم مومنین ہو تو "وہ ناجائز منافع خوری" جو مال کو دگنا چوگنا کر دے (الرِّبَا) اگر اب بھی جاری ہو (مَا بَقِيَ) تو اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکو (ذَرُوا)۔ بہر حال اگر تم ایسا نہ کرو گے تو پھر حکومتِ الٰہیہ کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دو۔ لیکن اگر تم اس روش سے باز آ جاؤ تو تمہارا حق صرف تمہاری سرمایہ کاری کی زیادہ سے زیادہ مروجہ قیمت / ویلیو / قدر (رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ) پر ہے۔ اس طرح نہ تو تم ظلم کا ارتکاب کرتے ہو، اور نہ ہی تم پر کوئی ظلم کرتا ہے"۔ (کیونکہ اصطلاح راس المال کے معنی سے بہت سے قارئین ناواقف ہوں گے اس لیے یہاں وضاحت کے لیے عرض کر دیا جائے،،،،،، کہ راس المال آپ کے روپے کی وہ قیمت ہوتی ہے جس سے کوئی بھی جنس، جسے تبادلے کا ایک بنیادی معیار مقرر کر دیا جائے، زیادہ سے زیادہ خریدی جاسکتی ہو۔ ایسا تبادلے کا معیار سونا بھی مقرر کیا جا سکتا ہے، پٹرول بھی، اور گندم وغیرہ بھی)

☆ آیت 4/161 : وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ

قدیمی تراجم:-

جالندہری: اور اس سبب سے بھی کہ باوجود منع کئے جانے کے سود لیتے تھے اور اس سبب سے بھی کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے۔

علامہ اسد:- اور وہ سُود لیتے تھے جب کہ یہ ان پر منع کیا گیا تھا، اور وہ لوگوں کے اموال ناجائز کھا جاتے تھے۔

علامہ پرویز: ان کی غلط روش میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ سود لیتے تھے جو کہ منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے اموال ناجائز حربے استعمال کرتے ہوئے کھا جاتے تھے۔

قرینِ عقل اور مستند ترجمہ:-(جو تمام اقسام کی تجارت اور خدمات کا احاطہ کرتا ہے)

۔۔۔اور وہ ناجائز منافع خوری کے ذریعے بھی اپنی دولت دوگنا چوگنا (الربا) کر لیا کرتے تھے جبکہ انہیں اس سے روکا گیا تھا،،، اور اس طرح وہ باطل حربے استعمال کر کے لوگوں کے مال بٹور لیا کرتے تھے۔

قارئینِ کرام، یہاں تک ہم نے زیادہ تر متعلقہ آیات کا احاطہ کر لیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھ ہی لیا کہ بات دراصل بالکل صاف ہے۔ عہدِ ملوکیت میں زمام کار کیونکہ مطلق العنان سرمایہ دار طبقے کے ہاتھ میں آ چکی تھی اور اپنے ناجائز قبضے کا جواز دینے کے لیے قرآن کے معانی کو بڑے پیمانے پر کرپٹ کیا جا رہا تھا، اسی لیے قرآن کے اس خاص تھیم کو بھی گستاخ ہاتھوں کے ذریعے دست بُرد کا نشانہ بنایا گیا۔ معیشت کے میدان میں ناجائز لُوٹ مار کرنے والوں کو بچانے کے لیے کرپٹ تجارتی طریق کار کی تمام شاخوں کو تحفظ دیتے ہوئے، قرآنی احکام کا رُخ صرف ایک شعبے، یعنی سودی تجارت کی جانب بلاجواز موڑ دیا گیا۔ حالانکہ سُود کا سوال تو وہیں پیدا ہوتا ہے جہاں کسی قرض کے

لین دین کا ذکر یا سیاق و سباق ہو۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ ربا کے تمام احکامات کسی بھی قرض کے لین دین سے متعلق نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں تمام تجارتی کاروائیوں میں ناجائز طریق ہائے کار استعمال کر کے دولت میں بے تحاشا اضافے کو منع کیا جا رہا ہے۔

ضمنی طور پر یہ بھی ریکارڈ میں لے آیا جائے کہ قرض کے موضوع کو البتہ اللہ تعالیٰ نے، نظر انداز نہ کرتے ہوئے، آیت 2/282 میں ایک سُود سے بالکل علیحدہ عنوان کے طور پر "دَین" کہ کر واضح فرمایا ہے۔ لیکن اس آیت کے معنی کا ایک گہرا مطالعہ یہ ثابت کر دے گا کہ یہاں صرف قرض کے لین دین کو ایک ضابطے یا قاعدے کے تحت لایا جا رہا ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ قرض کے معاملے کو خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، اُس کی تمام مقرر کردہ شرائط کے ساتھ تحریر کی قید میں لازمی طور پر لے آیا جائے اور دو معتبر شہادتیں بھی شامل کر لی جائیں۔ نوٹ کرنے کا اہم نکتہ یہ ہے کہ یہاں خاص قرض کے موضوع پر بات کرتے ہوئے بھی کسی سُود کا ذکر نہیں کیا گیا۔

دنیا اپنی معلوم تاریخ کے دورانیے میں تقریباً" ازل سے ہی سرمایہ دارانہ نظام کے تحت چل رہی ہے، جو ہر قسم کے ظالمانہ استحصال اور سلب و نہب سے عبارت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اُس ذاتِ پاک کے رسول ہمیشہ اسی ظالمانہ سرمایہ داری نظام کے خلاف بھیجے جاتے رہے ہیں۔ سود بذاتِ خود بھی اُسی ظالمانہ سرمایہ داری نظام کا صرف ایک کَل پُرزہ (Tool) ہوا کرتا ہے۔ یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ جہاں بھی بڑی بڑی رقوم کا ارتکاز ہو گا وہاں سے ہی ہمیشہ ہر قسم کا مالیاتی استحصال کیا جائے گا۔ قرضے بھی جاری ہوں گے اور سُود کے ذریعے بھی پیسہ کمایا جائیگا۔ قرآن اپنی دُوررَس حکمت کے ذریعے ان بڑی رقوم کے ارتکاز کے بنیادی سبب کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تاکہ سرمایہ داری کا قیام ہی ممکن نہ ہو سکے،،،،،، اور روپیہ اتنا طاقتور ہونے ہی نہ پائے کہ مارکیٹوں کو اور انسانوں کو اپنی حریصانہ دَست برد کی زد میں لے آئے۔ یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ اِسی ظالمانہ نظام کے تحت بڑی رقوم کا ارتکاز بے شمار دیگر کل پرزے پیدا کرتا ہے جن میں بنکنگ

کا نظام، بڑی صنعتی کارپوریشنیں، بڑی اجارہ دارانہ تجارتیں، سٹاک مارکیٹیں، کرنسی، اجناس اور دھاتوں کی قیمتوں پر سٹہ بازیوں (Speculation) کی مارکیٹیں، وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اللہ کے ربا کے حوالے سے احکامات سرمایہ داری نظام کو بحیثیت مجموعی زد میں لاتے ہیں اور اس نظام کے فروغ کی حوصلہ شکنی کرنے کا مقصد رکھتے ہیں۔ اور اسی لیے وسیع پیمانے پر ظالمانہ سرمایہ داری نظام کو اس کے تمام شعبوں اور شکلوں کے ساتھ مخاطب کرتے ہیں۔ یہاں اسی لیے دولت کے ارتکاز کو حرام قرار دیا گیا ہے تاکہ سرمایہ دار استحصالی قوت حاصل نہ کرنے پائے۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ لیکن اس کے برعکس مسلمان کی تنگ نظری کے باعث ہمارے سکالرز کی فرسودہ سوچ یہ رہی ہے،،، کہ صرف ایک سُود کو پکڑ لیا ہے اور سرمایہ داری نظام کے دیگر تمام کُل پُرزوں کو حلال و جائز قرار دے کر مطمئن ہو گئے ہیں کہ اللہ کے احکامات کی فرماں برداری کی جا رہی ہے۔

پس قرآن میں لفظ "ربا" یا "الربا" سے مراد سود (Interest or Usury) لینا کوئی لغوی اور شعوری جواز نہیں رکھتا۔ تفاسیر اور تفاسیری تراجم کے ذریعے ہمیں اور دنیا کو گمراہ کرنے کی ایک مذموم کوشش کی گئی ہے۔ قرآن تو اس موضوع پر دراصل انسانیت کی فلاح کے ضمن میں ہمیں ہماری مجموعی تجارتی لین دین میں ہر قسم کی بدعنوانی اور دولت کی پاگلانہ حرص و طمع سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے، تاکہ چند ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز عوام کے لیے سلب و نہب کا باعث نہ بنے۔ اس ضمن میں آیت 9/34-35 میں باری تعالیٰ کا فرمان بڑا واضح، حتمی اور عبرت آموز ہے

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ -----

"جو لوگ سونا اور چاندی، یعنی مال و دولت کے خزانے ذخیرہ کرتے رہتے ہیں (اکتناز-ارتکاز) اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ اُس دن کی بشارت دے دو جب یہی ذخیرہ کی ہوئی دولت جہنم کی آگ میں گرم کی جائیگی اور ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پُشتیں اس سے داغی جائیں گی۔ اور کہا جائیگا کہ یہ ہیں وہ خزانے جو تم اپنی ذات کے لیے ذخیرہ کرتے تھے، اب ان کا ذائقہ چکھو"۔ (علامہ اسد)۔

*****

حجاب [جلباب]

کیا قرآن میں عورتوں کے پردے کا اور نبی کریم کی بہت سی بیویوں اور بیٹیوں کا ذکر کیا گیا ہے،،،، یا یہ بھی سابقہ تفاسیر و تراجم میں کیا گیا ایک سوچا سمجھا انحراف ہے؟

Does Quran speak of Hijaab (Veil) for women and of the Holy Messenger's multiple wives and his daughters, or is that anotherdeliberate distortion by early Translators and Interpretors?:

پردے [حجاب] کے بارے میں آیت مبارکہ ۳۳/۵۹ :

اس ضمن میں سوال یہ کیا گیا کہ اگر کسی بھائی کے پاس اس آیت کا ترجمہ ہے تو مہربانی کر کے ہمارے علم میں لائے؟؟؟؟

آیت مبارکہ ۳۳/۵۹:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾

ظاہر ہے کہ سوالی بھائی کو مروجہ تراجم قرین عقل معلوم نہیں ہوئے، اس لیے وہ کوئی دیگر اور بہتر ترجمہ دیکھنا چاہتے ہیں جو عقل و علم و عمومی فہم سے مطابقت کا حامل ہو۔ ایسا ترجمہ ضرور پیش کر دیا

جائیگا جو مطلوبہ کسوٹی پر پورا اُترتا ہو....... لیکن اس سے قبل روایتی ترجمہ درج ذیل کر دیا جاتا ہے اور اُس کے نقائص اور لایعنیت پر ایک مختصر بحث بھی کر لی جاتی ہے تاکہ جدید ترین عقلی ترجمہ کی قبولیت کے لیے راہ ہموار ہو جائے۔ تو پیش ہے **روایتی ملوکیتی ترجمہ** :-

"اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ [باہر نکلا کریں تو] اپنے [مونہوں] پر چادر لٹکا[گھونگھٹ نکال] لیا کریں۔ یہ امر ان کے لئے موجب شناخت[وامتیاز] ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے"۔**[جالندھری]**

اس روایتی ترجمے کا لغوپن ظاہر ہے کہ بات کو سمجھانے کے لیے اپنی جانب سے بریکٹوں میں کئی اضافے کیے گئے ہیں تو تب فقروں میں ربط و ضبط پیدا ہو سکا ہے، ورنہ ترجمے سے تو ایک مہمل اور لایعنی عبارت وجود میں آتی ہے۔ ۔۔ مثلاً اضافے یہ ہیں: ۔۔ "باہر نکلا کریں تو"۔۔۔ کا اضافہ ۔ "مونہوں"۔۔ کا اضافہ ،،، اور ۔۔ "گھونگھٹ نکالنے"۔۔ کا اضافہ ، وغیرہ۔ ان اضافوں یعنی تحریف کو باہر نکال دیں تو ایک نامکمل اور لایعنی روایتی ترجمہ یوں سامنے آتا ہے:

۔۔"اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے پر چادر لٹکا لیا کریں"۔۔۔۔؟؟؟

ظاہر ہے کہ اس لاحاصل ترجمے میں نہ زمان و مکان کا ذکر ہے اور نہ موقع محل کا۔ نہ ہی جسم کے چھپانے والے حصوں کا،،،۔ یہ موقع محل اور دیگر تفصیل خود اپنی جانب سے اضافے کرتے ہوئے شرمناک انداز میں گھڑے گئے ہیں جس کا واضح مقصد عورت پر شٹل کاک برقعہ یا اسی قسم کی کوئی اور پردے کی شکل لاگو کرنا تھا تاکہ وہ معاشرے میں خود کو ایک مجرم کی صورت محسوس کرے۔ نہ ہی آیت کا سیاق و سباق اس لایعنی فقرے سے مطابقت رکھتا ہے جسے انسانی عقل و دانش کی موت قرار دیا جا سکتا ہے۔۔ بدقسمتی سے ہمیں ورثے میں یہی لغویات ملی ہیں اور ہماری غالب

اکثریت اسی لاحاصل منطق کو برقرار رکھنے پر اصرار کرتی ہے کیونکہ مسلمان کہلانے والی قوم چند طاقتور اور سرمایہ دار حکمران خاندانوں کی بدترین استحصالی ذہنیت کے باعث ارتقائی سطح پر باقی دنیا سے بہت پیچھے کر دی گئی ہے۔ اور ایک منصوبہ بندی کے تحت شدید ذہنی درماندگی اور معاشی و معاشرتی پسماندگی کا شکار بنادی گئی ہے۔ نیز اس کے نتیجے میں پیدا ہو جانے والے احساس کمتری نے ضد، تعصب اور تشدد کے رجحانات پیدا کرتے ہوئے مسلم معاشرے کو ناقابل برداشت بنا دیا ہے۔

اور اگر یہاں پردے ہی کا ذکر مراد ہے جیسا کہ قدیمی تفاسیر و تراجم ہمیں باور کراتے ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی اور بھی صحیفے میں انسانوں کی کسی بھی اور قوم کو اللہ تعالی نے عورتوں کو پردہ کرانے کا حکم دیا ہے ؟؟؟؟ اگر یہ پردہ ہی ہے تو اللہ کا قانون تو کسی بھی قوم یا انسان کے لیے استثناء نہیں رکھتا، اور پردے کے احکامات ہر نبی کو تمام صحائف میں دیے جانے ضروری تھے۔۔۔۔ آپ خود ہی تحقیق کریں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ اس قماش کی کوئی بندش کسی بھی آسمانی صحیفے میں عورت ذات پر لاگو نہیں کی گئی کیونکہ یہ آزادی اور احترامِ انسانیت کی خلاف ورزی ہے۔ ہندو، سکھ، بودھ، مشرق بعید کی اقوام، افریقی اور قدیمی امریکی اقوام، عیسائی، پارسی اور یہودی، غرضیکہ کے مسلمان کہلانے والوں کے سوا کسی بھی قوم کے صحیفوں میں ایسی کسی پابندی کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی معاملہ ہے جیسے کہ صبح سے شام تک ایک ماہ کے صوم [روزے] کا قانون بھی کسی قوم کے صحیفے میں موجود نہیں ہے، سوائے اس مظلوم مسلمان قوم کے صحیفے کے، جہاں یہ بدمعاش حکمرانوں اور مذہبی پیشوائیت [مولوی] کی ملی بھگت سے ملاوٹ کے ذریعے داخل کیا گیا تھا۔ شاید اس کی ایک وجہ قدیم غیر قرآنی عربی معاشرت بھی رہی ہو جہاں تعدد ازواج اور عورت کو مستور رکھنے کا رواج غالب تھا، کیونکہ مرد عورت پر حاکم تھا۔ اسلام تو دونوں اصناف کو برابری کا درجہ دیتا ہے۔

پھر یہ بھی غور کریں مونہوں پر "گھونگھٹ" لگا دیکھ کر تعارف و شناخت کیسے ممکن ہو گی کہ یہ کون عورتیں ہیں کیونکہ اس حلیے میں تو ہر قوم و نسل و مذہب کی عورت مستور ہو سکتی ہے، مخصوص مقاصد کے لیے بھی۔ شناخت کے لیے تو شکل و صورت ہی ایک قطعی معیار ہے ورنہ لباس کے ذریعے بہروپ بھر لینا کسی کے لیے بھی مشکل نہیں۔ پھر یہ کہ مدینے کی مملکتالہیہ میں کس کی جرات تھی کہ پیغمبر کی بیویوں، بیٹیوں اور مسلم خواتین کو تنگ کرے؟؟؟ غالب اکثریت انصار کی تھی جنہوں نے اپنی فیملیاں اور گھر بار اخوت اور جذبہ ایمانی کی اساس پر مہاجرین کے ساتھ شیئر کیے تھے۔ نیز عربوں میں ایسی کوئی روایت نہیں پائی جاتی کہ دشمنی کے باعث راہ چلتی عورتوں کا پیچھا کیا جائے یا ان کو تنگ کیا جائے۔ یہ حرکت تو ہمیشہ مردانگی سے بعید خیال کی جاتی رہی ہے۔ کھلے عام مبارزت کی دعوت دے کر مردوں کی مانند زندگی یا موت کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔

اس کے بعد آیت کا سیاق و سباق آتا ہے جو اس امر کا ثبوت ہے کہ یہاں ہیئت اجتماعیہ اور نظم و نسق کے پس منظر میں ہدایات دی جا رہی ہیں۔ آیت نمبر ۵۷ اور ۵۸ میں اللہ و رسول کا مشترکہ ذکر دراصل حکومت الٰہیہ ہی کا ذکر ہے، جیسا کہ ہر دیگر جگہ بھی اسی معنی میں لیا گیا ہے۔ آیئے دیکھ لیتے ہیں:-

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾

یہاں کہا جا رہا ہے کہ۔۔۔۔ "درحقیقت جو لوگ حکومت الٰہیہ کو مشکلات میں مبتلا کرتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں دھتکار ڈال دی ہوتی ہے اور ان کے لیے ذلت و پستی کا عذاب تیار کر دیا

ہوتا ہے۔ یعنی۔۔جو لوگ انفرادی اور اجتماعی سطح پر امن و ایمان کے نفاذ کے ذمہ دار لوگوں اور جماعتوں کی راہ میں مشکلات پیدا کرتے ہیں، جب کہ وہ اس کے مستحق بھی نہیں ہوتے، تو دراصل ایسے لوگوں نے ایک دھوکے / فریب کا اور ایک واضح اور کھلی برائی کا بار اُٹھا لیا ہوتا ہے۔"

تو ثابت ہوا کہ حکومتی نظم و نسق اور دین کی سربلندی کے اقدامات اور متعلقہ میکانزم کے بارے میں بات چیت ہو رہی ہے اور ہماری متعلقہ آیت مبارکہ بھی، جس کا قرین عقل ترجمہ مطلوب ہے، اسی موضوع سے مطابقت رکھتی ہے نہ کہ نبی کی بیویوں اور بیٹیوں سے اور اُن کے پردے سے۔۔۔۔ استغفر اللہ؟ یہ امر ہرگز فراموش مت کریں کہ اگر ہم نبی پاک کی بہت سی نام نہاد بیویوں کے بارے میں دشمنانِ اسلام کی ہرزہ سرائیوں کو تسلیم کر لیتے ہیں، تو دنیا و آخرت میں خود ہی اللہ کی لعنت کے مستحق ہو جاتے ہیں، کیونکہ مردوں کا تعدد ازواج [Polygamy] ایک جرم ہے، ممنوع ہے، عورت پر ایک ظلم عظیم ہے۔ انسانوں کا جوڑا [Pair] بھی دیگر زندہ اور جامد حیات کی مانند، اللہ تعالیٰ کے قانون تخلیق کے مطابق، ایک جمع ایک سے ہی بنتا ہے،،، اور باہم مل کر حیات کے یونٹ کی تکمیل کرتا ہے،،،، ایک جمع چار سے نہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک جمع دو سے ہی زندگی کا حسن و توازن بگڑ جایا کرتا ہے۔ نبی کریم پر تعدد ازواج کا الزام لگانا نہ صرف ایک بہتان عظیم ہے بلکہ اللہ کے مقرر کردہ فلسفہ حیات کی ضد اور خلاف ورزی ہے۔ نبی کریم پر یہ تہمت تھوپنا روایات گھڑنے والے یہودی علماء کا کام تھا اور اموی ملوکیت اپنی عیاشیاں برقرار رکھنے کے لیے اس فعل شنیع کی اجازت دینے کی مجرم تھی۔ اور ہم سب عقل کو خیرباد کہتے ہوئے اس پر اندھا اعتقاد رکھنے کے مجرم ہیں۔ حالانکہ قرآن کے دیگر حوالوں سے ہم یہ جانتے ہیں کہ ازواج کا معنی ساتھی، ساتھی جماعتیں، مختلف اقسام کے لوگ وغیرہ بھی ہوتا ہے، جیسا کہ " کنتم ازواجا ثلاثۃ" [۵۶/۷] میں واضح کر دیا گیا ہے۔

"بناتک" کا مرکب اضافی بھی یہاں استعارہ ہے اور استعاراتی معنی کا طالب۔ اگر یہاں نبی کی حقیقی بیٹیوں ہی کا ذکر ہوتا تو کم از کم بھی یہ تو بتایا جاتا کہ کتنی عمر کو پہنچ کر ان بیٹیوں کو اپنے اوپر چادر ڈال لینی چاہیئے؟ یہاں عمومی لفظی معنی میں تو ایک سال، دو سال، چار سال کی عمر کی بیٹی بھی چادر اوڑھ لینے اور گھونگٹ ڈال لینے کی مکلف نظر آتی ہے اور انسانی بصارت و بصیرت کے لیے ایک مضحکہ خیز منظر پیدا کرنے کا سامان کیا جاتا ہے۔ کیا یہ قرین عقل ہے؟؟؟ صاف معلوم ہوتا ہے کہ بنات یہاں ابنائے قوم کی جماعتوں کو کہا گیا ہے اس لیے کہ جماعت کے لیے قرآن میں ہمیشہ مونث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر اس کے علاوہ کوئی اور مناسب تر صورت نکلتی ہو تو قارئین ضرور توجہ دلائیں۔

اور اب اس بحث کے نتیجے میں ملاحظہ فرمائیں سیاق و سباق کے مطابق ایک قرین عقل ترجمہ جو آج کی جدلیاتی عقلیت، علوم اور مثالی اسلامی معاشرت کے ہر معیار پر پورا اترتا ہے:-

ایک انتہائی قرین عقل [Most Rational] ترجمہ

""""اے نبی تاکید کر دو اپنے ساتھیوں کے لیے [لِّأَزْوَاجِكَ]، اپنی جانشین جماعتوں کے لیے [بَنَاتِكَ] اور امن و ایمان کے ذمہ دار عوامی نمائندوں کے لیے [نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ] کہ وہ سب اپنے اپنے حلقہ اختیار و اقتدار میں [جَلَابِيبِهِنَّ] خود کو عاجزی اور انکساری کا استعمال کرتے ہوئے اتنا کمتر کر لیں کہ بآسانی رسائی کے قابل ہو جائیں [يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ]۔ یہ اس مقصد کے پیش نظر زیادہ مناسب رویہ یہ ہے [أَدْنَىٰ] کہ وہ عمومی سطح پر اپنی اصل حیثیت و کردار میں متعارف ہو جائیں [يُعْرَفْنَ] تاکہ ان کی راہ میں پریشانیاں اور سختیاں نہ پیدا کی جائیں [فَلَا يُؤْذَيْنَ]۔ اللہ کا قانون انہیں تحفظ دینے والا اور اسباب نشوونما عطا کرنے والا ہے۔""""

اب سیاق و سباق کی شرط پوری کرنے کے لیے آگے آنے والی آیت بھی دیکھ لیتے ہیں۔

لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾

"اگر پھر بھی منافق لوگ اور وہ جن کے ذہنوں میں پراگندگی کا مرض ہے اور وہ جو شہر میں فتنہ پروری کرنا چاہتے ہیں، اپنی حرکات بند نہیں کرتے تو ہم ضرور آپ کو ان کے خلاف اُٹھا دیں گے اور پھر وہ آپ کے قرب وجوار میں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکیں گے۔"

اس مابعد آنیوالی آیت سے بھی قرآن کا زیر بحث موضوع بالکل واضح ہے۔ یہاں حکومتی نظم ونسق میں رخنہ اندازی کرنے والوں کا عمومی ذکر اور ان کی اجتماعی تنذیر کی گئی ہے۔ محض خواتین کے خلاف کسی بداخلاقی یا توہین آمیز رویے کو یہاں داخل کرنا صرف بدنیتی پر مبنی ہو گا۔ مزید بر آں خواتین کے اسلام کے دشمنوں سے کسی ممکنہ تحفظ کے لیے صرف چادر اوڑھ لینا یا کوئی پردے کی شکل استعمال کر لینا ایک انتہائی احمقانہ اقدام ہی سمجھا جاسکتا ہے۔

البتہ یہ پوری کوشش کی گئی ہے کہ پردے سے متعلق قرار دی جانیوالی آیت ۳۳/۵۹ کا یہ جدید ترین ترجمہ سیاق و سباق میں فٹ بیٹھ جائے کیونکہ زیر بحث قرآنی موضوع میں کسی پہلو سے بھی عورتوں، بیویوں اور بیٹیوں کے من گھڑت ذکر کی،،، اور شٹل کاک برقعے کی قسم کے کسی پردے کی،،،،، کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی۔۔۔۔۔ اور یہ ترجمہ کسی ایک لفظ کے بیرون سے اضافے کے بغیر اپنے معانی میں خود مکتفی اور مکمل ہے۔ نیز یہ قرآن کے الفاظ کا وہ خالص اور حقیقی ترجمہ ہے جسے بغیر کسی تشریح اور بلا کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیے دانش مند دنیا کے سامنے بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہی اللہ کے کلام کے ترجمے کے عمل کا واحد معیار ہونا چاہیئے۔ اسی معیار پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ خود بھی کوشش کریں تو شاید اس سے بھی بہتر اور ادبی لحاظ سے زیادہ خوبصورت ترجمہ کر سکیں۔

فوری حوالے کی سہولت کے لیے مستند لغات سے متعلقہ الفاظ کے معانی:

Dal-Nun-Waw (Dal-Nun-Alif) د ن و = To be near, come near or low, let down, be akin to. قریب ہونا، قریب آنا یا نیچے آجانا، کمتر عاجز ہو جانا کر دینا، جھک جانا، وغیرہ

Danaa (prf. 3rd. p.m. sing.): He drew near.

Yudniina (imp. 3rd. p.f. plu.): They should let down, draw lower.

Daanin (act. pic. m. sing.): Near at hand; bending (so) low (as to be within easy reach to pluck).

Adnaa (elative.): Nearest; worse; lower; best; more fit; more proper; more likely; more probable; nearer; near; less; fewer.

Dunyaa: This world.

Jiim-Lam-Ba-Ba ج ل ب ب = Woman's outer wrapping garment, that which envelopes the whole body, wide garment for a woman; Dominion or Sovereignty or Rule with which a person is invested. وہ حلقہ اقتدار و اختیار یا حکومت جو کسی کو تفویض کیا جاتا ہے۔

jalabib (pl. of jilbab) 33:59 ## http://ejtaal.net/aa/#q=JLBB

بنت: بیٹی یا کوئی بھی مونث جانشین یا اگلی نسل؛ وارث جماعت۔ daughter or any female descendent;

* * * * *

نبی کریم کو مزید نئی بیویوں کی پیشکش

Offer of More New Wives to the Holy Messenger

آیئے سورۃ تحریم کی کچھ آیات کے ضمن میں دین میں ایک اور بڑی تحریف کا سد باب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
سورۃ تحریم کی آیات نمبر ۱ سے ۵ تک کا عقلی و علمی ترجمہ کرنے کے لیے سوال کیا گیا ہے کیونکہ عمومی روایتی ترجمہ تو یہاں ۔۔ نبی تو نبی۔۔، خود اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کو جنسی ترغیب دینے کا مرتکب قرار دے رہا ہے۔ نبی کو شوہر گزیدہ اور خالص کنواری عورتوں کی پیش کش کی جا رہی ہے ۔ بالفاظِ دیگر، دین اسلام کے کوڈ آف ایتھکس کی، انسانی بلند کرداری کے اوصاف کی , اور نبی کی مثالی شخصیت کی کُوٹ کُوٹ کر تضحیک و تذلیل کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں عمومی روایتی ترجمہ:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّـهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّـهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١﴾ قَدْ فَرَضَ اللَّـهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّـهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٢﴾ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّـهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَـٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾ إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّـهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّـهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ

الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾ عَسَىٰ رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا ﴿٥﴾

"اے نبی، تم کیوں اُس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے؟ [کیا اس لیے کہ] تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو؟ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اللہ تمہارا مولیٰ ہے، اور وہی علیم و حکیم ہے۔ [اور یہ معاملہ بھی قابل توجہ ہے کہ] نبی نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی پھر جب اُس بیوی نے [کسی اور پر] وہ راز ظاہر کر دیا، اور اللہ نے نبی کو اس [افشائے راز] کی اطلاع دے دی، تو نبی نے اس پر کسی حد تک [اُس بیوی کو] خبر دار کیا اور کسی حد تک اس سے در گذر کیا۔ پھر جب نبی نے اسے [افشائے راز کی] یہ بات بتائی تو اس نے پوچھا آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا، "مجھے اُس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے"۔ اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو [تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے] کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں، اور اگر نبی کے مقابلہ میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اُس کا ولی ہے اور اس کے بعد جبریل اور تمام صالح اہل ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں۔ بعید نہیں کہ اگر نبی تم سب بیویوں کو طلاق دیدے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرما دے جو تم سے بہتر ہوں، سچی مسلمان، با ایمان، اطاعت گذار، توبہ گذار، عبادت گذار، اور روزہ دار، خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ"۔ **[از مولانا مودودی]**

ملاحظہ فرمائیں،،،، بے ربط اور غیر متعلق جملے،،،،، جوڑوں کی تخلیق کے خدائی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نبی کریم پر تعدد ازواج کا الزام،،،،، نبی کے انتہائی پرائیویٹ گھریلو معاملات

کی تشہیر،،،،،، نبی کی بیویوں کو۔۔۔۔۔ جو امت کی مائیں قرار دی گئیں۔۔۔۔ طلاق کی دھمکی دینا،،،،،، بیویوں کے خلاف ایسا محاذ قائم کرنا جس میں وہ ایک طرف ہوں اور ان کے خلاف اللہ، جبریل نامی فرشتوں کا سردار، اور دیگر تمام مومنین دوسری جانب،،،،،، اور آخر میں نبی کو "شوہر دیدہ اور کنواری" نئی بیویوں کی پیش کش؟؟؟؟؟؟؟ استغفر اللہ علی ذلک۔

کیا یہی ہے ہمارے دین کی اساس جس کی ہمیں سبق آموز تعلیم و تلقین کی جا رہی ہے؟ آپ اتفاق کریں گے کہ ترجمہ بیہودہ اور لغویات سے بھرا پڑا ہے اور اسے دنیا کی کسی بھی دانشمند قوم کے سامنے تحلیل و تحقیق کے لیے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ایسی عبارت تو تمام دنیا سے چھپا لیے جانے کا تقاضا کرتی ہے تاکہ مسلمانوں کے اللہ اور نبی کریم کا ایسا "لاجواب کردار" پیش کرنے پر مضحکہ نہ اُڑایا جائے۔ کیا واقعی نبی کریم Polygamist تھے؟ اور کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے انہیں مزید نئی بیویوں کی پیش کش کی تھی؟ کیا واقعی دین اسلام کی بنیاد جنس پرستی پر رکھی گئی ہے؟

پس سوال کے جواب میں اب پیش خدمت ہے جدید ترین کاوش، اس یقین کے ساتھ کہ یہ اوپر اُٹھائے گئے تمام سوالات کا جواب بھی دیتی ہے اور اسے علم و عقل و الہامی ہدایت کی ہر کسوٹی پر جانچا جا سکتا ہے اور جدید دنیا کے سامنے پیش بھی کیا جا سکتا ہے۔

سورۃ تحریم سے آیات ا سے ۵ کا قرین عقل ترجمہ: [۶۶/۱-۵]

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١﴾ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٢﴾

"اے نبی تم ایسے امور / فیصلوں سے کیوں خود کو منع کر لیتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے

جائز قرار دیا ہے صرف اس بنا پر کہ تم اپنے ساتھیوں کی خوشی اور رضامندی چاہتے ہو۔ بیشک اللہ تعالی مغفرت، تحفظ اور رحمتیں عطا کرنے والا ہے، لیکن اللہ نے تم پر تمہارے عہد و پیمان کا پورا کرنا بھی فرض قرار دیا ہوا ہے۔ اور اللہ ہی تمہارا ولی نعمت اور سرپرست ہے کیونکہ وہ ان سب معاملات کا علم اور ان کی حکمت کو جاننے والا ہے۔"

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾

"اور جب نبی نے اپنی کسی ساتھی جماعت کو راز کی بات بتا کر اعتماد میں لیا تھا اور بعد ازاں جب اس پارٹی نے اس راز کی خبر کھول دی، تو اللہ نے اس کی اس حرکت کو نبی پر ظاہر کر دیا اور نبی نے اس میں سے کچھ کے بارے میں انہیں خبر دار کر دیا اور کچھ سے درگذر کیا۔ پس جب اس جماعت کو اس افشائے راز سے آگاہ کیا گیا تو وہ اُلٹا یہ سوال کرنے لگی کہ آپ کو یہ کس نے بتایا۔ اس پر نبی نے فرمایا کہ مجھے اُس سب کچھ جاننے والے باخبر نے سب بتا دیا ہے۔"

إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾

"اور کہا کہ اگر تم دونوں پارٹیاں اس خطا پر اللہ سے توبہ کر لیتے ہو تو اس سے ثابت ہو جائیگا کہ تمہارے دل بہتری کی جانب جھکاو رکھتے ہیں۔ لیکن اگر تم نے اس ضمن میں نبی کی منشاء پر غالب آنے کی کوشش کی تو جان لو کہ در حقیقت وہ اللہ کی ذات پاک ہے جو نبی کا آقا و مددگار ہے اور اسی

طرح قرآن اور صالح مومنین بھی اور یہی نہیں بلکہ مخصوص مقتدر قوتیں بھی اس کی حمایتی اور مددگار ہیں۔"

عَسَىٰ رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا ﴿٥﴾

"اگر وہ تمہیں خود سے علیحدہ کر دے / اپنی سرپرستی سے نکال باہر کرے،،، تو بعید نہیں کہ اس کا رب تمہارے بدلے اسے تم سے بہتر قسم کے ساتھی / جماعتیں مہیا کر دے جو سر تسلیم خم کرنے والی ہوں، امن و ایمان قائم کرنے والی ہوں، اطاعت کے جذبے سے سرشار ہوں، توبہ کرنے والی ہوں، تابع فرمان ہوں، جاں نثار ہوں، پاک کردار کی مالک ہوں، اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں سبقت لے جانے والی ہوں۔"

اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ اس کے مقدس کلام پر لگے ہوئے ایک اور افترا کو آج اس عاجز نے علمی تحقیق کے ذریعے باطل ثابت کر دیا۔ اب کچھ متعلقہ الفاظ کے مستند معانی نوٹ فرمالیں:-

Siin-Ra-Ra س رر: اسر sarra = glad/delight/happiness/joy/rejoice. – to speak secretly, divulge a secret, manifest a secret. secret, heart, conscience, marriage, origin, choice part, mystery, in private, to conceal/reveal/manifest. sarir – couch/throne.

Sad-Gh-Ya : ص غ ت = to incline, lean, bend, bow, pay attention, give ear, hearken, listen.

Za-ha-Ra ظ ہ ر = to appear, become distinct/clear/open/manifest,

come out, ascend/mount, get the better of, know, distinguish, be obvious, go forth, enter the noon, neglect, have the upper hand over, wound on the back.

zahara - to help/back/support in the sense of collaboration.

zihar - was a practice of the pre-Islamic days of the Arabs by which the wife was kept in suspense, sometimes for the whole of her life having neither the position of a wife nor that of a divorced woman free to marry elsewhere. The word *zihar* is derived from *zahr* meaning back.

سائحات: siyahat - travel/journey/tour. saihun - devotee, wandering, one who fasts, one who holds himself back from doing or saying or thinking evil.

Ba-Kaf-Ra = ب ک ر؛ ابکارات: Beginning of the day, first part of the day, early morning, between daybreak and sunrise

Possessing the quality of applying oneself early, or in hastening

Performing something at the commencement of it, or doing something early

Before it's time, preceding or took precedence

*****

قرآن کے موضوعاتی تراجم کی قسط نمبر 32

لفظ "نساء / النساء" قرآن میں کس صنف یا نوع یا طبقے کی نشاندہی کرتا ہے

تمام قدیمی قرآنی تفاسیر و تراجم میں آپ کو لفظ "نساء یا النساء" کا ترجمہ ہر مقام پر اور ہر سیاق و سباق میں ایک واحد لفظ "عورت" کی جمع،،،،،، یعنی "عورتیں"،،،، ہی کی شکل میں نظر آئیگا۔ ایک عربی لفظ کے ہر مقام پر ایک ہی معنی لینے کی اس قدیمی اور سوچی سمجھی سازش کے باعث ہمیں کچھ اس قسم کی انتہائی گمراہ کُن قرآنی تعبیرات ورثے میں ملی ہیں کہ جن کی بیشتر جزئیات ہمیں قرآن کے حقیقی پیغام اور فلسفے سے بہت دُور لے جاتی ہیں۔ ابہام پیدا کرتی ہیں اور اذہان میں سوالیہ نشان چھوڑ جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ تعبیرات عورت ذات پر مرد کی حاکمیت مسلط کرتے ہوئے اور اس کی عزت و حرمت کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہوئے مسلمان امت اور اسلام کی کردار کشی کا باعث بنتی ہیں۔ اور دیگر اقوام کو ہمارے دین کی تذلیل کرنے اور اس کا مضحکہ اُڑانے کا بھرپور موقع بھی فراہم کرتی ہیں۔

ہمارے وہ سکالرز جو دیگر ادیان کے داعیوں کے ساتھ بحث مباحثے میں شریک ہوتے ہیں وہ صرف ایک معذرت خواہانہ [apologetic] رویہ ہی اختیار کرنے کے قابل ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مروجہ دینی فہم کو عقل، جدید علوم اور تجربے کی رُو سے [empirically] درست قرار نہیں دے پاتے اور ایک مدافعانہ [defensive] تبادلہِ خیالات تک ہی محدود ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ یہ بات جانتے ہوں کہ اس کمی، کجی، یا کمزوری کے باعث تمام مسلم سکالرز کو مغربی دنیا میں اب Muslim apologists کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس عمومی تذلیل کے باوجود یہ لوگ

آج کی جدلیاتی عقلیت کا استعمال کرتے ہوئے اپنے الہامی صحیفے کی بنیادی معروضی حقیقتوں کو ایک کڑی جانچ سے گذارنے اور ان کی اساسی فلاسفی کو دریافت کرنے کی کوشش کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ اور غلط بنیادوں پر کیے گئے لغو استنباطات کو تبلیغ کے نام نہاد فریضے کے طور پر ایک انتہائی دانشمند دنیا کے سامنے پیش کرنے کی سعی لاحاصل میں مصروف رہتے ہیں۔

تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظِ "نساء" قرآنی سیاق و سباق میں زیادہ تر ایک معاشرتی طبقاتی پیراڈائم میں استعمال کیا گیا ہے اور قرآن کے انتہائی گہرے اصلاحی اسلوب میں معاشرے کے کمزور گروہ یعنی محکوم عوام کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ "نساء" کے اس بڑے قرآنی موضوع پر ایک لسانی دھوکے کا ارتکاب بھی اُسی ملوکیتی سازش کا ایک حصہ ہے جو ایک بڑے پیمانے پر قرآنی تعبیرات کو مسخ کرنے کے لیے ابتدائی اموی دور ہی سے ایک گہری منصوبہ بندی کے ساتھ بروئے کار لائی گئی،،،، تاکہ ملوکیتی ظلم، جبر، استحصال اور عیاشیوں کا جواز پیدا کیا جاسکے۔ اور تاکہ نظر انداز کیے گئے بے بس عوامی طبقات [نساء] کے اپنے وطن کی زمین اور وسائل پر مسلمہ حقوق لُوٹے جاتے رہیں۔ اس مذموم مقصد کو بار آور کرنے کے لیے یہاں تعبیرات کے عمل میں وہی فرسودہ اور دور از کار کلیہ استعمال کیا گیا جو اپنی بنیاد۔۔۔ "ایک عربی لفظ کا ایک ہی مطلب پرست معنی،،،، اور دیگر زبانوں میں ترجمے کے لیے ایک ہی واحد مرادف"۔۔۔ کے باطل اصول پر رکھتا ہے۔ یہ مرادف بھی اُسی ایک انتہائی عامیانہ لفظی معانی پر مبنی ہوتا ہے جو ایک خاص مذموم مقصد کے لیے چن لیا گیا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت کسی ماہر لسانیات سے مخفی نہیں ہے کہ عربی زبان وسیع المعانی ہے اور ہر لفظ معانی کی وسعت رکھنے کے باعث ایک سے زیادہ مرادفات رکھتا ہے جو سب ہی اپنے مادے کی نسبت سے باہم منسلک اور عموماً، ماسوا چند استثنائی حالتوں کے، قریب المعانی ہوتے ہیں۔ اس وسعت کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرتے ہوئے ان تمام مرادفات میں سے اُس

خاص ایک یا ایک سے زیادہ الفاظ ہی کو عقل و علم اور قرآنی پیغام کی مجموعی روشنی میں منتخب کرنا ہوتا ہے جو معانی کا مکمل احاطہ کرتے ہوئے اپنے سیاق و سباق میں فٹ بیٹھ جائیں اور نہ صرف عالمی سچائی پر مبنی ہوں، بلکہ طبقاتی پیراڈائم پر جانچنے کے عمل میں بھی کسی ایک خاص مراعات یافتہ طبقے کے مفادات میں نہ جارہے ہوں۔

نیز ایسا بھی ممکن نہ سمجھا جائے کہ ہر مترجم یا مفسر جیسا چاہے، الفاظ کی وسعتِ معانی کے باعث، اپنی من مرضی کا معانی چن لے اور اپنی حسبِ منشاء ترجمہ تیار کرتا رہے۔ ایسا ہر خواہش پرستانہ ترجمہ عقل و علم و منطق اور یونیورسل سچائیوں کے پیمانے پر رد کر دیا جائیگا۔ علاوہ ازیں قرآنی متن کے اعلیٰ ترین ادبی معیار کی رعایت سے الفاظ کی ایک کثیر تعداد کو محاورے، ضرب الامثال اور تشبیہات و استعارے کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے جو ایک ایسی حقیقت ہے جو تمام قدیم تراجم و تفاسیر میں ، جو ملوکیتی اسلام پر اپنی بنیاد رکھتی ہیں، جان بوجھ کر کلی طور پر نظر انداز کی گئی ہے۔ اسی لیے سابقہ تمام کام استقرائی منطق کے کسی معیار پر پورا نہیں اُترتا، اور امت میں پھیلی ہوئی عمومی گمراہی اور مسلمان کے ذہنی ارتقاء میں پسماندگی کا سبب ہے۔

تو آیئے پسِ منظر کے اس مختصر بیان کے بعد حقیقی قرآنی تعبیرات کے قریب تر پہنچنے کے لیے یہاں لفظ "نساء" کے معانی کی تحقیق کر لیتے ہیں۔ بعد ازاں چند خاص متعلقہ آیات کے مستند تراجم بھی زیرِ غور لے آتے ہیں جن کے ذریعے بگاڑ دیے گئے مفاہیم کو ان کی سچی اور قرین عقل روشنی میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

لفظ نساء مختلف مستند لغات کی روشنی میں:-

[النِّسَاءُ]: مصدر: تنسیہ۔ نسیء۔ نساء۔ نسوء۔ منساۃ۔ ن س ی / ن س و: lowly people/rubble/aforlorn thing insignificant/ completely forgotten/womanly/effeminate/to render ignominious/render backward/postponement/delay –oblivion, forgotten, counted for nothing, who is despised.

نچلے طبقے کے لوگ / بے حیثیت / نظر انداز کیے جانے والے / پسماندہ / کمزور / گمنام۔ النسیُ: بھلائی ہو چیز، حقیر چیز جو کسی شمار میں نہ آئے۔ [غریب عوام]۔ اس فعل میں دونوں مادوں میں اشتراکِ معنی ہے یعنی overlap پایا جاتا ہے۔ عرق النسا: ایک بیماری جو کمزوری پیدا کر دیتی ہے۔ لین کی لغت میں دونوں مادے -- ن س و -- اور -- ن س ی -- اکٹھے مندرج ہیں اور ان کی تعریف میں لفظ "عورتیں" نہیں دیا گیا۔ دیکھیں سپلیمنٹ صفحہ ۳۰۳۳--- تناساہ: اس نے ظاہر کیا کہ وہ اُسے بھول چکا ہے؛ وہ اسے بھول گیا؛ اس نے نظر انداز کر دیا؛ ذہن سے نکال دیا۔ پھر یہاں عرق النساء کی تشریح کی گئی ہے[Sciatic nerve]۔

لغات القرآن کے مطابق مجازی معنوں میں یہ لفظ قوم کے اس طبقے کے لیے استعمال ہوا ہے جو جوہرِ مردانگی سے عاری ہو (اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے عنوان ذ ب ح -- اور -- ب ن و -[یہاں بھی مراد کمزور عوام ہی باور ہوتا ہے]۔

دیگر لغات میں دونوں مادوں کی الگ الگ تعریف اس طرح کی گئی ہے:-

ن س و: النسوۃ، النساء، النسوان۔ یہ سب الفاظ المراءۃ کی غیر لفظی جمع ہیں۔ یعنی المراۃ کے معنی ہیں ایک عورت، اور النساء (وغیرہ) کے معنی ہیں بہت سی عورتیں۔ ان کا واحد ان کے مادوں سے نہیں آتا۔ دوسری جانب لسان العرب میں اس کی بھی جمع نسوۃ بتائی گئی ہے۔ سیبویہ کے حوالے سے کہا گیا: نساء، نسوی، نسوۃ، نُسیۃ، اور نُسیات۔

ن س ی: نسی کے معنی یہاں نظر انداز کرنے کے ہیں۔ (5/104)۔ نسی یہاں نگاہوں سے او جھل ہو جانے کے مفہوم میں ہے (5/97)۔ انسا: موخر کر دینا، پیچھے ہٹا دینا۔

متعلقہ آیات سے غلط اور صحیح تراجم کی وضاحت

نساء کے مختلف الجہت لفظی اور استعاراتی معانی کی وضاحت کے بعد اب چند آیاتِ کریمات کی وساطت سے، اور سیاق و سباق کی مناسبت سے اس لفظ کے معانی کے استعمالات کا احاطہ کر لیتے ہیں تاکہ یہ اپنے حقیقی رنگ میں سامنے آکر اپنے چھپا دیئے گئے طبقاتی پیراڈائم کو واضح کر دے۔۔

سب سے قبل حضرت موسیٰ کے مشن کے پس منظر میں اس لفظ کے استعمال کے لیے دیکھ لیتے ہیں

آیت ۲/۴۹ :-

49/2 : وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٤٩﴾

مروجہ غیر عقلی اور سازشی ترجمہ:-

"یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعونیوں کی غلامی سے نجات بخشی۔ انہوں نے تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے

دیتے تھے اور اس حالت میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی"۔[مودودی]
ظاہر ہے کہ کسی بھی قوم کے مردوں کو ذبح کیا جاتا رہے تو وہ قوم ہی افزائش نسل نہ ہونے کے باعث ایک دو نسلوں کے بعد صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جائیگی۔ کیونکہ سلسلۂ تولید قوم کے مردوں کے بغیر آگے نہیں چل سکتا۔ دوئم یہ کہ پھر محنت و مشقت کے حامل وہ مردانہ فرائض کیا عورتوں سے ادا کروائے جائیں گے جن کی استعداد صرف مردوں میں ہی پائی جاتی ہے؟ فلہذا یہ روایتی ترجمہ عقل و علم کی کسوٹی کے مطابق لغو ہے۔ نہ یہاں ابناء کم کی ترکیب "لڑکوں" کے لیے آئی ہے اور نہ ہی نساو کم سے یہاں "لڑکیاں یا عورتیں" مراد ہو سکتی ہے۔

عقلیت پر مبنی جدید تحقیقاتی ترجمہ:-

"یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعون کی قوم سے نجات دی تھی جو تمہیں بدترین عذاب میں مبتلا رکھتے تھے۔ وہ تمہارے مردانگی کے حامل سپوتوں [أَبْنَاءَكُمْ] کو بے کار کر دیتے تھے اور تمہارے کمزور لوگوں[نساوکم] کو زندگی میں بڑھاوا دیتے تھے۔ اور اس طریقِ کار کے باعث تمہارے آقاوں کی جانب سے تمہارے لیے بڑی مشکل کا سامنا تھا"۔ [نوٹ فرمالیجیئے کہ یہاں سیاق وسباق اور عقلیت کے مطابق "نساء" سے مراد عورتیں نہیں بلکہ معاشرے کا کمزور طبقہ ہے، یعنی وہ جو جوہرِ مردانگی سے محروم تھے]۔

اب "عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں" کی تعبیر رکھنے والی مشہور آیت ۲/۲۲۳ کی تحقیق کر لیتے ہیں:

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

روایتی غیر عقلی ترجمہ جو اسلام کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہے:-

"تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاو، مگر اپنے مستقبل کی فکر کرو اور اللہ کی ناراضی سے بچو۔ خوب جان لو کہ تمہیں ایک دن اُس سے ملنا ہے اور اے نبی جو تمہاری ہدایات کو مان لیں انہیں فلاح و سعادت کا مژدہ سنا دو"۔**[مودودی]**

عورتوں کو ذلیل کرنے کی سازش کا اندازہ لگائیں کہ کھیتی یعنی زمین سے تشبیہ دے کر عورت ذات کو اپنے اختیار کی رعایت سے مجہولِ محض بنا کر پیروں کے نیچے کچل دینے اور ان کے جسموں میں جیسے چاہے "ہل چلانے "کے حقوق مردوں کے لیے محفوظ کرا لیے گئے۔ اور قرآنی ارشاداتِ عالیہ کو، اپنی مرضی کے تابع تفسیر کرتے ہوئے، صنف نازک کے لیے انتہائی گھٹیا اور ذو معنی فقروں سے لیس کر دیا گیا۔ ہمارے مقدس اماموں نے اس آیت سے کیا کیا استنباط کیا اور اپنی ہوس رانی کے لیے کس کس جنسی کج روی کو جائز قرار دیا اس کا بیان بھی شرمناک ہے۔

جدید قرینِ عقل ترجمہ جہاں "نساء" کے معنی پر غور مطلوب ہے:-

تمہارے معاشرے کے پسماندہ کمزور طبقات [نِسَاؤُكُمْ] تمہارا اپنا سرمایہ اور اثاثہ [حَرْثٌ] ہیں۔ پس اپنے اس اثاثے کے ساتھ جیسے بھی تم چاہو قربت کا تعلق رکھو۔ اوران اپنے لوگوں کو مضبوط اور باعزت بنیادیں فراہم کرو / زندگی کی دوڑ میں آگے بڑھاو [وَقَدِّمُوا]۔ اور اس طرح اللہ کے قانون کی پرہیزگاری کرو اور یہ یاد رکھو کہ تم سب کو اس کے سامنے پیش ہو کر جوابدہی کرنا ہے۔ اور ایسا کرنے والے امن و ایمان کے ذمہ داروں کو خوشیوں کی نوید دو۔

<u>Ha-Ra-Thaa</u> = To till and sow, cultivate, cut a thing, acquire (goods), to collect wealth, seek sustenance, work or labour,

plough, study a thing thoroughly, to examine/look into/scrutinize/investigate, call a thing to mind.

Harth has the meanings; Gain, acquisition, reward (gain), recompense (gain), seed-produce, what is grown/raised by means of seed/date-stones/planting. A wife or road that is much trodden.

Alif-Taa-Waw (e.g. of "*atawoo*") = to come, to bring, come to pass, come upon, do, commit, arrive, pursue, put forth, show, increase, produce, pay, reach, happen, overtake, draw near, go, hit, meet, join, be engaged or occupied, perpetrate (e.g. crime), undertake.

آیت ۲/۱۸۷ :-

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

اب روایتی تراجم میں دیکھیں کہ کس طرح زبردستی عورت اور سیکس کا بھرپور انجکشن لگا کر قرآن کی صحت کو داغدار کیا گیا ہے اور دین اللہ کی رسوائیوں کا کتنا شدید سامان کیا گیا ہے:-

"تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے۔ اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، مگر اُس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے در گذر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے اُسے حاصل کرو۔ نیز راتوں کو کھاو پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آ جائے۔ تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب نہ پھٹکنا۔ اس طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے بصراحت بیان کرتا ہے۔ توقع ہے کہ وہ غلط رویے سے بچیں گے۔ "[مودودی]

دیکھیے کیسے کہیں عورت بے چاری کو کھیتی بنا دیا اور کہیں لباس ،،،اور بالآخر ایک "لطف" حاصل کرنے والی تابع مہمل بنا کر ہی چھوڑا، جسے مرد جیسے جی چاہے اور جب چاہے استعمال کریں۔ لغویت کی انتہاء یہ ہے کہ "جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو"،،،،،، گویا بیویوں کو مسجدوں میں بھی قریب ہی رکھا ہوا ہے تاکہ اعتکاف میں بھی جی چاہنے پر مباشرت کی جا سکے ؟؟؟ یہ کسی مفسر و مترجم نے نہ سوچا کہ اگر ایک بناوٹی یا ملاوٹی تعبیر کرنے کا مشن پورا کیا جا رہا ہے تو کم از کم اس میں طفلانہ حماقتوں کا عنصر تو پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ ویسے بھی ملا کے ملوکیتی اسلام میں یہ اِن "مومنوں" ہی کا کام ہو سکتا ہے کہ دن بھر فاقہ کشی کرنے کے بعد بھی راتوں کو

جنسی ہوس تازہ رہے، یعنی دن کو ایک "فریضہ" ادا کیا جائے اور رات کو "دوسرا فریضہ" بھی ادا کیا جاتا رہے۔ نیز اعتکاف کے دوران بھی جنسی حظ کی خواہش غالب رہے۔

اور اب دیکھیے لفظ "نساء" کا قرآن کے حقیقی علم و حکمت کے تناظر میں وہ ترجمہ جسے اہلِ علم و دانش کی کسی بھی جماعت یا قوم کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے اور دینِ اسلام کی سرفرازی کا موجب ہے:-

"جب تک اس پرہیز اور تربیت کے فقدان کی باعث تاریکیاں مسلط تھیں[لَيۡلَةَ الصِّيَامِ] تو تمہارے لیے یہ جائز کر دیا گیا تھا کہ اپنے کمزور طبقات کی جانب[إِلَىٰ نِسَآئِكُمۡ]بدزبانی اور توہین کا انداز اختیار کرو[الرَّفَثُ]، جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ معاشرے میں وہ تمہارے لیے اور تم ان کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہو۔ اللہ یہ علم رکھتا ہے کہ تم ان اپنے ہی لوگوں کے ساتھ خیانت کرتے آئے ہو[تَخۡتَانُونَ أَنفُسَكُمۡ] یعنی ان کے حقوق غصب کرتے آئے ہو۔ اُس نے بہر حال تم پر مہربانی کرتے ہوئے تمہیں معاف کیا۔ اس لیے اب اُن سے راست تعلق رکھو [بَاشِرُوهُنَّ] اور اُن کی مشقتوں کے ماحصل سے اتنا ہی حاصل کرنے کی خواہش کرو جو اللہ نے تمہارے لیے جائز طور پر مقرر کر دیا ہے۔ سابقہ صورتِ حال کے پیش نظر تمہارے لیے ضروری ہے کہ علم حاصل کرو[وَكُلُوا] اور اس کے مطابق وہ طور طریقہ / مشرب اختیار کرو[وَاشۡرَبُوا] جو تمہیں اس قابل کر دے کہ دین کی روشن صبح[الۡفَجۡرِ] میں تم سیاہ اور سفید، یعنی خیر اور شر، یعنی نیکی اور بدی[الۡخَيۡطُ الۡأَبۡيَضُ مِنَ الۡخَيۡطِ الۡأَسۡوَدِ] میں امتیاز کر سکو۔ پھر اپنا پرہیز اور تربیت کا نظام[الصِّيَامَ] ظلم و استحصال کے تمام اندھیروں تک[إِلَى اللَّيۡلِ] پھیلا دو۔ مزید بر آں، جب کہ ابھی تم خود احکاماتِ الٰہی [الۡمَسَاجِدِ] کے بارے میں غور و فکر کرنے اور نظم و ضبط مرتب کرنے

[عَاكِفُونَ]کے مراحل میں منہمک ہو تو ابھی اپنے کمزور طبقات میں خوش گمانیاں پھیلانے سے گریز کرو۔ یہ جو تمہیں بتائی گئیں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں ان حدود کی خلاف ورزی کے قریب بھی مت جاو۔ اللہ واضح انداز میں اس لیے تم پر اپنی ہدایات بیان فرماتا ہے تاکہ تم ایسا طریقِ کار اختیار کرو کہ وہ سب لوگ بھی قانون کی نگہداشت کرنے والے بن جائیں۔"

"عورتوں کے ساتھ چار شادیاں"

اب آیئے "چار شادیوں" والی آیت کا بھی علمی تجزیہ و تحلیل کر لیتے ہیں تاکہ دینِ اسلام پر زبردستی لگوایا گیا تعدد ازواج [Polygamy] کا سیاہ داغ دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ آیت ۳/۴ پیشِ خدمت ہے۔

3/4 : وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ﴿٣﴾

روایتی مسخ شدہ ترجمہ:

"اور اگر تم یتیموں کے ساتھ بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں اُن میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ اُن کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا اُن عورتوں کو زوجیت میں لاو جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں۔ بے انصافی سے بچنے کے لیے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔"[مودودی]

اسی ترجمے سے چار شادیوں کا جواز گھڑا جاتا ہے جو علم و عقل و دانش کی صریح توہین ہے۔ غور فرمائیے کہ بات یتیموں کے ساتھ انصاف کے سلوک کی ضرورت کی ہو رہی ہے۔ اور یتیم وہ چھوٹے نابالغ بچے ہوتے ہیں جن کا باپ، جو ولی اور سرپرست ہوتا ہے، مر گیا ہو۔ اور ان یتیموں میں مذکر اور مونث دونوں اصناف شامل ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں ان سب حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے، اچانک کہیں سے جوان بالغ عورتیں پیدا کر لی گئیں اور ان کے ساتھ چار چار تک شادیاں بھی جائز قرار دے دی گئیں۔ کیا آپ اس منطق کا کوئی سر یا پیر تلاش کر سکیں گے؟ کیا جوان بالغ عورتیں یتیموں میں شامل ہوتی ہیں؟ اگر یتیم بچیوں کو جوان سمجھتے ہوئے ان سے شادیاں کر کے انہیں سرپرستی میں بھی لے لیا گیا، تو پھر آخر چھوٹے مذکر بچوں کا کیا حل نکالا گیا؟ آسمانی دانش کی کتاب قرآن حکیم کو یہ کن فضولیات کا نشانہ بنا دیا گیا؟ اور ہم کیسی اندھی مقلد قوم ہیں کہ چودہ سو سال میں کسی نے اس دھوکے اور فریب پر اعتراض کی ایک انگلی بھی نہ اُٹھائی۔

جدید ترین قرینِ عقل ترجمہ:

"اور جب تمہیں یہ خوف دامن گیر ہو جائے کہ تمہارے معاشرے میں یتیموں کے معاملے میں انصاف کا سلوک نہیں ہو رہا تو پھر تم ایسا کرو کہ اس کمزور طبقے [مِّنَ النِّسَاءِ] میں سے جو بھی تمہیں اپنے لیے مناسب معلوم ہوں ان کو اپنی کفالت / سرپرستی میں لے لو [فَانكِحُوا]۔ ایسا تم ان میں سے دو یا تین یا چار کے ساتھ بھی کر سکتے ہو۔ لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ ان سب کے ساتھ برابری کا سلوک نہ ہو سکے گا تو پھر ایک ہی کو کفالت میں لو۔ یا پھر انہی کی سرپرستی کرتے رہو جو ما قبل سے ہی تمہاری زیرِ کفالت / ماتحتی / سرپرستی میں ہوں۔ اس طریقے میں زیادہ قریب تر امکان ہے کہ تم عیال داری میں زیرِ بار نہ ہو جاؤ۔"

"مرد عورتوں پر حاکم یا داروغہ"

آیئے ایک اور انتہائی متنازع ترجمے کا شکار ہونے والی آیت پر بھی علمی اور عقلی روشنی ڈال لیتے ہیں تاکہ مردوں کی عورتوں پر فوقیت کا دیرینہ سوال حل کر لیا جائے اور قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے سرخرو ہونے کا موقع مل سکے۔

34/4 : الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّـهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّـهُ ۚ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۖ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّـهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿٣٤﴾

روایتی سازشی ترجمہ:

"مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بنا پر کہ اللہ نے اُن میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس بنا پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں اُن کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاو، خواب گاہوں میں اُن سے علیحدہ رہو اور مارو،،،، پھر اگر توہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے۔" [مودودی]

اس روایتی ترجمے کا مطلوب و مقصود یہ جتلانا ہے کہ مرد اس لیے عورت سے بالاتر ہیں کہ وہ معاش کما کر لاتے ہیں اور عورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔ فلہذا عورت کو مرد کا فرمانبردار ہونا چاہیئے۔ اور اس

مقصد کے لیے مرد اگر عورت کے ساتھ مار پیٹ بھی کرے تو وہ جائز ہے۔ یعنی عورت کیونکہ مرد کی دستِ نگر ہے اس لیے مرد سے کمتر ہے۔ ملوکیتی اسلام کے تحت اسی ذہنیت کو ترقی دی گئی اور آج تمام مسلم امت اسی ذلالت کا شکار ہے۔

جدید ترین قرینِ عقل ترجمہ

"""" طاقتور / بااختیار لوگ، یعنی معاشرے کے سربر آواردہ اور اقتدار کے حامل لوگ [الرِّجَالُ]، معاشرے کی کمزور جماعتوں یعنی عوام [عَلَى النِّسَاءِ] کو استحکام دینے کے پابند ہیں اس ضمن میں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون نے انسانی معاشروں میں بعض لوگوں کو بعض پر برتری دی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اپنے ذاتی اور قومی اموال میں سے انفاق کرنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ پس معاشرے کی صالح جماعتیں [فَالصَّالِحَاتُ]، وفادار و اطاعت شعار جماعتیں، اس پیش پا افتادہ قومی مقصد کی حفاظت کرتی ہیں جسکو اللہ کے قانون کا تحفظ حاصل ہے۔ البتہ ان میں سے وہ طبقات جن کی سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں نصیحت کرو، انہیں ان کی مجالس میں [الْمَضَاجِعِ] سوچنے کے لیے چھوڑ دو اور انہیں وضاحت سے معاملات کی تشریح کر دو [اضْرِبُوهُنَّ]۔ پھر اگر تمہاری اطاعت اختیار کر لیں تو پھر ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کرو۔ بیشک اللہ کا قانون بلند و بالا اثرات کا حامل ہے۔""""

اور آخر میں ادائیگی فرائض یعنی پیروئ احکامِ الٰہی کے ضمن میں لفظ "نسا" کا استعمال بھی دیکھ لیتے ہیں:

4/43 : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ

أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٤٣﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾

"اے اہلِ امن و ایمان، جب تمہاری عقل ناپختہ اور ابہام [confusion] کا شکار ہو تو اپنے فرائض کی ادائیگی کے نزدیک مت جاو جب تک کہ اس قابل نہ ہو جاو کہ جو کچھ کہو اس کا شعور و ادراک رکھ سکو۔ اور اگر احکاماتِ الٰہی کے علم سے بالکل دُور اور اس ضمن میں بالکل اجنبی ہو تو بھی ان فرائض کے نزدیک اس وقت تک نہ جاو جب تک کہ تم اپنے ذہنوں کو سابقہ خیالات سے پاک صاف نہ کر لو۔ اس میں استثناء صرف ان کے لیے ہے جو اس راستے / مرحلے کو عبور کر چکے ہوں۔ نیز اگر تم ایمان و ایقان کے معاملے میں کسی بھی پیچیدگی کا شکار ہو [مَّرْضَىٰ] یا ابھی تربیتی سفر کے درمیانی مرحلے میں ہو [عَلَىٰ سَفَرٍ]، یا اگر تم میں سے کوئی بھی بہت پست شعوری سطح سے اُٹھ کر اوپر آیا ہو [مِّنَ الْغَائِطِ]، یا کسی خاص شعوری / نفسیاتی کمزوری یا بھول نے تمہیں متاثر کیا ہوا ہو [لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ] اور اس ضمن میں تمہیں وحیِ الٰہی کی ہدایت میسر نہ آئی ہو [فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً]، تو پھر بھی تم اپنا مطلوب و مقصود [فَتَيَمَّمُوا] بلند اور پاک رکھو [صَعِيدًا طَيِّبًا]۔ پھر اس کی روشنی میں از سرِ نو اپنے افکار اور اپنے وسائل کا جائزہ لو / یا احاطہ کرو (فَامْسَحُوا)""۔

* * * * *

قرآن میں حضرت لوط اور ان کی "ہم جنس پرست" قرار دی جانے والی قوم کا واقعہ

The episode of Lut and his “assumed” sodomist community in Quran

کافی عرصے سے اِس ناچیز سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں قرآنی آیات کے تراجم میں ایک اجتماعی ہم جنس پرستی کا الزام اور اُس کی پاداش میں اُس قوم کی اللہ کے ہاتھوں براہِ راست فوری تباہی کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ اذہان میں قابلِ قبول نہیں ٹھہرتا، فلہذا اس ضمن میں متعلقہ آیات کا جدید ترین قرینِ عقل Rational ترجمہ کر دیا جائے تاکہ یہ دیرینہ مغالطہ بھی دور ہو کر قرآن کے اس تاریخی حوالے کی قابلِ فہم اور مستند صورتِ حال سامنے آ جائے۔

تو بات کچھ اس طرح ہے کہ قدیم اور ہم عصر تراجم تو سبھی ایک ہی ڈگر پر چلتے نظر آتے ہیں۔ ہم سبھی جانتے ہیں کہ اُس خاص ڈگر کو اندھی تقلید کا راستہ کہا جاتا ہے، جو قدیمی یونانی عقلیت پر مبنی استخراجی سوچ پر مبنی ہوا کرتا ہے۔ یہ استخراجی منطق قیاس پر مبنی قضیہِ کُبری سے، بغیر اُس کی معروضی مادی حقیقت کو تجربے و تفتیش کی بھٹی سے گذارے، داخلی سوچ کے تحت نتائج اخذ کرتے رہنے کی بیماری کا شکار پائی جاتی ہے۔ عرب ملوکیت کے غاصبانہ قبضے کے بعد اسلام عمومی طور پر، اور اس دین کا ماخذ قرآن خصوصی طور پر ایک بڑے اور منظم بگاڑ کی زد میں لائے گئے تھے تاکہ سامراجی موروثی حکومتوں کے غیر اسلامی قبضے کی پردہ پوشی کی جائے، ان کی انسانیت سوز سیاست کو جواز بخشا جائے اور ان کے ظالمانہ طرزِ حکومت کو قائم رکھنے کے لیے دینِ اسلام کے

اصلاحی اور فلاحی نظریے اور فلسفے کو غیر منطقی اور دیومالائی بھول بھلیوں میں گم کر دیا جائے۔ بقایا تمام قرآنی موضوعات کے ساتھ ساتھ قرآن کے یہ عبرت آموز تاریخی حوالہ جات بھی اُسی مبہم اور لایعنی طرزِ تشریح کے حوالے کر دیے گئے جس کے پیچھے ایک بڑا مذموم مقصد کارفرما تھا۔ یہ مقصد کچھ اور نہیں بلکہ دینِ حق کی اصل روح کو زمین کے نیچے گہرائیوں میں دفن کر دینا تھا۔

راقم اب تک ایسے کافی تاریخی قضیے دیومالائی بھول بھلیوں کی تاریکیوں سے نکال کر عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حقیقی قرآنی روح کی روشنی میں اُجاگر کر چکا ہے۔ ان میں حضرت موسیٰ کے سفر، حضرت خضر سے ملاقات، ذی القرنین، یاجوج و ماجوج، اصحابِ کہف، طوفانِ نوح، ابابیلوں کے ذریعے پتھروں کی بارش، وغیرہ، وغیرہ شامل ہیں۔ لہذا موجودہ سوالات کے تناظر میں ہمارے آج کے اس موضوع پر تمام میسر تحریروں کا احاطہ کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ آج تک صرف لاہور کے ڈاکٹر قمر زمان صاحب کے ترجمے میں روایت شکنی سے کام لیا گیا ہے اور ایک زمینی حقائق پر مبنی عقلی ترجمہ کرنے کی پہلی کوشش کی گئی ہے۔ اگرچہ کہ اس ناچیز کی رائے میں محترم موصوف کا عمومی بیانیہ ابہام سے پُر اور آسان فہم وضاحت سے اکثر عاری پایا جاتا ہے، اور دیگر موضوعات پر اُن کے کام کے بارے میں بنیادی اختلافات اور اعتراضات کی گنجائش موجود ہے، لیکن انہیں یہ کریڈٹ ضرور دیا جانا چاہیئے کہ زیرِ بحث نکتے پر ایک اندھی تقلید کا شکنجہ توڑنے میں انہوں نے پہل کی اور آگے کا راستہ صاف کرنے کی کوشش فرمائی۔

دریں احوال، جناب لوط علیہ السلام کا واقعہ کہیں بھی اُس علت کا ذکر نہیں کرتا جسے لواطت یا ہم جنس پرستی یا مردوں کے درمیان غیر فطری جنسی تعلق کے اظہاریوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہم جنس پرستی کا عمل بوجوہ انسانوں کے درمیان ایک مخصوص اقلیتی پیمانے میں ازل سے پایا جاتا ہے ۔ یہ امر علم البشریات Anthropology اور قدیمی تواریخ میں تحقیق سے بھی ثابت ہو چکا ہے۔ نیز آج کی ہماری جدید دنیا میں یہ بات اور بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ رجحان نہ صرف موجود

ہے، بلکہ تسلیم کیا جاچکا ہے اور کئی ممالک میں قانونی تحفظ بھی حاصل کر چکا ہے۔ فلہذا اگر قومِ لوط ہم جنس پرستی کرتی تھی تو قرآن بھلا کیوں کہے گا کہ قومِ لوط وہ کام کرتی تھی جسے اقوامِ عالم میں اور کسی قوم نے نہ کیا تھا؟

اس حقیقت کے ہمراہ ایک اور اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کی سنت یا قانون یا طرزِ عمل کیونکہ کسی معاملے میں بھی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں رکھتا، لہذا قومِ لوط کو ایک عمل کی پاداش میں تباہ کر دینا، اور بعد ازاں آنے والی یا سابقہ تمام قوموں کو اُسی عمل کے ارتکاب میں کھلی چھوٹ دے دینا ایک سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ اسلام کے ظہور سے کافی قبل قدیم یونانیوں اور اہلِ روم کی اشرافیہ میں ہم جنس پرستی ایک خاصی قابلِ قبول روٹین کی حیثیت رکھتی تھی۔ صرف ایک رومن شہنشاہ ٹائی بیریس کے محل کے تہ خانوں میں چار چار سو غلام مرد اِسی غیر فطری جنسی تسکین و تلذذ کے لیے قید رکھے جاتے تھے۔ بعد میں آنے والے، یعنی متاخرین، تو اُس عمل کے ارتکاب میں تمام حدود کو پھلانگ کر اُسے قانونی شکل دے چکے ہیں اور علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر اب ہم جنس پرست آپس میں شادیاں بھی رچا رہے ہیں۔ ان قدماء اور متاخرین میں سے کسی پر بھی قومِ لوط سے منسوب پتھروں کی بارش سے برباد کر دینے والا عذاب نہ ٹُوٹا۔ پس یہ زمینی حقائق ہمیں روایتی ترجمے کو درست ماننے سے احتراز کی طرف لے جاتے ہیں۔

ویسے بھی کسی قضیہ کُبری [major proposition] کو جب تک فطرت، نفسِ انسانی، معاشرتی پیراڈائم، تاریخی تقابل اور مختلف علوم کی روشنی میں تفتیش سے گذار کر اس کی معروضی مادی حقیقت کو سامنے نہیں لایا جاتا، اُس کے بارے میں کوئی بھی توضیح یا تشریح یا ترجمے کا عمل کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے؟

ہم جنس پرستی کے اسباب کی دو عمومی بنیادیں تشخیص کی گئی ہیں۔ ایک تو جینیاتی اور ہارمونی عدم توازن۔ اور دوسرے ماحولیاتی اثرات کے سبب جسمانی تلذذ کا ایک غلط یا گمراہ شدہ جنسی

رجحان[sexual perversion]۔اس موضوع پر اب وسیع ریسرچ موجود ہے جو علمِ سائیکالوجی اور طب کے پلیٹ فارم سے اس رجحان کے اسباب و عواقب کی پوری وضاحت کرتی ہے۔ قارئین بآسانی اس کام تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔
ہمارا نکتہِ ارتکاز کیونکہ اس موضوع کی تحقیق نہیں بلکہ متعلقہ قرار دیے جانے والے قرآنی تراجم کی صحت کو پرکھنا یا درستگی کرنا ہے، فلہذا پسِ منظر پر محیط اس تمہید کے بعد اب پیشِ خدمت ہے جدید ترین قرینِ عقل عصری ترجمہ:-

الاعراف:۷/۸۰ سے ۷/۸۴ تک

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٨٢﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٨٣﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٨٤﴾

"اور یاد کرو لوط کو جب اس نے اپنی قوم کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ تم اُس درجے پر زیادتی اور حد سے تجاوز پر اُتر آتے ہو[أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ] جس سطح پر دنیا میں یا دیگر اقوام میں کوئی بھی تم سے آگے نہیں ہے۔ کیونکہ تم اپنی نفسانی خواہشات[شَهْوَةً] کی تسکین کرنے[الرِّجَالَ] پر بغیر کوئی کمزوری[النِّسَاءِ] ظاہر کیے، یعنی دیدہ دلیری کے ساتھ پیچھے پڑ جاتے ہو، مُصر ہو جاتے ہو

[لَتَأْتُونَ]۔اس طرح تم ایک زیادتی کا ارتکاب کرنے والی قوم بن چکے ہو۔اس پر اُن کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا کہ انہیں اور ان کی جماعت کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیرت و کردار کو پاک صاف کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔پس ہم نے انہیں اور اُن کے اپنے لوگوں کو[أَهْلَهُ]کامیاب کر دیا سوائے ان کی قوم کے اس طبقے کے جو پستیوں میں گر کر پیچھے رہ گئے تھے[امْرَأَتَهُ۔الْغَابِرِينَ]۔پھر ہم نے ان لوگوں پر تیرہ بختیوں کی بارش کر دی۔پس دیکھو / غور کرو، کہ مجرم لوگوں کا کیا انجام ہوا۔"

مشکل الفاظ جن کا روایتی تراجم میں جان بوجھ کر غلط ترجمہ کیا گیا:

تاتون الفاحشۃ:زیادتی کی طرف، حد سے تجاوز کی طرف آنا

تاتون الرجال:تسکین / آسائش / تسلی / آرام و اطمینان کی طرف آنا

Alif-Taa-Waw آتو: = to come, to bring, come to (e.g. of "*atawoo*") pass, come upon, do, commit, arrive, pursue, put forth, show, increase, produce, pay, reach, happen, overtake, draw near, go, hit, meet, join, be engaged or occupied, perpetrate (e.g. crime), undertake.۔ آنا، لانا، ہو جانا، ملنا، کرنا، پہنچ جانا، پیچھے لگ جانا، سامنے لے آنا، دکھانا، وغیرہ۔

[الرِّجَالَ۔رجال۔ rajjala]:بہت وسیع المعانی لفظ ہے۔یہاں معنی ہے تسکین، تسلی کرنا، طلب کو پورا کر کے آرام و اطمینان حاصل کرنا[لین کی لغات]۔

rajjala – to comfort anyone, comb the hair, grant a respite.

[شھوۃ:ش و ی]:خواہشات، طلب، نہایت شوق اور بے تابی سے چاہنا۔لالچ، طمع، کسی علت کا پورا کرنا، وغیرہ

= to long or desire eagerly, made it to be ش ہ ی Shiin-ha-Ya good/sweet/pleasant or the like, loved it or wished for it, desired eagerly/intensely, yearning of the soul for a thing; appetite, lust, gratification of venereal lust, greedy, voracious, was or became like him, resembling him, jested or joked with him, associated with smiting action of the (evil) eye i.e. he vied with him in smithing with the evil eye.

النساء: [ن س و؛ ن س ی؛] کمزوری؛ کمزور عوام، کمزور طبقات، نظر انداز کیے ہوئے، پسِ پشت ڈالے ہوئے عوام۔

[امْرَأَتَہٗ] : عرفِ عام میں "اُس کی عورت"، لیکن استعارے میں "اُس کی قوم" یا "قوم کا ایک کمزور کردار رکھنے والا حصہ"۔

[مطر]: یا تو برکتوں اور رحمتوں کی برسات،،،،، اور یا،،،، سزاوں اور بد بختیوں کی بھرمار۔ دونوں استعارے درست ہیں۔ سیاق و سباق کے مطابق معنی دیتے ہیں۔ یہ اوپر سے برسنے والی کسی بھی چیز کا استعارہ ہے۔

پھر سوال کیا گیا کہ وہاں "رجال" – Rajjala کا معنی آپ نے بدل دیا۔ اب ذیل کی آیت میں "الذکران" آیا ہے [أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾] ۔ اس کا معنی تو حتمی طور پر "مرد" ہوتا ہے یعنی "ذکر – Zakar "۔ "تم تو مردوں کی طرف آتے ہو"۔۔۔۔ یہاں آپ کیسے متبادل معنی لائیں گے اور "مردوں پر شہوت سے آنا" کو کس طرح کوئی اور رنگ دیں گے؟۔۔۔۔۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہاں "شہوت" یا "خواہش" کا ذکر تک نہیں ہے۔ پھر بھی حضرت صاحبان سابقین کی مانند "تحریف" کرنے پر آمادہ ہیں۔ لیکن پھر بھی عرض کیا کہ میں پورا سیاق و سباق زیرِ

غور لاوں گا اور ہم اور آپ دیکھ لیں گے کہ کیا معنی یہاں عبارت کے تسلسل میں موزوں بیٹھتا ہے۔ " ذکران" کا مادہ تو بہر حال ۔ ذ ک ر۔ ہی ہے جس کے معانی کافی وسعت کے حامل ہیں۔ قرآن بھی ذکر ہے اور یادداشت و نصیحت وغیرہ بھی مادہ "ذ ک ر" ہی سے مشتق ہیں۔ ہمیں ضرور اس کا قرین عقل معنی حاصل ہو جائیگا۔ تو آیئے جدید ترین اور گہرا تناظر رکھنے والا معانی اپنے سیاق و سباق میں نہایت مناسبت سے فٹ بیٹھتا دیکھ لیتے ہیں۔

الشعراء:۲۶/۱۶۲سے۲۶/۱۶۶

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾

"بیشک میں ہوں جو تمہارے لیے امانت [وحی - پیغام] کا حامل پیغامبر ہوں۔ پس اللہ کے قوانین کی پرہیز گاری اختیار کرو اور جو کچھ میں تمہیں بتاتا ہوں اس کی اطاعت کرو۔ میں تم سے اس کے بدلے میں کوئی اجر طلب نہیں کرتا کیونکہ در حقیقت میرا اجر صرف تمام قوموں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔ کیا پھر بھی تم دوسری قوموں سے [مِنَ الْعَالَمِينَ] نصیحت / سبق لینے پر اُتر آوگے [أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ] اور وہ کچھ ہوا میں اُڑا دو گے / پھینک دو گے [blow up--تذرون] جو تمہارے اپنے لوگوں / ساتھیوں میں سے [مِّنْ أَزْوَاجِكُم] ،یعنی تمہارے ہم قوم لوط کے ذریعے، تمہارے پروردگار نے تمہارے لیے پیش کیا ہے۔ یعنی تمہارا کردار تو ایک حد سے گذر جانے والی قوم کا کردار ہے"۔

مشکل الفاظ جن کا روایتی تراجم میں غلط ترجمہ کیا گیا:

[أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ]: تم سبق / نصیحت لینے کی طرف آتے ہو

"ذکر" یہاں مرد یا نر نہیں ہے۔ لین کی لغات کے مطابق مرد / آدمی / نر کی جمع "ذکران" نہیں بلکہ "ذکور" ہے۔ Male/man/masculine (*dhakar*, dual - *dhakarain*, plural - *dhukur*).

[مِنَ الْعَالَمِينَ]: دیگر اقوامِ عالم سے

[مِّنْ أَزْوَاجِكُم]: اپنے ہی ساتھیوں / لوگوں میں سے

یہاں تک بات کلیر ہو جاتی، لیکن پھر یہ بھی سوال کیا گیا کہ حضرت لوط پر جو پیغام بر بھیجے گئے اور ان کو لینے کے لیے قوم لوط وہاں آ پہنچے، اور حضرت لوط نے ان مہمانوں کے بدلے میں اپنی قوم کے لوگوں کو اپنی بیٹیاں پیش کر دیں،،،،،، اس کے متعلق بھی جو آیات قرآن میں موجود ہیں ان کا بھی عقل و دانش پر مبنی ترجمہ کر دیا جائے۔ یہ آیات سورۃ ھود کی ۷۴ سے ۸۲ تک کی آیات ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ جدید عقلی ترجمہ تو پیش خدمت کر ہی رہا ہوں۔ لیکن صاحبانِ دانش سے اپیل کرتا ہوں کہ خدا کے لیے ذرا سی فرصت کے لمحے میں خود اپنے آپ کو حضرت لوط کی جگہ پر فرض کریں اور سوچیں کہ کیا کوئی بھی حضرت لوط جیسے نبی کی حکمت اور الہامی دانش رکھنے والا ایسا کام کر سکتا ہے کہ اغلام بازوں کو سیکس کرنے کے لیے اپنی "بیٹیاں" پیش کر دے؟؟؟۔۔۔۔۔ چلیں نبی کی بات ہی نہ کریں۔ ذرا سوچیں کہ کوئی بھی فرزانہ انسان ایک اغلام باز ہجوم کو ایک قبیح جنسی علت سے بچانے کے لیے کیسے اپنی اولاد پیش کر سکتا ہے ؟؟؟ ۔۔۔۔۔ ذیلی سوالات یہ بھی ہیں کہ،،،،

کیا پسند اور مرضی کی شادی اور نکاح پڑھائے بغیر کوئی اپنی بیٹیاں کسی ہجوم کو پیش کر سکتا ہے ؟؟؟

حضرت لوط کے پاس کتنی بیٹیاں تھیں، اور وہ ہجوم میں سے کِس کِس کو وہ بیٹیاں پیش کر سکتے تھے ؟

کیا وہ بیٹیاں پوری قوم کی ضرورت پوری کر سکتی تھیں؟؟؟

یا کیا چند بیٹیوں کو ہی ایک بدکردار قوم کے ہجوم کے آگے اجتماعی ریپ کے لیے پیش کیا جا سکتا تھا ؟؟؟۔۔۔۔

نیز کیا اُس قوم میں ما قبل ہی سے عورتیں موجود نہیں تھیں کہ حضرت لوط انہیں اپنی بیٹیاں پیش کرتے؟؟؟۔۔

اگر نہیں تھیں تو پھر وہ سب بغیر عورتوں کے پیدا کیسے ہو گئے تھے؟؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ عاجز تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ علم، عقل و دانش کی توہین پر مبنی یہ روایتی تراجم ڈیڑھ ہزار سال تک اس قوم میں قبولیت کا درجہ کیسے پاتے رہے؟؟؟ ایسی فاش جہالت کی تاریکیاں کیسے آج کے دن تک مسلط ہیں؟؟؟۔۔۔ اور وہ لوگ کس قابلِ رحم روگ میں مبتلا ہیں جو آج کے زمانے میں بھی انہی بوگس تراجم کا اتباع اور دفاع کر رہے ہیں؟؟؟

اب پیش خدمت ہے سورہ ھود سے متعلقہ آیات کا قابلِ فہم ترجمہ:-

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٤﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿٧٥﴾ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِن قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ

﴿٧٨﴾ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿٧٩﴾ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوا إِلَيْكَ ۖ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ ۖ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ ۚ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾

"پھر جب ابراہیم پر سے رعب وخوف کی کیفیت دور ہو گئی اور انہیں خوشخبری بھی وصول ہو گئی تو انہوں نے ہم سے قومِ لوط کے معاملے میں بحث شروع کر دی۔ کیونکہ درحقیقت وہ بہت ہی معاف کرنے والے، نرم دل اور اللہ سے ہمہ وقت رجوع کرنے والے تھے۔ انہیں کہا گیا کہ اے ابراہیم اس موضوع سے اعراض برتو۔ کیونکہ اس پر تو کہ اللہ کا حکم صادر ہو چکا ہے اور اُن پر وہ سزا لاگو ہونے والیہے جو واپس نہیں کی جاسکے گی۔ اور جب ہمارے پیغام رساں لوط کے پاس پہنچے تو وہ اُن کی آمد کا مقصد جاننے پر بہت گھبرایا اور بے حساب پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ آج بڑی مصیبت کا دن ہے۔ اسی دوران اس کی قوم کے لوگ ہجوم کرتے ہوئے اس کے پاس آئے کیونکہ وہ پہلے ہی سے ایسی مذموم حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ لوط نے کہا اے قوم، یہ میری تعلیمات [هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي] تمہارے سامنے ہیں جو تمہارے لیے ایک پاکیزہ تر کردار پیش کرتی ہیں۔ پس اللہ کے قانون کی پرہیز گاری کرو اور میرے مصائب و مشکلات میں [فِي ضَيْفِي] میں مجھے رسوا نہ کرو [وَلَا تُخْزُونِ]۔ کیا تم میں سے کوئی بھی ہدایت یافتہ بندہ نہیں؟ انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہی ہو کہ تمہاری تعلیمات [بَنَاتِكَ] میں ہمارے لیے کوئی سچائی یا حقیقت نہیں ہے۔ تم تو اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ لوط نے کہا کہ کاش ایسا ہو تا کہ میرے پاس تمہارے معاملے میں کوئی قوت ہوتی یا

میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔ اس پر ان پیغام بروں نے کہا اے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ وہ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پس تم اپنے لوگوں کے ساتھ رات گذرے یہاں سے روانہ ہو جاو۔ تم میں سے کوئی ادھر اُدھر کسی رکاوٹ میں اُلجھ کر نہ رہ جائے سوائے تمہارے کمزور ساتھیوں کے [اِلَّا امۡرَ اَتَکَ]۔ دراصل ان پر بھی وہی کچھ گذرنے والا ہے جو ان دوسروں پر گذرنا ہے۔ ان کے انجام کا وقت [مَوۡعِدَ ھُمُ] شروع ہونے والا [الصُّبۡحُ] ہے۔ اور اس انجام کا وقوع پذیر ہونا [الصُّبۡحُ] اب بہت قریب ہے۔ پس جب ہمارا حکم پورا ہوا تو ہمارے قانون نے اس قوم کے تمام بالا دستوں کو ان کے حقیر و پست طبقات میں تبدیل کر دیا۔ [جَعَلۡنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا]۔ اس سے قبل ہی ہم اُن پر اتمام حجت کے لیے الہامی صحیفے سے عقلی دلائل [حِجَارَۃً مِّن سِجِّیۡلٍ] کی بارش کر چکے تھے [اَمۡطَرۡنَا]، یعنی فراوانی سے اپنی تعلیمات پہنچا چکے تھے۔"

یہاں خاص طور پر نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ کہا جا رہا ہے کہ۔۔۔"ان کے بالا دست طبقات کو پست کر دیا گیا" [جَعَلۡنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا]۔ یعنی اس فقرے سے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ اُن پر کوئی پتھروں کی طلسمانی یا معجزاتی بارش وغیرہ نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ وہ طبعی قوانین کے تحت زندہ بھی رہے اور الہامی "ضابطہِ کردار" کی شدید خلاف ورزیوں کے نتیجے میں آنے والے مکافاتِ عمل کے باعث ان کے بدکردار معاشرے میں انقلاب وقوع پذیر ہوا اور ان کا معاشرہ اُلٹ پلٹ کر دیا گیا۔ طاقتور قابض طبقات جو تمام تر برائیوں کے لیے ذمہ دار ہوا کرتے ہیں پست کر دیے گئے اور کمزور طبقات کو اوپر لا کر حکمرانی عطا کر دی گئی۔۔۔۔۔یعنی ہماری تمام تر تفاسیر و تراجم کا اس موضوع پر تحریر کردہ تمام کا تمام غیر عقلی، قدیمی صحائف کی تشریحات سے چوری شدہ اور من گھڑت متن اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ہی جملے سے رد اور کالعدم قرار دے دیا

امید کرتا ہوں کہ قرآنی تراجم کے سلسلے کی یہ الجھن بھی آج علمی، شعوری، معاشرتی اور تاریخی

تناظر میں سلجھا دی گئی ہے۔ اللہ کی سنت کیونکہ تبدیل نہیں ہوتی اس لیے اگر ہم جنس پرستی کے جرم میں قومِ لوط پر پتھروں کی بارش برسا کر انہیں صفحہِ ہستی سے مٹا دیا گیا تھا، تو قدیم یونانیوں اور رومنوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جانا لازم تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر آج کے زمانے میں دیدہ دلیری سے ہم جنس پرستی کو قانونی جواز دینے والی کئی قوموں کے حق میں بھی اب تک یہی بربادی مقدر ہو چکی ہوتی۔۔۔۔۔اور سب سے قبل مملکتِ برطانیہ کے کھنڈرات یا آثار و باقیات موڈرن دنیا کے لیے نشانِ عبرت بنے سامنے کھڑے ہوتے کیونکہ سب سے قبل ہم جنس پرستی برطانیہ ہی کی پارلیمنٹ میں قانون پاس کر کے جائز قرار دی گئی تھی۔ فلہذا قومِ لوط سے متعلقہ تراجم میں بھی وہی فاش غلطی ہمارے سامنے آجاتی ہے جو تورات و انجیل کی انسانی تفاسیر سے بغیر تحقیق مواد اُٹھائے جانے اور سیدھا سیدھا نقل کر دینے کے نتیجے میں بہت سے دیگر موضوعات کے تراجم میں بھی ہمارے سامنے آتی رہی ہے۔ اور ہمارے اسلاف اور اساتذہ اس بارے میں تحقیقی پہلو کو نظر انداز کرتے ہوئے۔۔۔ عقلِ سلیم کو خیر باد کہتے۔۔۔ اپنی سہل انگاری کا مظاہرہ کرتے۔۔۔اور استقرائی عقلیت سے اعراض برتنے کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔

اصحابِ علم دوستوں کی رائے کا منتظر رہوں گا۔

اب خاص الفاظ کے وہ مستند معانی دیے گئے ہیں جو روایتی تراجم میں مجرمانہ طور پر چھپا لیے گئے تھے:

ض ي ف = Dad-Ya-Fa = Inclined, approached, drew near to setting (said of the sun). Menstruation (said of a woman). Become a guest, refuge of someone. Become correlative to something. Correlation, or reciprocal correlation, so that one cannot be

conceived in the mind without the other. Beign collected, joined, added together.

Ran, hastened, fled, sped, turned away.

Beset by distress of mind. Hardship, difficulty, or distress.

Asking, or calling, for an aid.

= To be or become تخزون:خ ز ی Kh-Zay-Ya

abased/vile/despicable/abject, fall into trial or affliction and evil, manifest foul actions or qualities, to be confounded or perplexed by reason of disgrace, moved or affected with shame.

= To roll up, fold, wrap, involve, یلتفت:ل ف ف= Lam-Fa-Fa

conjoin, be entangled (trees), be heaped, joined thick/dense and luxuriant/abundant.

= to walk with quick & trembling gait, :یہرعون:ہ ر ع: ha-Ra-Ayn

run or rush, flow quickly, hurry, hasten.

Building, framing or constructing بنت:بنات:ب ن ی =Ba-Nun-Ya

Kind of plank used in the construction (e.g. of ships)

Becoming large, fattened or fat (like food enlarges a man)

Rearing, bringing up, educating

Form or mode of constructing a word

Natural constitution

Of or relating to a son or daughter

Branches of a road/tree

A builder/architect

A building

Bending over a bowstring while shooting

Ribs, bones of the breast or shoulder blades and the four legs

A thief/robber, wayfarer/traveler, warrior, rich man, certain beast of prey

A skin for water or milk made of hide

Raised high (applied to a palace/pavilion)

= to visit or greet in the morning. صبح:ص ب ح Sad-Ba-Ha

subhun/sabahun/isbaahun – the morning. misbaahun (pl. masaabih) – lamp. sabbah (vb. 2) – to come to, come upon, greet, drink in the morning. asbaha – to enter upon the time of the morning, appear, begin to do, to be, become, happen. musbih – one who does anything in or enters upon the morning.

*****

قرآن میں "ماملکت ایمانکم" سے کیا مراد ہے؟لونڈیاں اور غلام؟؟

What is meant in Quran by "Maa Malakat Ayimaanu-kum"? Slaves?

اس خاص قرآنی اصطلاح سے ہمارے قدماء و متاخرین اور ہم عصر سکالرز کو بالعموم "لونڈیاں" یعنی غلام عورتیں مراد لیتے دیکھا گیا تو ماں کا عظیم رتبہ رکھنے والی صنف کی اس ظالمانہ تذلیل پر دل غم سے بھر گیا۔ یہ نوٹ کیا گیا کہ تقریبا ہر سابقہ تحقیقی اور تحریری کام میں اس اصطلاح کو ۔۔۔۔" داہنے ہاتھ کی ملکیت"۔۔۔۔ کی تعریف سے متصف کیا گیا۔ اور پھر اس مفروضہ "ملکیت" کی ذیل میں انسانوں کو لے آیا گیا۔۔۔ اور انہیں لونڈی اور غلام کہ کر پکارا جانے لگا۔ گویا کہ یہ ثابت کیا گیا کہ اللہ نے بعض انسانوں کو بعض دیگر انسانوں کی ملکیت میں دے کر ایک پست کلاس کی انسانی نوع بھی بنا دی ہے تا کہ مالدار طبقات اس زر خرید نوعِ انسانی کے ساتھ بُری بھلی جو چاہیں کرتے رہا کریں؟؟

مقامِ حیرت ہے کہ پھر بھی اس دین کے نام لیوا صریح منافقت سے کام لیتے ہوئے اسی قرآن سے تمام انسانوں کو واجب التکریم قرار دینے کی تعلیم پھیلاتے پھرتے ہیں اور قرآن سے حوالہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" [۱۷/۷۰]۔؟؟؟

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کی کون سی نص سچی ہے اور کون سی نعوذ باللہ "جھوٹی"؟؟؟ آیا کہ انسانوں کو دیگر انسانوں کی "داہنے ہاتھ کی ملکیت" میں دے کر غلام اور لونڈیاں پیدا کی گئی

ہیں،،،،،، یا پھر تمام انسان آزادی کے وصف کے ساتھ "واجب التکریم" پیدا کیے گئے ہیں؟؟؟

اس سوال پر قارئین کے فیصلے کے عمل میں مدد فراہم کرنے کے لیے قرآن کی ایک اور نص بھییہاں پیش کر دی جاتی ہے جہاں واضح الفاظ میں "دین کا دور" اُس وقت کو کہا گیا ہے جب کسی انسان کی کسی دوسرے انسان پر کوئی ملکیت نہیں ہو گی۔ غور فرمایئے آیت ۸۲/۱۹:۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ﴿١٩﴾۔

یعنی """تم کیا ادراک رکھتے ہو کہ دین کا دور کیا ہے۔۔ جب صرف اللہ ہی کا حکم نافذ ہو گا تو اُس وقت کسی انسان کو کسی انسان پر کسی قسم کی کوئی ملکیت حاصل نہیں ہو گی، اور وہی دور دین کا دور ہو گا۔"""

قارئین، ہمارے خالق کے کلام کی اس نص صریح سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نہ تو دین کا دور تھا اور نہ ہی اللہ کا حکم نافذ تھا جب قرآن سے "ماملکت ایمانکم" کی تعریف لونڈیوں اور غلاموں کی ملکیت کی صورت میں کی گئی۔ اور ایک بڑے ظلم اور باطل کو محض غاصب ملوکیت کی عیاشیوں کے لیے رواج دے دیا گیا۔ دین کا دور تو دراصل حضراتِ ابو بکر و عمر کی خلافتِ راشدہ کے ساتھ ہی ختم ہو چکا تھا۔ ان کے بعد کا دور تو صاحبِ جائداد اور صاحب اقتدار طبقہ کے مفادات کے تقاضوں کو پورا کرتا رہا۔ لہذا قرآنی احکامات کی تفسیر جو فقہ اور حدیث کی روشنی میں کی گئی وہ عام طور پر منشاءِ اسلام کے خلاف معاشرہ کی طبقاتی اساس کو مضبوط کرتی رہی اور مترفین و مستکبرین کے مفادات کا تحفظ کرتی رہی ہے۔

پھر یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ تراجم و تفاسیر میں اسی قیاسی اور قدیمی سازشی تعریف کی بنیاد پر داخلی سوچوں کے تحت اس سے متعلق اور منسلک قرآنی متون کے بارے میں طول طویل تشریحات پیش کی گئی ہیں۔ اسلامی فقہ کی طرف نظر ڈالی تو لونڈیوں اور غلاموں کے بارے میں اتنا زیادہ مواد لکھا گیا ہے اور ان کے حق میں ایسی قانون سازی کی گئی ہے کہ غلامی اور خاص طور پر لونڈیوں کے موضوع کو ایک مضبوط ادارہ بنا دیا گیا ہے۔ اور آمرانہ مسلم حکومتوں کے طویل و عریض دورانیے میں انہی فقہی احکامات کی آڑ لے کر کھلے عام انسانوں کی خرید و فروخت کو جائز مانتے ہوئے وسیع پیمانے پر انسانی حقوق اور قرآنی احکامات کی سنگین خلاف ورزیوں کا ارتکاب خواص و عوام کی جانب سے کیا جاتا رہا ہے۔

یعنی قرآن کی رُو سے غلام اور لونڈیوں کے من گھڑت جواز کو بنیاد بنا کر اسلام کی محسنِ انسانیت آئیڈیالوجی کو ایک انسانیت کُش دین بنا دیا گیا اور ملوکیت کے استحصالی اقدامات نے کرایے کے فقہا کے ذریعے غلامی کو ایک مسلمہ ادارہ بنانے کے لیے نہایت تفصیلی قانون سازی کروائی تا کہ مترفین اور مستکبرین کا وہ طبقہ جو تلوار کے زور پر تمام ذرائع پیداوار کا مالک بن بیٹھا تھا، اپنی انسانیت سوز من مانیاں کر سکے۔ تو آیئے جس اصطلاح سے قرآن کو غلامی کی اجازت دینے کا مجرم ٹھہرایا جا رہا ہے، اُس کا ایک بے لاگ علمی، تاریخی اور معاشرتی تجزیہ کر کے یہ ثابت کر دیا جائے کہ اس اصطلاح سے غلامی کا جواز نکالنا صرف اور صرف ایک شیطانی عمل تھا۔

عرض یہ ہے کہ جب مرکزی تھیم theme یعنی "ماملکت ایمانکم" کی تعریف ہی کو معروضی مادی حقیقت پر پرکھا نہیں گیا تو اُس سے آگے بڑھ کر جو بھی سوچ یا موقف اختیار کیا جائیگا اور جس قدر بھی موضوع پر فقہی احکامات صادر کیے جائیں گے وہ سب کچھ لازماً بے بنیاد یعنی غلط ہو گا۔ لیکن ایسا

آج کے دن تک اسلام کی تاریخ میں کبھی نہیں کیا گیا۔ یعنی ثابت ہوا کہ آج کے جدید ترین علمی دور میں بھی مسلمان ڈیڑھ ہزار برس پرانی استخراجی منطق اختیار کیے رہنے پر مصر ہے اور اس دیرینہ بیماری پر قابو پانے میں ناکام رہا ہے۔ ہمارے بیشتر تراجم و تفاسیر اسی انداز میں ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی لیے ہم ایک گمشدہ اور پسماندہ قوم کی حیثیت سے زندہ ہیں۔ ہمارے بڑوں نے کبھی یہ تحقیق کرنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کیسے اور کیوں کچھ انسانوں کو کچھ دوسروں کی غلامی میں دے سکتا ہے، جب کہ وہ اپنے صحائف کے ذریعے انسان کی آزادی اور حُرمت کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔

پس اس معروضی صورتِ حال میں ہم ذیل میں اس اصطلاح یا ترکیب کے حامل تمام متون کا مبسوط تجزیہ کرتے ہوئے تمام متعلقہ آیات مبارکہ اور ان کے جدید ترین قرینِ عقل معانی پیش کریں گے جنہیں کسی بھی مشاہدے اور تجربے کی کسوٹی سے گذارا جا سکے گا۔ اور جن کے ذریعے غلاموں اور لونڈیوں کے دعوے دار اس فریب کار ملوکیتی اسلام کا، اور اس کی تکرار اور استمرار کے ذمہ داروں کا، جنازہ نکل جائے گا۔ حقیقی اسلام اپنی منزہ شکل میں تاریکیوں سے اُبھر تا ہر خاص وعام کو نظر آئیگا۔

دین کی حقیقت کو تلاش کرنے والے عزیز بھائیوں سے التماس ہے کہ یہ نہایت اہم پالیسی احکامات ہیں، ان کے تراجم کو ایک قیمتی حوالے کے طور پر محفوظ رکھیں۔ یہ آئندہ زندگی میں آپ کے بہت کام آئیں گے۔ اب "ماملکت ایمانکم" کے تمام قدیمی سازشی معانی کو غیر منطقی اور متروک قرار دیتے ہوئے، کہ جن سے عورت ذات کا ایک نہایت پست درجہ پیدا کرنے کا مذموم اور ہوس

پرستانہ کام لیا گیا، اس ترکیب سے علم و دانش اور قرآنی سیاق و سباق کے مطابق انتہائی مستند تعریف یہ اخذ کی جاتی ہے:-

"وہ جو تمہاری قسم / حلف / عہد / ایگریمنٹ / کانٹریکٹ [ایمانکم] کے تحت تمہاری تحویل / نگرانی / سرپرستی / ماتحتی [ملکت] میں آتے ہوں،،، یا تمہارے لیے کام کرتے ہوں"، یعنی مختصر اور جامع تعریف ہو گی:-

"کسی باہمی شرائط نامے کے تحت تمہاری ماتحتی / نگرانی / سرپرستی میں کام کرنے والے"۔

مادہ "ی م ن" بہت سے معانی رکھتا ہے مثلا

Ya-Miim-Nun = right side, right, right hand, oath, bless, lead to .the right, be a cause of blessing, prosperous/fortunate/lucky.

اور یہاں سے ہی اس کا مشتق، الف پر زبر کے ساتھ، "ایمان" [Aymaan] او تھ Oath، یعنی قسم، حلف، عہد، کسی شرائط پر ایگریمنٹ، ایمپلائمنٹ کنٹریکٹ کے معنی دیتا ہے۔

نیز غور فرمائیں تو علم ہو گا کہ یہاں مرد اور عورت کی کوئی قید یا ذکر ہی نہیں ہے۔۔۔۔ پھر ایسا کیوں ہے کہ ہم سب یہاں سے عورت کا معنی اخذ کر لیتے ہیں،،،، بلکہ تمام "لونڈیاں" یا غلام عورتوں کا وجود ہی یہاں سے اخذ کیا جاتا ہے؟؟؟؟ پھر اُن کے ساتھ "جائز زنا" کا مزے لے لے کر اور تفصیل کے ساتھ ذکر چھیڑ دیا جاتا ہے۔ یعنی ان احکامات کو غلامی سے منسلک کرتے ہوئے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اسلام میں غلامی اور لونڈیاں رکھنا ایک عمومی روٹین ہے اور اسی لیے اس ضمن میں ہدایات و احکامات جاری کیے گئے ہیں۔ از حد شرم کا مقام ہے۔

ایک اور تاویل اسی استخراجی منطق کے حق میں یہ دی جاتی ہے کہ غلامی کا ذکر تو قرآن میں ماضی کے صیغے کے ساتھ آتا ہے کیونکہ ماضی میں وہاں غلامی رائج تھی اور وہ سلسلہ اسلام تک آ پہنچا تھا۔ اس لیے ان پرانے غلاموں کے تصفیے کے لیے احکامات بھیجے گئے اور انہیں "ماملکت ایمانکم" کی ترکیب سے پکارا گیا۔ یہ ایک بے کار اور لنگڑی منطق ہے اور صرف ایک معذرت خواہانہ تاویل کہلانے کی حقدار ہے۔ کیونکہ صدر اول کے بہت بعد بھی، یعنی دوسری، تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک کا پورا اسلامی فقہ غلاموں کے استعمال اور ان کی خرید و فروخت اور انہیں ایک دوسرے کو تحفتاً یا عاریتاً استعمال کے لیے دیے جانے کے احکامات وضع کرتا نظر آتا ہے۔ اور تمام ملوکیتی محلات میں بنو امیہ سے لے کر ہندوستان کے مغل شہنشاہوں تک ایک کثیر تعداد زر خرید لونڈیوں اور غلاموں کی پائی جاتی رہی ہے۔

پھر یہ کہ غلامی کا انسداد تو قرآن نے ایک ہی جملے سے اپنے ڈسپلن کے نفاذ کی ابتدا ہی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کر دیا تھا جب فرمایا[٨/٦٧]:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾

"نبی کے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی پائے جائیں یہاں تک کہ خواہ اُس نے زمین کے بڑے حصے کو اپنے زیرِ نگیں کر لیا ہو[یُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ]۔ یہ اس لیے کہا جارہا ہے کہ تم لوگ دنیا کی آسائشوں کی خواہش رکھتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت کی سلامتی چاہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔"

اِسرہ قیدیوں کو کہتے ہیں۔ غلام دراصل قیدی ہی ہوا کرتے تھے کیونکہ اگر قید میں نہ رکھے جاتے تو راہِ فرار کیوں اختیار نہ کرتے؟

یہ بھی فرمایا کہ " [۴/۴۷] ءفَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا

"""پس اپنے قیدیوں کو سختی سے جکڑ لو، بعد ازاں انہیں یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ جنگِ خود اپنے ہتھیار اُتار دے۔"""

لیکن،،، پھر بھی بار بار "ماملکت ایمانکم" کہہ کر کس نوعِ انسانی کا ذکر کیا جاتا رہا؟،،،،،، یہ شاید کسی نے بھی سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ در حقیقت، جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی، یہ ماتحت اور ملازم یعنی ورکر [worker] طبقہ تھا جس کی فلاح کے لیے ہم سب کے خالق نے فکر کی اور بار بار ان کے حقوق کے تحفظ کی بات کی۔ اور اس ناچیز کی اس وضاحت کی بھرپور توثیق کے لیے،،،، اور اس اہم موضوع پر اتمامِ حجت کے لیے،،،، ملاحظہ فرمائیں ذیل کا فرمانِ الٰہی:-[آیت ۱۶/۷۱]

ا]وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۚ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٧١﴾

"اور بیشک اللہ کے قانون نے سامانِ نشو و نما یا معاش کے معاملے میں تم میں سے بعض کو دیگر پر برتری دی ہوئی ہوتی ہے۔ پس جنہیں یہ فضیلت حاصل ہو اُن پر لازم ہے کہ اپنے حاصل کردہ سامانِ نشو و نما کو اُن لوگوں کی طرف لوٹا دیں [بِرَادِّي] جنہوں نے اس کے لیے اُن کی ماتحتی میں کام کیا ہے [مَامَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ] تاکہ سبھی رزق کے معاملے میں برابری کی بنیاد پر [مساوی درجہ پر] آ جائیں۔ کیا اب اس کے بعد بھی تم اللہ کی نعمتوں کا صرف اپنے لیے ڈھیر لگا لو گے [یَجْحَدُونَ] ؟؟؟؟"

یہاں آجر اور اجیر، یعنی مالک اور نوکر کے درمیان امارت اور غربت کا فرق مٹانے کے لیے اللہ

رب العزت نے کتنا بڑا انقلابی حکم لاگو کیا ہے کہ جس پر خلوصِ نیت سے عمل کرنے میں انسانیت کے تمام دکھ، آلام و مصائب بآسانی دور کیے جاسکتے ہیں۔ طبقاتی فرق اور طاقتور اور کمزور طبقات میں تفاوت دور کرنے کے لیے شاید اس سے زیادہ عظیم اور عملی اقدام کوئی اور سوچا بھی نہیں جا سکتا۔۔۔یعنی وہ تمام کمائی یعنی فالتو منافع جو ورکروں کی محنت کی اساس پر کمایا جائے، انہی ورکروں میں تقسیم کر دیا جائے۔۔۔ کہیئے کہ اب "لونڈی غلام" کی وکالت کرنے والے یہاں کیا کہیں گے؟؟؟

حقیقت وہی ہے کہ اگر ہم اپنے قضیہِ کبری [main proposition] کے معانی کو آج کی جدلیاتی عقل کی کسوٹی سے گذار کر اس کی معروضی مادی حقیقت کو درست کرنے پر تیار نہیں ہیں، تو یقین کیجیئے کہ معانی و بیان کے بہت سے نئے افق ہمارے لیے کھلنے سے انکار کر دیں گے۔ اور ہم عہدِ ملوکیت کی سازشوں کے آلہ کار بنے، یونہی اپنے دین کو خرافات سے آلودہ کرتے اور تمام دنیا کے آگے معذرت خواہانہ تاویلیں گھڑنے میں لگے رہیں گے کیونکہ غلامی کسی طور پر بھی انسانیت کی ہر قدر کی خلاف ورزی پر مبنی ہے اور دنیا کا کوئی بھی مذہب اور دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔

وہ اگلا مرحلہ اس کے بعد ہی آئیگا کہ ہم "نکاح"، "فحش"، "محصنات"، وغیرہ قرآنی اصطلاحات کے معنی سمجھ سکیں۔ کیونکہ جب تک بنیادیں درست سمجھ نہیں آئینگی ان پر کسی بھی مزید سوچ کی عمارت درست تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ "عورت" اور "نکاح" اور "سیکس یعنی مباشرت" کا ہر جگہ مروج سازشی معنی از خود اختیار کر لینے کا جنون ہمیں چھوڑنا ہو گا۔ یہ ہمارا غلیظ بدبودار ورثہ ہے اور ہمارے اعتقادات کا حصہ۔ اس لیے یہ خاصا مشکل کام ہو گا۔

تاہم آیئے اب ترکیب،، "ماملکت ایمانکم"،، کی حامل جملہ اہم ترین آیاتِ مبارکہ کا تحقیقی ترجمہ انتہائی قرین عقل علمی انداز میں سب کے ملاحظے کے لیے پیش کر دیا جاتا ہے تاکہ اذہان میں اُٹھنے

والے تمام سوالات کا شافی جواب دے دیا جائے اور مکمل شرحِ صدر کی صورتِ حال فراہم کر دی جائے۔ اوپر ترجمہ کی گئی آیت کو ملا کر یہ کُل ۱۱ آیات ہیں جو اس موضوع کا مکمل احاطہ کرتی ہیں اور اس طرح اتمامِ حجت کا فرض ادا کرتی ہیں۔

یاد رہے کہ سورۃ نساء عورتوں کے بارے میں نہیں بلکہ پسے ہوئے، فراموش شدہ، نچلے اور کمزور طبقات، یا غریب اور محروم عوام کی فلاح و بہبود کے احکامات لے کر نازل ہوئی ہے۔ اس سورت میں خواتین کا ذکر بھی جہاں جہاں آتا ہے وہ اسی لیے کہ عورت کو بھی اُسی کمزور اور پسے ہوئے طبقے میں شامل رکھا گیا تھا، اور آج تک مسلم تہذیب میں ایسا ہی رائج الوقت ہے۔ تو آیئے فکر و تحقیق کی اُس منزل کی جانب قدم بقدم آگے بڑھتے ہیں۔

۲} آیت ۳/۴ :وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ﴿٣﴾

"""اگر پھر بھی ایسا اندیشہ لاحق ہو جائے کہ تمہارے لوگ یتیم بچوں کے معاملے میں انصاف نہ کر پائیں تو اس کا حل یہ ہے کہ معاشرے کے اس مخصوص کمزور اور نظر انداز کیے گئے گروپ میں سے [مِّنَ النِّسَاءِ] جو بھی تمہاری طبع کو موزوں لگیں تم ان میں سے دو دو، تین تین یا چار چار کو ایک سمجھوتے [agreement] کے ذریعے اپنی سرپرستی، کفالت یا تحویل میں لے لو [فَانكِحُوا]۔ اس صورت میں بھی اگر اندیشہ ہو کہ سب سے برابری کا سلوک نہ ہو سکے گا تو پھر ایک بچہ ہی سرپرستی میں لے لو؛ یا پھر اگر کوئی قبل ازیں ہی تمہاری سرپرستی، ذمہ داری یا تحویل میں [مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ] ہو تو وہی کافی ہے۔ یعنی کہ یہ امکان بھی پیشِ نظر رکھو کہ تم معاشی بوجھ میں زچ ہو کر نہ رہ جاو۔"""

۳} آیت ۴/۲۴ : وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٢٤﴾

"""کمزور عوام میں سے جو جماعتیں / گروپس / کمیونیٹیز کوئی غیر قانونی یا غیر اخلاقی عمل کا ارتکاب نہ کر رہی ہوں، ان کو جبرا اپنے تسلط میں لانا منع کیا گیا ہے، سوائے ان کے جو ما قبل سے ہی کسی عہد و پیمان کے تحت تمہارے تسلط یا سرپرستی یا ماتحتی میں آ گئی ہوں۔ یہ اللہ نے تم پر ایک قانون کے طور پر لاگو کر دیا ہے۔ اور اس مخصوص صورتِ حالات کے علاوہ جو کچھ اور صورت اس معاملے کی ہو تو وہ تمہارے لیے جائز کر دی گئی ہے یعنی کہ اگر تم ان کی فلاح پر اپنے اموال خرچ کرتے ہوئے ایسی جماعتوں کو اپنی حفاظت کے حصار میں لانا چاہو، نہ کہ خون بہانے والے بن کر۔ پھر تم ایسے لوگوں یا قوموں کے الحاق سے جو کچھ بھی فوائد حاصل کرو تو انہیں اس کا پورا معاوضہ اور ان کے حقوق ایک فرض سمجھتے ہوئے ادا کرو۔ اور اس میں کوئی برائی نہیں کہ اس فریضہ کو پورا کرنے کے بعد کچھ اور بھی علیحدہ سے تمہارے درمیان رضامندی سے طے پا جائے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام کاروائیوں اور نیتوں کا علم رکھتا ہے اور نہایت دانش کا مالک ہے۔"""

وضاحتی نوٹ:

درجِ بالا آیت ۴/۲۴ کے ضمن میں دراصل بات آیت ۴/۲۲ سے شروع ہو جاتی ہے جہاں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ: وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ """تم

اپنے کمزور عوام [النِّسَاء] کا وہ سب کچھ اپنے قبضہ و اختیار میں مت لے لینا [وَلَا تَنكِحُوا] جو تمہارے آباء یعنی پچھلوں نے اپنے قبضہ و اختیار میں لے لیا تھا [مَانَكَحَ]۔ ماسوا اس کے جو پہلے گذر چکا""""۔ اب یہاں واردات کچھ اس طرح کی گئی کہ سیکس کے متوالوں نے "نکاح" کا ایک ہی معنی پڑھ رکھا تھا،،،، یعنی شادی۔ اور نساء کا بھی ایک ہی معنی،،، یعنی عورت۔۔۔۔۔ اس لیے جھٹ ترجمہ کر دیا گیا: "اُن عورتوں سے نکاح [یعنی شادی یا جنسی عمل] مت کرو جن سے تمہارے باپ دادوں نے نکاح [شادی یا جنسی عمل] کر لیا ہو"۔۔۔۔ یہاں غور کرنے کا نکتہ یہ ہے کہ لفظ نکاح کے ایک گہرے لغوی مطالعے نے ثابت کر دیا ہے کہ "نکاح" شادی کے معنوں میں صرف وہیں لیا جا سکتا ہے جہاں اس کے ذیل میں کوئی اور لفظ بھی استعمال کیا گیا ہو جو شادی کے معنی کی جانب راہنمائی کرتا ہو۔۔۔۔۔ صرف لفظ "نکاح" جہاں بغیر کسی اضافی یا ذیلی لفظ یا لاحقے یا ترکیب کے لکھا پایا جائے گا وہاں اس کے معنی خود بخود مرد اور عورت کے درمیان شادی کا رشتہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ وہاں اس کے دیگر معانی کا اطلاق ہو گا۔ دیگر معانی میں "کسی پر تسلط کر لینا،، کسی کو مغلوب کر لینا،، کسی کو اپنے قبضے، تحویل وغیرہ میں لے لینا، کسی سے اتفاق رائے پر مبنی کوئی اشتراکِ عمل کر لینا [agreement] وغیرہ، وغیرہ" شامل ہیں، جو متن کے سیاق و سباق کے مطابق قابلِ اطلاق ہوں گے۔ اس لسانی قاعدے / قانون کی جانب یہ مستند اشارہ بات کو سمجھنے والوں کے لیے فکر و خیال کے کئی در کھول دیتا ہے اور ذہن میں اُٹھنے والے بہت سے سوالات کے جواب پیش کر دیتا ہے۔ لیکن پھر بھی ہمارے قدیمی تراجم سے ہمارے اسلاف کی عقل و فکر کا فقدان ملاحظہ فرمائیے کہ۔۔۔۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ نئی نسل کے جوان لوگ اپنے بوڑھے باپ دادا کی استعمال شدہ یا منکوحہ خواتین کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں،،،، اور وہ بھی اس شد و مد کے ساتھ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنی کتاب میں اس امر کو تصریحاً ممنوع قرار دینا پڑے؟؟؟؟۔۔۔۔ یہ قرآن کے ساتھ کتنا بڑا مذاق کیا گیا ہے؟؟؟۔۔۔۔۔ حساب لگائیے کہ باپ

دادا کی منکوحہ خواتین عمر اور ضعیفی کے کس درجہ پر ہوں گی، اور وہ کون فاتر العقل جوان مرد ہوں گے جو اپنی ہم عمر خواتین کو چھوڑ کر اُن ضعیف عورتوں سے نکاح کرنا چاہیں گے جو درحقیقت اُن کی ماوں، نانیوں، دادیوں وغیرہ کے منصب پر سرفراز ہوں گی؟؟ پھر اگر کوئی سکالر یہ فضول تاویل دے کہ " عربوں میں ایسا ہوتا تھا"، تو اُس کی عقل پر فاتحہ پڑھنے کو دل چاہے گا۔۔۔۔میرے عزیز بھائیو، قرآن عربوں کے لیے نازل نہیں ہوا تھا، بلکہ جملہ انسانیت اور کُل اقوامِ عالم کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا۔[وضاحت تمام شد]۔

۴} آیت ۴/۲۵: وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۚ فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنكُمْ ۚ وَأَن تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٥﴾

"""اور پھر تم میں سے جن علاقوں کی قیادت مادی ذرائع کی فراوانی یا قوت [طولا] میں اتنی استطاعت نہ رکھتے ہوں کہ مضبوطی اور قوت رکھنے والی یا ناقابلِ دسترس مومن جماعتوں کے ساتھ کوئی اشتراکِ کار یا الحاق و بالا دستی کا سمجھوتا کر پائیں، تو پھر وہ تمہاری ما قبل سے زیر سرپرستی موجود جماعتوں / قوموں[مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم] میں سے ہی نوجوان اور بہادر مومن گروپوں کے ساتھ الحاق یا شراکتِ کار کر لیں۔ اللہ تمہارے عہد و پیمان سے بخوبی باخبر رہتا ہے۔ تم سب ایک دوسرے کے قریبی ساتھی ہو۔ پس اشتراکِ عمل کے عہد نامے ان جماعتوں کے معتبر لوگوں کی

اجازت سے کرو اور ان کے حقوق قانونی طریقے سے ادا کرو اس طرح کہ وہ اخلاقی اور قانونی طور مضبوط رہیں، خون نہ بہائیں اور نہ ہی خفیہ سازشیں کرنے والی ہوں۔ پھر جب وہ اس اشتراک کے نتیجے میں طاقتور اور محفوظ ہو چکی ہوں، اور پھر کسی قسم کی زیادتیوں کا ارتکاب کریں تو ان پر دیگر مضبوط اور تحفظ کی حامل جماعتوں کی نسبت نصف سزا لاگو ہو گی۔ یہ ترجیحی سلوک تم میں سے ان کے لیے ہے جو نا مساعد اور مشکل حالات کا سامنا کر رہے ہوں ۔ لیکن اگر ان حالات میں بھی تم استقامت سے کام لیتے ہوئے اپنے کردار مضبوط رکھو گے تو یہ تمہارے لیے خیر کا باعث ہو گا کیونکہ اللہ تعالی مشکلات میں سامان تحفظ اور نشوونما دینے والا ہے۔""

۵} آیت ۲۳/۶:وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٦﴾

""اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رازوں / خفیہ پالیسیوں کی حفاظت کرتے یعنی انہیں چھپائے رکھتے ہیں ۔ سوائے اپنے قریبی ساتھیوں سے یا ان سے جو ان کے ماتحت کام کرتے ہوں [مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ]۔ پس اس انداز میں کام کرنے پر وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں۔""

۶} آیت ۲۴/۳۱ :وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ

مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿النور: ٣١﴾

"""اور تمام امن و ایمان کے ذمہ دار اداروں کو ہدایت دے دو کہ وہ اپنی انٹیلیجنس اور اپنی سوچوں کو کنٹرول میں رکھیں، اور اپنے رازوں / خفیہ پالیسیوں کی حفاظت کیا کریں۔ اور اپنی ترقی اور شان و عظمت کی پالیسیوں کو عام مت کریں سوائے اُس جزء کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔ اور اپنی عقلی خطاوں کو ضرور بیان کر کے احتساب کے لیے سامنے لائیں۔ اور اپنی بہتری اور عروج کی پالیسی اور اقدامات کو سوائے اپنے ڈائریکٹ ذمہ دارافسروں کے اور کسی پر ظاہر نہ کریں۔ ایسے پالیسی معاملات کو نہ تو اپنے بڑوں پر اور نہ ہی اپنے افسروں کے بڑوں پر اور نہ ہی اپنے چھوٹوں پر، نہ ہی اپنے سربراہوں کے دیگر ماتحتوں پر، نہ ہی اپنے ساتھی افسران پر اور نہ ہی ان کے جونیروں پر اور نہ ہی اپنی ساتھی جماعتوں پر، اور نہ ہی اپنے عوام پر یا اپنے ماتحت کام کرنے والوں [مَاملَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ] پر اور نہ دیگر مردوں یا طفلانہ مزاج رکھنے والوں میں سے اُن احکام بجالانے والوں پر جو خلوت کے حساس اور کمزور مواقع پر موجود ہونے کا حق نہیں رکھتے، اور نہ ہی کھولیں چھوٹے ماتحت طبقے پر تاکہ وہ کبھی نہ جان پائیں کہ ان کی ترقیاتی سوچوں میں کیا چھپا ہوا ہے۔ اور اے امن و ایمان کے ذمہ دارو تم سب مجموعی طور پر حکومتِ الٰہیہ کی خیر خواہی کی جانب پلٹ جاو تاکہ تم سب فلاح پا جاو۔

۷} آیت ۲۴/۳۳: وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ

عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾

"""نیز وہ لوگ جو کسی کنٹریکٹ کے تحت کوئی کام حاصل نہ کر پائے ہوں، تو وہ ضبطِ نفس سے کام لیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں احتیاج سے آزاد کر دے۔ اسی طرح وہ لوگ جو تمہاری ملازمت سے آزاد ہونا چاہیں تو تم انہیں فراغت کا پروانہ دے دو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس اقدام میں ان کی بہتری ہو۔ اور ان کی مدد کے لیے اللہ کے اُس مال میں سے کچھ دے دو جو اس ذاتِ پاک نے تمہیں عطا کیا ہے۔ اپنی دنیاوی اغراض کے لیے اپنے نوجوان نسل یا کمیونٹی کو جبر و استحصال کا استعمال کرتے ہوئے بغاوت پر آمادہ نہ کیا کرو۔ اگر وہ اپنے کیریر کے معاملے میں تحفظ اور مضبوطی حاصل کرنے کا ارادہ کریں تو ان کی مدد کرو۔ پھر جن پر جبر کیا جایئگا تو حکومتِ الٰہیہ کا فرض ہے کہ جبر و استحصال کا شکار ہونے والوں کو سامانِ حفاظت اور مرحمت عطا کرے۔"""

۸} آیت ۸ ۲۴/۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوَّافُونَ عَلَيْكُم بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٨﴾

"""اے امن و ایمان کے قیام کے ذمہ دارو، یہ ضروری ہے کہ وہ جو تمہاری سرپرستی اور ماتحتی میں

کام کرتے ہوں [الَّذِینَ مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ] اور خود تمہارے ساتھیوں میں سے وہ بھی جو ابھی سنجیدگی و تدبر کے درجے تک نہ پہنچے ہوں، تین مواقع پر تم سے رخصت کی اجازت لے لیا کریں۔ اس سے قبل کہ تمہاری صبح کے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کا وقت شروع ہو جائے،،،،،، اُن میٹنگز کے دوران جن میں تم اپنی ترقی، پیش قدمی و غلبے کے مقصد سے اپنا لائحہ عمل تشکیل دے رہے ہو، اور تمہاری شام کی ڈیوٹیوں کی ادائیگی کے بعد۔ یہ تینوں اوقات تمہارے لیے نازک، حساس اور خلوت کے مواقع ہوتے ہیں۔ ان تین مواقع کے علاوہ تم پر اور ان پر آپس میں ملنے جلنے میں کوئی برائی نہیں۔ کیونکہ تم میں سے بہت سے تمہارے لیے اور تمہارے دوسرے ساتھیوں کے لیے نگرانی و نگہبانی کی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔ اللہ تم پر اس طرح اپنی ہدایات کھول کر واضح کر دیتا ہے، کیونکہ اللہ تمہارے تمام حالات کو جاننے والا بھی ہے اور دانش و تدبر کا مالک بھی ہے۔""

9} آیت الروم ۲۸: ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿الروم: ٢٨﴾

"""اور وہ تمہیں تمہاری اپنی ہی ذات سے ایک مثال دیتا ہے۔ یہ بتاو کہ کیا تمہارے ماتحت ملازمین [مَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُم] تمہیں دیے گئے ہمارے رزق میں اس طور پر شریک کیے گئے ہیں کہ تم اور وہ سب اس ضمن میں برابری کی بنیاد پر آ گئے ہوں ؟؟؟۔۔۔ اور کیا تم ان کے لیے بھی اس طرح خوف یا اندیشہ محسوس کرتے ہو جیسا کہ خود اپنی ذات کے لیے کیا کرتے ہو؟؟؟۔۔۔ یہ ہے وہ انداز جس سے ہم اپنے احکامات اُس قوم پر واضح کرتے ہیں جو عقلوں سے کام لیتی ہے۔"""

۱۰} آیت ۳۳/۵۰: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٠﴾

"""اے سربراہ مملکت الٰہیہ [يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ] ہم نے آپ کے ان ساتھیوں/لوگوں [أَزْوَاجَكَ] کو جن کے معاوضے/اجرتیں [أُجُورَهُنَّ] آپ نے مقرر کر دیے ہیں، آپ کے مشن پر کام کرنے کے لیے [لَكَ] دیگر پابندیوں اور ذمہ داریوں سے آزاد قرار دے دیا ہے [أَحْلَلْنَا] اور انہیں بھی جنہیں اللہ نے مالِ غنیمت کے توسط سے آپ کی ذمہ داری بنایا ہے [أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ] اور وہ آپ کی زیرِ سرپرستی و نگرانی ہیں [مَلَكَتْ يَمِينُكَ]۔ نیز وہ خواتین جو آپ کی چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد ہیں جنہوں نے آپ کی معیت میں ہجرت اختیار کی ہے، اور ہر وہ مومن خاتون جو نبی کے مشن کے لیے رضاکارانہ خود کو پیش کرتی ہو، تو اگر نبی بطورِ سربراہِ مملکت ارادہ فرمائے تو انہیں قاعدے/قانون/کنٹریکٹ/ایگریمنٹ کے مطابق فرائض ادا کرنے کے لیے طلب کر سکتا ہے [أَن يَسْتَنكِحَهَا]۔ اس معاملے میں اختیار و فیصلہ کا حق صرف آپ کا ہے دیگر ذمہ داروں [الْمُؤْمِنِينَ] کا نہیں۔ جہاں تک دیگر ذمہ داران کا تعلق ہے تو اُن کی جماعتوں/ساتھیوں کے ضمن میں اُن پر جو بھی فرائض ہم نے عائد کیے ہیں وہ بتا دیے گئے ہیں تاکہ تمامتر معاملات کی ذمہ داری کا بار آپ پر ہی نہ آ جائے۔ اللہ کا قانون سب کو تحفظ اور نشوونمائے ذات کے اسباب مہیا کرتا ہے۔"""

۱۱} آیت ۳۳/۵۲: لَّا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن بَعْدُ وَلَا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا ﴿٥٢﴾

"""بعد ازاں یا علاوہ ازیں خواتین [النِّسَاءُ] آپ کے مشن کے لیے اپنی ذمہ داریوں سے آزاد نہیں کی جاسکتیں [لَّا يَحِلُّ]۔ نہ ہی آپ ان کے موجودہ گروپس کو نئے لوگوں [أَزْوَاجٍ] سے تبدیل کریں خواہ ان کی خوبیاں آپ کو پسند ہی کیوں نہ آئیں۔ اس میں استثناء صرف ان کے لیے ہے جو ما قبل سے آپ کے زیر سرپرستی و نگرانی میں آچکی ہوں [إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ]۔ اللہ کا قانون ہر شے کی نگرانی کا ذمہ دار ہے۔"""

موضوع کا اختتام کرتے ہوئے یہ امر قارئین کے لیے واضح کرنا ضروری ہے کہ ہم عصر محققین میں سے صرف لاہور کے ڈاکٹر قمر زمان نے اس ضمن میں ایک جدید قرینِ عقل ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے جس کا اعتراف کرنا ضروری ہے، اور جسے اُن کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس عاجز کی ذاتی رائے میں موصوف کے اکثر تراجم نہ صرف غیر واضح بلکہ زبان و بیان کے سنگین ابہامات سے پُر ہوتے ہیں اور اپنا مافی الضمیر اور ضروری تناظر سامنے لانے اور سمجھانے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ موصوف کچھ عرصہ قبل دہریت اور مادیت کی لائن اختیار کر چکے ہیں اور اس ضمن میں وہ اپنا آزادیِ رائے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن اس ذاتی رائے کے اظہار سے یہ مراد نہیں کہ موصوف کو اس اہم موضوع پر قدیمی جمود کو توڑنے اور جدید تحقیق کی سمت کوشش کرنے پر واجب کریڈٹ نہ دیا جائے۔

اس مقالے میں شامل تمام اہم قرآنی الفاظ کے معانی کی پوری وسعت دنیا کی اہم ترین لغات سے تحقیق کے بعد شاملِ حال کر دی گئی ہے۔ تحقیق کرنے والے قارئین انہیں ذیل میں ملاحظہ کر سکتے

ہیں۔

Tha-Kh-Nun:ثخن:ث خ ن = to be thick, become coarse, stiff, subdue thoroughly, have a regular fighting, cause much slaughter, have a triumphant war, to render/inflict, to be made heavy with something or prone. athkhana - to do something great, make much slaughter, overcome, battle strenuously.

Nun-Kaf-Ha؛نکح: ن ک ح= to tie, make a knot, contract, to marry, marriage.

Ha-Sad-Nun ؛حصن؛ح ص ن= To be guarded, be inaccessible/unapproachable, be chaste, be strongly fortified, difficult to access, be preserved, be protected (against attack), abstain from what is not lawful nor decorous, preserve or guard a thing in places inaccessible/unapproachable, make or render a thing inaccessible or unapproachable or difficult to access, make/render a thing unattainable by reason of its height, to fortify oneself.

Tay-Waw-Lam:طولا؛ط و ل = to be long, continue for a long time, be lasting, be protracted. taulu - plenty of wealth, sufficiency of personal social and material means, power. tuulun - height. tawiilun - long. tatawala - to spread, be lengthened/prolonged.

Fa-Ta-Ya:فتیات:فتی:ف ت ی:= to be young, full-grown, brave, generous, manly qualities, bold, courageous, fine fellow, gallant, young comrade, young slave, servant.

afta - to advise, give an opinion/instruction, decision, judgement or decision in a matter of law, give a formal legal decree, announce of inform a legal order, issue a (divine) decree or sacred law, explain the meaning, pronounce, furnish explanation.

Ayn-Nun-Ta:عنت:ع ن ت= to meet with difficulty, fall into distress, be overburdened, commit a crime, be spoiled, constrain anyone to do a thing, cause anyone to perish, beat harshly. a'nata - to bring anyone into difficulty, beat roughly, cause annoyance, confuse. anatun - sin/crime/mistake/difficulty.

Gh-Dad-Dad:یغضضن:غضض:غ ض ض= lowered, contracted, lessened, restrain

ب ص ر= Ba-Sad-Ra = Becoming perceptive, mental perception, having belief or knowledge, understanding, intelligence or skill, knowing, giving light, shining, illuminated, making manifest, evident and/or apparent. To behold/perceive/see/observe/watch.

Zay-Ya-Nun:زینتکم:زینۃ:ز ی ن= To adorn, deck. Adorn, grace, honor [said of an action, quality, or saying]. Embellished, dressed, or trimmed it [relating to language]. Adorned [ex. The earth, or land, became adorned with or by it's herbage], ornamented, decorated, decked, bedecked, garnished, embellished, beautified, or graced him/it. Of language it is said: "It was embellished,

dressed up, or trimmed". Of action it is said: "It was embellished, dressed up"; i.e. commended to a person by another man. A grace, a beauty, a comely quality, a physical/intellectual adornment, an honour or a credit, and anything that is the pride or glory of a person or a thing. Rank, Station, Dignity.

Kha-Miim-Ra: خ م ر؛ خمر = cover/conceal/veil, becoming changed/altered from a former state/condition, mixed/mingled/incorporated/blended, intoxication/wine/grapes, make-up, any intoxicating thing that clouds/obscures the intellect, come upon secretly/unexpectedly, crowding of people, odour of perfume, women's head cover, man's turban, a covering, something fermented/matured.

ج ي ب: = Jiim-Ya-Ba = to cut out a collar of a shirt, opening at the neck and bosom of a shirt, an opening in a shirt (e.g. where the head goes through or the sleeve), pocket (derived because Arabs often carry things within the bosom of a shirt), bosom, heart, place of entrance for a land/country, hollowed.

ب ع ل Ba-Ayn-Lam = Husband, took a husband or became a wife: People intermarrying with a people; Playful toying between man and wife; Resistance

Obedience to the husband

Lord, master, owner or possessor, Head, chief, ruler or person in authority

Someone whom it is a necessary duty to obey;

Lacking strength, power or ability; Elevated land; Confounded or perplexed

Baal (pre-Islamic deity, 37:125)?

Alif-Kha-Waw:اخوان؛اخوات؛اخی؛اخت = Male person having the same parents as another or a male only having one parent in common; person of the same descent/land/creed/faith with others; brother; friend; companion; match; fellow of a pair; kinsman; intimately acquainted.Signifying the relation of a brother - brotherhood/fraternity. Act in a brotherly manner. An associate/fellow. Sister, female friend. When it does not relate to birth, it means conformity/similarity and combination/agreement or unison in action.

Ha-Lam-Miim ; ح ل م؛حلم = To dream, have a vision. Attain to puberty. Experience an emission of seminal fluid (whether awake or in sleep), dream of copulation in sleep. To be forbearing or

clement, to forgive and conceal offences, to be moderate/gentle/deliberate/leisurely in manner, patient.

he gave ear or listened to it, اذن؛استاذن؛یستاذن =Alif-Dhal-Nun being pleased, grant leave, to allow, permit/ordered, be informed, advised, جانے کی اجازت مانگنا: notification/announcement/proclamation, ear, appetite/longing/yearning. Yasta'dhinuu (imp. 3rd. p. m. plu.): They ask leave.

ظہیرۃ؛ظہرZa-ha-Ra = to appear, become distinct/clear/open/manifest, come out, ascend/mount, get the better of, know, distinguish, be obvious, go forth, enter the noon, neglect, have the upper hand over, wound on the back.

،break open/cut/divide lengthwise/dawn, sunrise, daybreak.:الفجر

پھاڑ کر کھول دینا/کاٹ دینا/لمبائی میں تقسیم کر دینا/صبحِ صادق/سورج کا طلوع ہونا/دن کا نمودار ہونا

= Tha-Waw-Ba:ثیاب؛ثوب= پالیسی/لائحہ عملActions, Conduct, raiment, garments, morals, behaviour, heart, dependents, followers, robes, clothes, pure/good hearted, of good character.

to return, turn back to, to restore/recover, to repent, to collect/gather.

to call/summon (repeatedly), rise (dust), to flow, become abundant.

something returned (recompence, reward, compensation), to repay.

a thing which veils/covers/protects, a distinct body or company of people.

mathabatan – place of return, place to which a visit entitles one to *thawab*/reward, assembly/congregation for people who were dispersed/separated previously, place of alighting, abode, house, tent.

❊❊❊❊❊

انسان کی تخلیقی اور موروثی فطرت۔ قرآن کی روشنی میں کتابِ ہستی کا سبق

The Nature Man is Born with – Lesson from the Book of Self in the Light of Quran

قرآنِ حکیم کی موجودہ اردو تفاسیر و تراجم کو اگر ثواب کمانے کی عمومی مروجہ روش کے مطابق صرف پڑھ کر گذر جانے کی بجائے واقعی سمجھنے کی نظر سے دیکھا جائے تو بہت سے مقامات پر آپ کو تضادات کا سامنا کرنا پڑے گا اور آپ خود کو ایک بڑے مخمصے میں گرفتار پائیں گے کہ کیا درست مانا جائے اور کیا نہیں۔ بہت سے بیانات معاشرتی تناظر میں اپنی جگہ فٹ نہیں بیٹھیں گے۔ کئی مقامات پر علوم کی اکثر اصناف کی روشنی میں کھلا تضاد نظر آئیگا۔ بہت سا مواد ایسا بھی ہو گا کہ قوانینِ فطرت اور انسانی نفس کے پیمانے پر آپ کے سر پر سے گذر جائیگا۔ اور بہت سی دیومالائی فسوں کاری ایسی بھی ہو گی کہ عقل، علم اور انسانی تجربات کی ضد قرار پائے گی اور صرف رعب اور احترام آپ کو چپ رہنے پر مجبور کر دے گا۔ یہی صورتِ حال آپ عربی تفاسیر کے ہاں بھی پائیں گے جہاں سے ہم اپنی زبان میں مواد کی منتقلی کرتے ہیں۔ بلکہ حقیقتِ حال یوں ہے کہ ہمارے اردو تراجم قرآن کی عبارات کی راست تفہیم سے نہیں بلکہ انہی عربی تفاسیر کی اتھارٹی کے تحت منقولی منطق اور اندھی تقلید کے انداز پر تیار کیے جاتے ہیں۔

قرآنی پیغام کی ہماری زبان میں منتقلی کے مروجہ طریقِ کار میں پایا جانے والا یہ بنیادی سقم ہمارا "مقدس ورثہ" ہے۔ اس مقدس ورثے کے تسلسل اور دوام کا ذمہ دار اور نگہبان ہمارا ملّائیت کا روز افزوں طاقتور ہوتا پسماندہ اور متشدد گروہ ہے، جس کی معیشت اور اقتدار ہماری ذہنی ارتقاء کی

انتہائی پسماندہ صورتِ حال کو جوں کا توں بر قرار رکھنے پر منحصر ہے۔ اس لیے کہ اسلامی معاشروں پر 1400 سال سے قابض چلے آ رہے عیاش، سرمایہ دار، ڈکٹیٹر حکمران یہی چاہتے ہیں۔ اور "ملّائیت مافیا" اِنہی گناہ گار اور مجرم قابضین کے ہاتھوں میں موجود سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ لیکن

اگر چہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ

اللہ کی کتاب صرف پڑھ کر گذر جانے کے لیے نہیں بلکہ اس کی ہدایات سمجھنے اور عمل پیرا ہونے کے لیے نازل کی گئی ہیں۔ صرف صبحِ صادق کے وقت تلاوت کر لینے سے تفہیم کا عمل پیدا نہیں ہوتا جب کہ قرآنی اصطلاح " قرآن الفجر " کا ایک گمراہ کُن ترجمہ کر کے ہمیں بتایا جاتا ہے کہ صبح کے وقت قرآن پڑھنے سے فہم و ادراک میں اضافہ ہوتا ہے ۔ باترجمہ پڑھنے والے بھی صرف روایتی تراجم کی بے سروپا عبارت پڑھ کر گذر جاتے ہیں۔ تفہیم ہی پیدا نہ ہو تو عمل کیسے درست ہو سکتا ہے۔ جب کہ یہ کتاب تدبر، تفکر اور تعقل کا مطالبہ کرتی ہے کیونکہ یہ بزبانِ خود ایک لازمی اور دائمی انسانی ضابطہِ کردار ہے۔

ہمارے درجِ بالا موضوع کے ضمن میں جو بات آپ کی توجہ کے لیے سامنے لائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن خود کو شکوک، تضادات اور ابہامات سے پاک کتاب قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی بھی دوسرے کی جانب سے آیا ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات پائے جاتے۔ یعنی اس کے ارشاداتِ عالیہ میں کہیں بھی تضاد یا اختلاف نہیں پایا جا سکتا۔ لیکن سوال کیا گیا کہ کہ انسان کی فطرت کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں قرآن کے تراجم و تفاسیر میں متضاد بیانات دیکھنے کو ملتے

ہیں۔ اور ہم یہ سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے۔ اور ایسے مقامات پر ایسا کیا اسرار پوشیدہ ہے جو ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔

تو آیئے دیکھیں کہ قرآنِ خالص انسانی فطرت اور اِس اشرف المخلوقات کی تخلیق و تشکیل کے بارے میں جو حقائق بیان کرتا ہے، جو ہمارے تراجم و تفاسیر کی رُو سے باہم متضاد و متخالف نظر آتے ہیں، وہ کیسے انتہائی ربط و تسلسل کے ساتھ نہ صرف باہم منطبق ہوتے ہیں بلکہ کیسی حکمتِ عالیہ اور حقیقت ابدی پر مبنی ہیں۔ اس انکشافِ حقیقت کے لیے ہمیں،،،، ہیئتِ انسانی کی ترکیب کے عناصر ،،،یعنی فلسفہِ ہستی،،،یعنی اسرارِ ذاتِ انسانی،،،،کے وسیع علم پر قدرے روشنی ڈالنی ہو گی۔ اس عاجز کو امید ہے کہ حقیقی طالبانِ علم اس سفر میں اُس کا پورا پورا ساتھ دیں گے۔

انسان کے کردار کی کجیاں اور کمزوریاں بزبانِ قرآن:

96/6-7: كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ ﴿٦﴾ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ ﴿٧﴾ ہر گز نہیں۔ انسان تو سرکشی کرتا ہے، اس لیے کہ وہ خود کو بے نیاز / خود مختار دیکھتا ہے۔

28/ : وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾۔ لیکن انسان کو کچھ کمزوریوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔

14/34: إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ۔ بیشک انسان اندھا اور ناشکرا ہے۔

16/4: هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ—بہت کھلا ہوا جھگڑالو ہے۔

17/11: وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا۔ انسان جلد باز واقع ہوا ہے۔ 17

/100: وَكَانَ الْإِنسَانُ قَتُورًا۔ اور انسان تنگ دل واقع ہوا ہے۔ 18

/54: ۔وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔ انسان اکثر معاملات میں حجت اور جھگڑا کرتا ہے۔

33/72: إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ بیشک وہ ناپختہ اور لاعلمی کی حالت میں تھا۔

70/18: وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ / جمع کرتا ہے پھر اسے گرہ باندھ کر رکھ لیتا ہے.

70/19: إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا۔ انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے۔

89/20: ۔وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ چاہتا ہے دنیا بھر کی دولت سمٹ کر اس کے پاس آ جائے۔

100/8: وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ۔ اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح / شدت سے مبتلا ہے۔

لیکن یہ کیا کہ دوسری جانب اللہ تعالیٰ اس کے برعکس فرماتا ہے کہ:

"فطرة الله التی فطر الناس علیها۔"۔۔۔۔یعنی۔۔۔۔۔

وہ اللہ ہی کی فطرت، مزاج، نیچر ہے جس پر اُس نے انسان کی تخلیق کی ہے!!!!

تو کیا اوپر بیان کی ہوئی انسان کی کمزوریاں، اللہ کے مزاج کی کمزوریاں ہیں؟؟؟۔۔۔ نعوذُ باللہ۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ۔۔۔تو ان کمزوریوں کا ماخذ یا مخرج کیا ہے، اور اللہ کی وہ "فطرت" کیا ہے جو انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے؟ آگے آنے والی سطور میں ہم اس کا شافی و کافی جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

پہلے ہم درجِ بالا عیوب کے تضاد میں موجود انسانی صفات کی حامل قرآنی آیات کو سامنے لے آتے ہیں۔

انسان کی تشکیل و تخلیق کی تعریف میں آیات:

95/4: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔

17/70: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۔ اور ہم نے بنی آدم کو فضیلت اور بزرگی عطا کی، انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں، انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی کثیر مخلوقات پر فوقیت بخشی۔

23/14: ثم انشانه خلق آخر۔ پھر ہم نے اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا۔

32/9: ثم سواہ و نفخ فیہ من روحہ۔ پھر اس نے اسے نک سک سے درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔

اور اب لا محالہ ہم سبھی کے ذہن میں یہ سوال اُبھر کر سامنے آجاتا ہے کہ آخر یہ تضاد کیوں؟

--- انسان کو خود اپنی فطرت پر بنایا،

--- انسان کو احسن تقویم پر تخلیق کیا،

--- انسان کو عزت و تکریم کا حامل بنایا، تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی، خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں،

--- عام جاندار سے علیحدہ ایک چیزے دیگر بنایا اور پھر،،،،سب سے بڑا مقام یہ دیا کہ،،،،،

--- اُس میں خود اپنی "روح" پھونک دی!!!

اس کے بعد پھر اُس میں یہ تمام برائیاں کہاں سے آئیں جن کا بیان اوپر مختلف آیات کے ذریعے کیا گیا؟؟؟ان تضادات کا کیا قرین عقل اور علمی جواز ہے؟

انسان کے باطن میں دو مختلف عناصر

دراصل آیات ۷-۱۱ /۹۱ میں اللہ تعالیٰ نے اس الجھن کو نہایت چابکدستی سے یہ فرما کر دور کر دیا ہے کہ ہم نے نفس انسانی کو دو مختلف و متضاد عناصر کا مجموعہ بنا کر تخلیق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایں:-

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ﴿٧﴾ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿٨﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا

"""اور انسانی نفس اور جس انداز سے اس کی تشکیل کی گئی ہے وہ اسطرح ہے کہ ان میں ذات کے انتشار اور تخریب کا عنصر اور پرہیز گاری کے ذریعے تحفظ کا عنصر دونوں ودیعت کر دیے گئے ہیں۔ پس جس نے ذات کو تحفظ دے کر نشوونما دے لی وہ کامیاب ہوا، اور جس نے اس کی صلاحیتوں کو کچل دیا وہ برباد ہوا"""۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں عناصر میں سے ایک انسان کا مادی حیوانی پیکر ہے جو حیوانی جبلتوں کا تابع رہتا ہے۔ دوسرا اس کا غیر مادی شعوری پیکر ہے جو اللہ تعالی کی روح یعنی صفاتِ عالیہ کا مخزن ہے اور اس لیے سیرت و کردار کی اعلی ترین اقدار کا حامل ہے۔ اوپر بیان کی گئی تمام برائیاں اور نقائص انسان کے حیوانی وجود سے تعلق رکھتے ہیں اور بے شک جس انسان میں اس کی حیوانی خواہشات غالب رہتی ہیں وہ ان تمام نقائص کا مجموعہ ہی ہوا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اوپر بیان کی گئی تمام صفات انسان کے اعلی شعوری وجود سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ وہی ہیں جو انسان کی موت کے بعد اس کے غیر مادی وجود کے ساتھ آخری دورِ حیات، یعنی آخرت میں اس کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوں گی۔ جو انسان اپنے شعوری وجود کی اقدار کو جتنا زیادہ زندہ رکھے گا اور انہیں مادی وجود کی

جبلتوں پر غالب کر لے گا، وہ آخرت میں کامیابی اور سرخروئی کا مستحق ہو گا، کیونکہ اس مادی زندگی میں ایسے طرزِ عمل کو اختیار کر لینے سے اس کی اندرونی ذات کی تکمیل ہوتی چلی جائیگی۔
دراصل انسان ایک حیوانی وجود اور ایک شعوری ذات، یعنی دو عناصر کا ایک پُر حکمت امتزاج ہے۔ حیوانی وجود جو تمام حیوانی جبلتوں کا تابع ہے، دماغ سے حسیات کے ذریعے کنٹرول ہوتا ہے۔ جب کہ اس کی شعوری ذات اُس شعورِ مطلق کی اپنی خصوصیات کا اظہار ہے جو اس کی ودیعت کردہ تمام صفات و اقدار کا خزینہ ہے، ایک غیر مادی وجود رکھتا ہے اور اپنے ذہنی یا شعوری جسم میں رہتا ہے جو غیر مرئی ہے۔ اسے ہی عرفِ عام میں روح، یا روحانی زندگی کہا جاتا ہے۔

درحقیقت انسان کی تخلیق کا مرحلہ اپنی اہمیت میں تخلیق کے تمام موجود مراحل پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کی تخلیق دراصل تخلیق کی دو انتہاؤں کا مرحلہ ہے۔ یعنی مادی زندگی کی تخلیق کا ایک انتہائی مرحلہ، جو ٹھوس مادی اور مرئی کیفیت رکھتا ہے، انسان کے حیوانی وجود تک پہنچ کر اپنی انتہاء کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور شعوری مراحلِ تخلیق [degrees of Consciousness] کا اب تک کا انتہائی مرحلہ بھی انسان کے اندر موجود شعورِ ذات، یا خود آگاہی [self-consciousness] کے احساس کی صورت میں اپنی پختگی اور بلوغت کو پہنچ جاتا ہے کیونکہ خود آگہی دراصل اپنے خالق کی آگہی ہوتی ہے۔ یہ وہ اہم ترین مرحلہ ہے جہاں انسان کے مادی اور روحانی عناصر کا باہم مسلسل ٹکراو پایا جاتا ہے، اور اس کشمکش کو قائم رکھنے کے لیے ہی مادی اور روحانی دونوں کیفیات ایک عظیم حکمت کے تحت ایک مخصوص سطح پر یکجا کر دی گئی ہیں۔ یہ وہ کشمکش ہے جو انسانی زندگی کو ایک امتحان گاہ کی شکل دیتی ہے، جس کے ذریعے شعورِ ذات کا ارتقاء بنیادی مقصد ہے تاکہ فائنل مرحلے میں ارتقاء یافتہ ذاتیں مزید ناقابلِ یقین ارتقاء کے شعوری یا

روحانی سفر پر روانہ ہو جائیں اور بالآخر اپنے خالق کے متعین کردہ مقصدِ تخلیق کو پورا کرتے ہوئے سامنے لے آئیں۔

یاد رہے کہ اسی مرحلے میں مادی وجود طبیعی موت کے ذریعے بتدریج نسلِ انسانی سے ختم کر دیا جاتا ہے اور خالص غیر مادی اور غیر مرئی شعوری ذات آئندہ کے آخری مرحلہِ حیات میں اپنی منتقلی اور نمود کا انتظار کرتی ہے۔۔ آنیوالہ مرحلہ وہ چھٹا مرحلہِ تخلیق ہو گا جہاں انسان اپنی ہیئت، اوصاف اور صلاحیتوں میں خود اپنے خالق کے قریب تر پہنچ جائیگا، تسخیرِ کائنات کا کارنامہ انجام دے گا اور خالق کے آئیڈیل کی صورت میں خود کو بارز کرتا ہوا اپنی تخلیق کے مقصد اور نصب العین کو پورا کرے گا۔ لیکن معدودے چند انسان ہوں گے جو اِس منصب و مقام کو حاصل کر سکیں گے۔

فلہذا انسان کے وہ تمام عیوب جو اوپر گنوائے گئے وہ اس کے مادی حیوانی وجود کی خصوصیات ہیں جن کا بالکل درست تعین کیا گیا ہے۔ اور بعد ازاں وہ تمام محاسن جو اس کے حق میں بیان کیے گئے وہ اس کی حقیقی زندگی، یعنی اس کی شعوری غیر مادی ذات کی خصوصیات ہیں جو اُسی طرح بالکل درستگی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ یہاں کوئی ابہام یا تضاد نہیں پایا جاتا۔ یہ کتاب ہستی ہے، یعنی انسانی ذات کی تشکیل و ماہیت کا علم۔ کتاب ہستی کا بغور مطالعہ کیے بغیر قرآن کو کما حقہ سمجھا نہیں جا سکتا۔ اسی لیے ہمارے وہ نام نہاد سکالرز حضرات جو مذہبی پیشوائیت کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں اور قرآن کی تفہیم کے لیے حدیث و فقہ کی بیساکھیاں استعمال کرتے ہیں اس میں تضادات یا معجزات کے علاوہ کچھ بھی قرینِ عقل دریافت نہیں کر پاتے، اور پھر یہی مبہم مواد تبلیغ کے نام پر ایک بہت زیادہ دانشمند دنیا کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ یہ ہمارے وہی نادان روایتی سکالرز ہیں جن کی کم علمی، محدود مطالعہ اور پست ذہنی سطح کے باعث آج دینِ حق

ایک انتہائی سائنٹیفک دنیا کے ہاتھوں مضحکہ آرائی، تمسخر اور استرداد کا شکار ہے۔ واضح رہے کہ قرآن کے فہم میں دوسری انتہائی بنیادی ضرورت یہ ہے کہ کتابِ تخلیق کے علم پر بھی مکمل دسترس حاصل ہو۔ کتابِ ہستی یعنی اسرارِ ذات ،،،اور کتابِ تخلیق، یعنی خالق کے پورے تخلیقی پلان کا علم جدید سائنسز اور صحائف کی روشنی میں حاصل کیے بغیر قرآن فہمی کا میدان ایک آسان، ہموار اور کھلا ہوا راستہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اب سوال یہ سامنے آتا ہے کہ مرحلہِ تخلیق کی موجودہ انسانی صورتِ حال میں ایک ہی مخلوق کے اندر دو مختلف اور متضاد ذاتیں، یعنی مادی حیوانی ذات اور غیر مادی و غیر مرئی شعوری ذات، اپنی بالغ و خود مختار کیفیت میں کیوں اکٹھا کی گئیں اور ان کے پیچھے پوشیدہ مقصد کیا تھا اور کس طرح بیان کیا جاسکتا ہے؟ یہ تخالف اور تضاد جو انسان کے اندر ایک دائمی کشمکش کا موجب ہے آخر کیا حکمت رکھتا ہے؟

دنیا انسانی زندگی کے لیے ایک امتحان گاہ:

اگر آپ کے سامنے خالق کا پورا تخلیقی پلان موجود ہے، جو اُسی کے فرمان کے مطابق چھ مراحل پر مشتمل ہے، تو جواب نہایت آسان ہے۔ جیسا کہ اوپر کی سطور میں اشارہ دے دیا گیا ہے، صحائف میں بیان کردہ الہامی فرمودات کے مطابق دنیاوی زندگی ایک امتحان گاہ ہے۔ اور امتحان وہیں ہو سکتا ہے جہاں متخالف اور متضاد قوتیں سامنے لاتے ہوئے ایک امتحانی کیفیت پیدا کی جائے اور اس امتحان میں ڈال کر انسان کی منفی اور مثبت صلاحیتوں اور مختلف النوع ترغیبات کے مقابلے میں نفسِ شعوری کی اصلاحی کوششوں کی کامیابی یا ناکامی کا جائزہ لیا جائے۔ اور یہ دیکھا جائے کہ آیا شعوری اقدار اس کے عمومی کردار پر غلبہ پا لیتی ہیں، یا حیوانی جبلتیں زور مارتی ہوئی، اعلیٰ شعوری

اقدار کو شکست دے دیتی ہیں۔ نیز ایک کڑے احتساب کے بعد، تمام عیوب و محاسن کو ایک میزان کی کیفیت میں تولا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ کونسا پلڑا ہلکا ہے اور کون سا بھاری۔ اور پھر ان نتائج کی روشنی میں حیاتِ آخرت میں انسان کے درجے کا تعین خالص اُس کے اپنے اعمال پر، جو اُس نے کامل خود مختاری کے ساتھ انجام دیے ہوں، کیا جا سکے۔

ذیل میں دیکھیے کہ ہمارا خالق و مالک اس کشمکش سے بھرپور امتحان گاہ کی تصدیق و تثبیت لفظ "بلاء" کے مختلف مشتقات کے استعمال کے ساتھ کن شاندار الفاظ اور کس اعلیٰ ادبی پیرایے میں فرماتا ہے - وہ واضح طور پر فرماتا ہے کہ حیات و موت کا دائرہ یا گردش ڈیزائن ہی اس لیے کی گئی ہے کہ تمہیں ابتلاؤں میں ڈال کر تمہاری ارتقائے ذات کو مہمیز کیا جائے تاکہ تم حیاتِ آخرت میں بلند درجات حاصل کر سکو۔ اس تھیوری کے ثبوت کے لیے چند الہامی نصوص پیشِ خدمت ہیں:-

[۶۷/۲] الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا

"وہی تو ہے جس نے یہ زندگی، یعنی موت و حیات کا یہ سائیکل اس لیے تخلیق فرمایا کہ تم میں ہر ایک کو آزمائشوں سے گزارتے ہوئے، حسین اعمال کے ذریعے اپنی نشوونمائے ذات کے مواقع فراہم کیے جائیں۔"

2/155: وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾

اور ہم تمہیں مختلف امور میں ضرور اس طرح آزمائیں گے کہ تمہیں خوف، بھوک لاحق کر دیں

اور مال و متاع، جانوں اور کوششوں کے متوقع نتائج میں کمی کا شکار کر دیں۔ اور اس صورت حال میں استقامت دکھانے والوں کو خوش خبریوں کی نوید دے دی جائے۔

5/48: وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَـٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ

اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی قومی وحدت عطا کر دیتا لیکن وہ تمہیں وہ کچھ دیتا ہے کہ جس سے وہ تمہیں آزما کر ارتقائے ذات کے مواقع دیتا رہے۔

6/165: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ

اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر با اختیار جانشین بنایا اور تم میں بعض کو بعض پر برتری کے مقامات پر بلند کیا تاکہ اپنی اس عطا کی بنیاد پر تمہیں ابتلاوں میں ڈال کر ارتقائے ذات کے مواقع عطا کر دے۔

7/163: كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾

اور جس طرح کی فاسقانہ روش وہ اختیار کرتے ہیں اس کے ذریعے بھی ہم ان کی آزمائش کرتے ہیں۔

21/35: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں نیکی اور بدی کے ساتھ ایک بھٹی سے گذارتے ہوئے ارتقائے ذات کے مواقع دیتے ہیں کیونکہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہے۔

47/31: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ

اور تمہیں ابتلاوں کے ذریعے ارتقائے ذات کا موقع دیتے ہیں تاکہ ہمیں یہ علم ہو جائے کہ تم میں سے جدوجہد کرنے والے اور استقامت رکھنے والے کون ہیں۔ اور پھر ہم تمہارے حالات کی جانچ کریں۔

یعنی انسان نامی مخلوق اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ آزادی سے متصف فرما کر پیدا کی جس کے ذریعے ایک طرف تو حضرتِ انسان اشرف تخلیق اور خلیفہ کے درجے پر فائز ہوا، اور دوسری طرف فکر و عمل و فیصلے میں خود مختار ہو کر پروگرامڈ جبلتوں کا تابعِ مہمل نہ رہا۔ اسی لیے ہم اسے بیک وقت دو انتہاءوں کے درمیان عمل پذیر پاتے ہیں۔ انتہائی شیطنیت اور انتہائی رحمت و موءدت۔

خیر و شر کی جنگ دراصل شیطان اور رحمان کی جنگ نہیں بلکہ انہی دو مذکورہ عناصر کی آپس میں اپنے اپنے غلبے کے لیے جاری جنگ ہے۔ جہاں حیوانی وجود کے طبعی تقاضے غالب آ جائیں وہاں شر غالب آ جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب شعوری وجود کی اعلیٰ صفات و اقدار غالب آ جائیں تو خیر،

امن و آشتی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

دونوں عناصر کو اس ناچیز نے ایک "پُر حکمت" امتزاج یوں کہا کہ یہی تو وہ امتحان ہے جو انسان کو جہدِ مسلسل پر اکساتا ہے اور اسے ارتقائے ذات کے مواقع فراہم کر کے اسے آئندہ برتر مرحلہِ زندگی کے لیے تیار کرتا ہے۔ یعنی اس مادی دنیا کے آشوب اور طبعی وسائل کی ظالمانہ لوٹ مار کے اندھیروں میں جو بھی انسان قومی یا انفرادی طور پر اپنی شعوری ذات کی پرورش کر پاتا ہے اور بدی کی طاقتوں سے برسرِ پیکار رہ کر روحانی قوت کی افزائش کر لیتا ہے، اس کے لیے اگلے برتر مرحلے میں صعود ممکن ہو جاتا ہے۔ انسان کی موجودہ زندگی کا سائیکل اسے یہ مواقع دیتا ہے کہ وہ اپنی ذات کی موروثی صفات کی نمود کر سکے۔

آخر کب تک؟

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ آخر یہ جاری کشت و خون کے سلسلے کب تک؟ تو میرے عزیز بھائیو، ابھی انسانی کارواں کی آبلہ پائی کا اختتام دُور تک نظر نہیں آتا۔ انسانی تاریخ اور موجودہ برسرِ زمین حقائق یہ بتاتے ہیں کہ ابھی خون کے اور بہت سے دریا پار کرنے ہوں گے۔ یاد کریں کہ جب محاکاتی انداز میں بات کی تشریح کرتے ہوئے ہمارے خالق نے ملائکہ کے ساتھ اپنے مکالمہ کو ذیل کے انداز میں پیش کیا تو وہ ذاتِ پاک ہمیں اپنی تخلیقی فارمولے کی کس حقیقت سے روشناس کرنا چاہتا تھا:-

آیتِ مبارکہ ۲/۳۰: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ

لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾

"اور یاد کرو وہ وقت جب تمہارے پروردگار نے "کائناتی قوتوں" کو بتایا کہ میں زمین پر اپنا اختیار رکھنے والا جانشین پیدا کر رہا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا آپ وہاں ایک اختیار والی ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو وہاں فساد پھیلائے گی اور خون بہائے گی۔ جبکہ ہم تو صرف آپ کی حمد کے لیے ہمہ وقت وظائف ادا کرتے ہیں اور آپ کی کبریائی کے کام کرتے ہیں۔ پروردگار نے جواب دیا کہ در حقیقت اس خلیفہ کی تخلیق میں جو حکمت پوشیدہ ہے اس کا تم علم نہیں رکھتے۔ وہ صرف میں ہی جانتا ہوں"۔

یہاں بات بالکل صاف ہو گئی کہ فساد اور خوں ریزی تو اس فارمولے کی حقیقت تھی۔ البتہ اس کی حکمت خود خالق ہی کے ضمیر پر روشن تھی۔ اسی لیے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کی منزلِ مقصود ابھی بہت دور، اور بہت سے خون کے دریاوں کے اُس پار واقع ہے۔ وہ جو شاعر نے کہا کہ:

"باغِ بہشت سے مجھے اذنِ سفر دیا تھا کیوں؟ کارِ جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر"۔

وہ ہی صورتِ حال ہمیں درپیش ہے۔ حضرتِ انسان ابھی اپنی ارتقائی منازل یعنی اپنی شعوری ذات کی تکمیل کے ابتدائی مراحل سے گذر رہا ہے۔ ابھی اس کے آئیڈیل نہایت کمتر سطح کی حیثیت کے حامل ہیں۔ یعنی ابھی تو صرف مادی وسائل اور طبیعی زندگی کے عیش، آرام اور فراوانی اس کا مقصودِ نظر ہے۔ جس کی خاطر وہ فساد پیدا کرتا اور خون بہاتا ہے۔ جب انسان بالآخر صفاتِ باری تعالیٰ کو اپنا آئیڈیل بنالے گا اور اپنے اندرون سے ان صفاتِ عالیہ کی نمود و اظہار کی ابتدا کرے گا تو تبھی یہ

دنیااور انسانی زندگی امن وشانتی کی فصلِ بہار کا نظارہ کر سکے گی۔ اقبال نے اسی صورتِ حال کا گہرا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنی بصیرتِ قرآنی سے کیسا انکشافِ حقیقت فرمایا تھا جب کہا کہ:-

عقل ہے بے زمام ابھی، عشق ہے بے مقام ابھی — نقش گرِ ازل تیرا نقش ہے ناتمام ابھی

امید واثق ہے کہ اس مختصر بیانیے میں ایک بہت ہی اہم قضیے پر تحقیق کرتے ہوئے قرآن کے بہت سے مفروضہ تضادات کو الہامی فرمودات کی روشنی میں غلط ثابت کرتے ہوئے دور کر دیا گیا ہے۔ اور پوری توقع کرتا ہوں کہ سمجھ کر پڑھنے والے ان سطور سے اطمینانِ قلب و ذہن کی دولت پالینے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں کریں گے۔

واسلام

❊ ❊ ❊ ❊ ❊